کاملانِ تھانیسر

(تھانیسر کے شعراء، ادباء، مشائخ، مجاہدینِ آزادی اور علماء کا مستند تذکرہ و تاریخ)

ڈاکٹر محمد عامر الصمدانی القاسمی
ڈاکٹر محمد عامر الصمدانی القاسمی

مرکز ادب و تحقیق اسلامی، علی گڑھ

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

کاملانِ تھانیسر

(تھانیسر کے شعراء ادباء، مشائخ، مجاہدینِ آزادی اور علماء کا مستند تذکرہ و تاریخ)

ڈاکٹر محمد عامر الصمدانی

ناشر

مرکز ادب و تحقیق اسلامی، علی گڑھ۔ (یو، پی)

Marfat.com

© جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ!

129579

KAMILAN-E-THANAISAR

by

Dr. Mohd. Amirus-samdani

Year of 1st Edition 2003

Price Rs. 150/-

نام کتاب	کاملانِ تھانیسر
مصنف	ڈاکٹر محمد عامر الصمدانی
سنِ اشاعت اوّل	۲۰۰۳ء
تعداد	پانچ سو
قیمت	۱۵۰ روپے
مطبع	عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی۔۶

ملنے کے پتے

☆ مرکز ادب وتحقیق اسلامی علی گڑھ

☆ ایجوکیشنل بک ہاؤس، اے، ایم، یو مارکیٹ علی گڑھ۔

☆ مکتبۂ ملت، نزد مسجد قاضی، دیوبند۔

Published by

CENTRE FOR ISLAMIC RESEARCH & LITERATURE
MASJID SARAYA. CHOWK SARAI RAHMAN
G.T. ROAD. ALIGARH -202010 (U.P)

Marfat.com

انتساب

جناب الحاج عبدالوہاب خاں سلیم کے نام

تیرے خلوصِ مسلسل کی نذر کرتا ہوں
یہ چند ورق جنہیں حرف ناسزا کہیے

☆☆

Marfat.com

Marfat.com

فہرست عناوین

☆۔	حدیثِ دل	xiii
☆۔	تقریظ	xiv
☆۔	پیش آہنگ	xvii
۱۔	مختصر تاریخ تھانیسر	۰۱
۲۔	کورو پانڈوں کے حالات	۰۱
۳۔	مہابھارت	۰۸
۴۔	عہد اسلام	۰۹
۵۔	تھانیسر سے متعلق البیرونی کا اندراج	۰۹
۶۔	محمود غزنوی	۰۹
۷۔	تھانیسر کا انخلاء	۱۲
۸۔	محمود کی علمی حیثیت	۱۳
۹۔	سلطان محمد	۱۴
۱۰۔	سلطان مسعود	۱۴
۱۱۔	امیر مودود و مجدود کا عہد	۱۵

Marfat.com

۱۲۔ مودود ۱۷

۱۳۔ سلطان ابراہیم ۱۸

۱۴۔ طفاتگین والی پنجاب ۱۸

۱۵۔ محمد باحلیم ۱۸

۱۶۔ تھانیسر پر دوبارہ قبضہ ۲۰

۱۷۔ عظمت رفتہ ۲۲

۱۸۔ مدارس ۲۳

۱۹۔ مدرسہ وخانقاہ شیخ جلال الدین تھانیسری ۲۳

۲۰۔ مدرسہ مولانا نسبتی ۲۴

۲۱۔ مدرسہ وخانقاہ شیخ چلی ۲۴

۲۲۔ مفسرین وقراء ۲۶

۲۳۔ شیخ محمد بن احمد تھانیسری (کمال الدین زاہد) ۲۶

۲۴۔ بحر العلوم حافظ غلام مصطفیٰ ۳۱

۲۵۔ فقہاء وقضات ۳۴

۲۶۔ شیخ محمد بن قاضی عبد المقتدر تھانیسری ۳۴

۲۷۔ قاضی محمود تھانیسری ۳۶

۲۸۔ قاضی محمد تھانیسری ۳۶

۲۹۔ مفتی ابوالفتح ۳۷

۳۰۔ شیخ جلال الدین تھانیسری ۳۷

۳۱۔ مشائخ وصوفیاء ۴۲

۳۲۔ مولانا نجم الدین محبوب شکر خائی ۴۲

۳۳۔ شیخ نظام الدین تھانیسری ۴۳

۳۴۔ شیخ ناصر الدین تھانیسری ۵۰

Marfat.com

۳۵۔	اہلیہ شیخ مجدد	۵۱
۳۶۔	شیخ فرید	۵۳
۳۷۔	شیخ عبدالجلیل	۵۴
۳۸۔	شیخ مصطفیٰ شرحی	۵۷
۳۹۔	ضیاءالدین حسین	۵۹
۴۰۔	مولوی مراداللہ	۶۲
۴۱۔	شیخ عبدالرحمٰن	۶۳
۴۲۔	میراں شاہ نانو	۶۴
۴۳۔	مولوی قلندر بخش تھانیسری	۶۵
۴۴۔	مولوی نور محمد قادری تھانیسری	۶۶
۴۵۔	شیخ حفیظ الدین	۶۶
۴۶۔	شیخ عنایت اللہ	۶۶
۴۷۔	شیخ محمد صالح	۶۶
۴۸۔	شیخ صدیق	۶۷
۴۹۔	حکماء	۶۸
۵۰۔	حکیم پیر بخش	۶۸
۵۱۔	حکیم حسن بخش	۶۹
۵۲۔	کروڑیان وعمائد	۷۰
۵۳۔	شمس شہاب عفیف	۷۰
۵۴۔	شمس شباب عفیف	۷۰
۵۵۔	شیخ احمد تھانیسری	۷۱
۵۶۔	شیخ زکریا	۷۲
۵۷۔	شیخ عبدالقادر	۷۴

Marfat.com

۵۸۔ علمائے سنسکرت تاریخ وموسیقی ۷۶
۵۹۔ عبدالعزیز شمس تھانیسری (شمس سراج عفیف) (مؤلف تاریخ فیروز شاہی) ۷۶
۶۰۔ حاجی سلطان تھانیسری ۷۷
۶۱۔ معاصرین ۷۹
۶۲۔ عربی شعراء ۸۲
۶۳۔ قاضی عبدالمقتدر تھانیسری دہلوی ۸۲
۶۴۔ شیخ احمد تھانیسری ۸۷
۶۵۔ مجاہدین آزادی ۹۱
۶۶۔ کوتوال شرف الحق عاجز ۹۱
۶۷۔ حمیدالدین تھانیسری ۹۳
۶۸۔ میاں حسینی ۹۳
۶۹۔ مولانا جعفر تھانیسری ۹۵
۷۰۔ تعلیم ۹۶
۷۱۔ ذریعۂ معاش ۹۶
۷۲۔ تحریک مجاہدین سے تعلق ۹۷
۷۳۔ گرفتاری ۹۸
۷۴۔ مصائب ۹۹
۷۵۔ جزیرہ انڈومان میں ۱۰۲
۷۶۔ انگریزی کی قابلیت ۱۰۳
۷۷۔ والدہ کی وفات ۱۰۴
۷۸۔ رہائی ۱۰۴
۷۹۔ وطن میں ۱۰۵
۸۰۔ پرتپاک استقبال ۱۰۶

Marfat.com

۸۱۔ آبائی مکان کی آخری زیارت ۱۰۶
۸۲۔ رہائی کے بعد ۱۰۷
۸۳۔ تصانیف ۱۰۷
۸۴۔ ترجمہ آئین پورٹ بلیر ۱۰۸
۸۵۔ سوانح ۱۰۹
۸۶۔ تائید آسمانی ۱۰۹
۸۷۔ کالا پانی ۱۰۹
۸۸۔ برکات اسلام ۱۱۰
۸۹۔ فارسی شعراء ۱۱۱
۹۰۔ نسبتی ۱۱۱
۹۱۔ لالہ حکیم چند ندرت ۱۱۶
۹۲۔ شیخ عبدالواحد ۱۱۷
۹۳۔ وحشت ۱۱۸
۹۴۔ صہبائی ۱۱۸
۹۵۔ رحمت ۱۲۹
۹۶۔ شعرائے اردو ۱۳۲
۹۷۔ امام بخش تھانیسری ۱۳۲
۹۸۔ عبدالحکیم بسمل ۱۶۱
۹۹۔ رحیم بخش طرب ۱۶۶
۱۰۰۔ عبدالرضاء ۱۶۹
۱۰۱۔ مولوی محمدی بسمل ۱۷۰
۱۰۲۔ امام بخش زار ۱۷۹
۱۰۳۔ جمیل الدین جمیل ۱۸۱

Marfat.com

۱۰۴۔ عبدالکریم سوز ۱۸۳
۱۰۵۔ محمد یعقوب نسیم ۱۹۳
۱۰۶۔ غلام احمد نکہت ۱۹۴
۱۰۷۔ عبدالعزیز عزیز ۱۹۵
۱۰۸۔ اکرام الدین رند ۱۹۸
۱۰۹۔ رحمت علی رحمت ۲۰۰
۱۱۰۔ کتابیات ۲۰۱

☆☆☆

Marfat.com

حدیث دل

تھانیسر عظمی کی مقدس سی یہ تصویر
باقی رہے مثل مہ تاب طربناک
پھر دل نے کہا رولے ذرا دیر ادھر بھی
اب تیری ہی میراث ہیں یہ مٹتے نشانات
اے دوست ذرا ایک نظر بارے ادھر اور
اجداد کے ہیں تیرے یہ بوسیدہ سے کھنڈرات
یہ شہر ! کہ پوشیدہ ہیں اسکی فضا میں
سیّارے کہ ثابت ہیں درخشندۂ افلاک
آجائے گا اک روز زمانے کو تزلزل
ہو جائے گا یہ قصر بھی بس تو دۂ خاشاک

Marfat.com

Marfat.com

تقریظ

قرونِ وسطی کے ہندوستان میں تھانیسر گنگا جمنی تہذیب کا مرکز اور شوکت و سطوت اسلامی کا نشان رہا ہے۔ یہاں علم وفن کے وہ آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے جن کی تابانی و ضوفشانی سے پورا برصغیر منور تھا۔

لیکن تقسیمِ ہند کے ساتھ ہی یہاں کی تہذیب وتمدن میں تبدیلی آ گئی وہ فضا جو کبھی بازگشت توحید سے معمور رہتی تھی اب یکسر خالی ہوگئی، اسلام واسلامیت کے آثار ونقوش اس اجڑے دیار میں کچھ ایسے مٹے کے مٹتے ہی چلے گئے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

اسلاف کی بعض یادگاریں مدارس، مساجد اور خانقاہوں کی شکل میں کس مپرسی روزگار کی شکایت کرتی یہاں اب بھی نظر آ جاتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب تھانیسر عظمیٰ کی ان نابغۂ روزگار شخصیات کے تذکرہ وسوانح پر مشتمل ہے جن کے دم قدم سے متحدہ ہندوستان کی آبرو تھی اس میں آپ تاریخ تھانیسر کے ساتھ ساتھ فقہ وقضا، شعر وادب، تذکرہ وتاریخ، موسیقی ونجوم، عربی، فارسی اور اردو۔ کے ان ارباب کمال کا تعارف بھی پڑھیں گے جو اپنی مثال آپ تھے نیز شریعت وطریقت کے وہ معصوم ستارے بھی یہاں جگمگاتے نظر آئیں گے جن کے کاخ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے تھے، تحریک سید احمد شہیدؒ کے ان مجاہدین کا تذکرہ بھی اس میں شامل ہے جو بالآخر آزادیٔ ہند کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ امید ہے کہ طلباء اساتذہ اور محققین کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

نسیم احمد

(وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔)

Marfat.com

Marfat.com

پیش آہنگ

ایک وقت تھا جب متحدہ ہندوستان کے مردم خیز قصبات، دیہات اور شہر اپنی ضیاپاشی سے عالم کو منور کر رہے تھے بالخصوص مشرقی پنجاب کی بستیاں جو تقسیمِ ہند سے سب سے زیادہ متاثر ہوئیں، ۱۹۴۷ء کے بعد یہاں کی تو دنیا ہی بدل گئی۔ وہی قصبات جو کبھی علوم اسلامی کے مخزن تھے، وہاں کی فضاؤں میں اذان کی آواز گونجتی تھی اب وہی تھانیسر، بٹالہ، سرہند، سنام، سامانہ، ہانسی، مہم، دوجانہ، انبالہ، امرتسر، پانی پت، مرحوم ہو چکے۔ اقبالؔ کے الفاظ میں اب وہ تہذیب حجازی کے مزار ہیں، یوں تو اب بھی وہاں شارع عام کے کسی پر ہجوم چوراہے پر اونچے اونچے مینارے زبان حال سے اپنی زبوں حالی کا مرثیہ کہتے نظر آجاتے ہیں تاہم ؎

خزاں رسید و گلستاں بآں جمال نماند — سماعِ بلبلِ شوریدہ رفت و حال نماند

نشانِ لالۂ ایں باغ از کہ می پرسی — بروکہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

اس اجڑے دیار سے میرا بہت قدیمی تعلق رہا ہے تشکیل ہریانہ سے پہلے یہ مشرقی پنجاب کا حصہ تھا میرا وطنی تعلق بھی اسی ہریانہ (سابق مشرقی پنجاب) سے ہے۔

شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے جب میرے مقالہ ڈاکریٹ کا عنوان ''مشرقی پنجاب کا عربی زبان و ادب میں حصہ'' طے کیا تو اس تعلق میں مزید اضافہ

Marfat.com

ہو گیا اور پنجاب کی ہر شے اپنی معلوم ہونے لگی، اس موضوع پر میں سب کچھ جمع کر چکا تھا کہ حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی دامت برکاتہم (بانی وناظم جامعۃ الامام الشاہ ولی اللہؒ پھلت) نے مشورہ دیا کہ مشرقی پنجاب کا دورہ کرنا چاہئے انہوں نے اپنی طرف سے بطور رہبر حافظ شہاب الدین صاحب کو میرے ساتھ کر دیا اور رہبر وراہی کے مصارف بھی حسبِ عادت آپ ہی نے برداشت کئے فجزاہم اللہ خیرالجزاء۔

پھر ہم نے تھانیسر، پانی پت، سونی پت اور سرہند کے اسلامی آثار اوران کی زبوں حالی کا معائنہ کیا تو دل خون کے آنسو روتا تھا دوران سفر کبھی شریف الرندیؒ کا مرثیۂ اندلس زبان پر آتا اور خاص طور پر یہ شعر:

تبکی الحنیفیة البیضاء من اسف
کمابکی لفراق الالف هیمان

اور کبھی یہ شعر:

تلک آثارنا تدل علینا
فانظروا بعدنا الی الآثار

اور بار ہا ہم نے اقبال کا یہ شعر گنگنایا

رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خونناب بار
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار

الغرض کاملان تھانیسر کی ترتیب میں اس سفر نے مہمیز کا کام دیا جو حضرت مولانا مدظلہ العالی کے مشورے سے اب سے کئی برس قبل کیا تھا۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے محسن جناب الحاج عبدالوہاب خاں سلیم مدظلہ العالی کا ذکر نہ کروں جن کے اوصاف حمیدہ وعنایات خاصہ کا مختصر طور پر ذکر کرنے کے لئے بھی ایک قصیدہ کہنے کو جی چاہتا ہے لیکن ان کی بے نفسی کا خیال کرتے ہوئے بالآخر میں یہی کہتا ہوں کہ تند وتیز حالات میں ان کی رہبری سے جتنا میں محظوظ ہوا ہوں اس کو اختصار سے بیان کرنے کے لئے بھی میرے پاس الفاظ نہیں، صدیق مکرم جناب عدنان خلیل صاحب کا اصرار ہے کہ میرا ذکر اظہار تشکر کے لیے نہ کیا جائے، میں نے کہا آپ کا حکم سر آنکھوں پر!

Marfat.com

لیکن مجھے اپنی کتاب مکمل کرنی ہے جو میرے خیال میں ان ناموں کے بغیر نامکمل رہے گی:

جناب الحاج عبدالوہاب خاں سلیم اور عدنان خلیل!

فیض سے معذرت کرتے ہوئے ان کے شعر میں ذرا سی ترمیم کے ساتھ یوں کہہ دیا جائے تو کچھ شرارے ضرور اس پرخلوص، آتش انسانیت کی غمازی کریں گے جسے یہ ہم نفسان بے نفس اپنے سینوں میں چھپائے رکھتے ہیں جسے اگر آتش پرست دیکھ لے تو پرتو یزداں سمجھے اور برہمن کی نگاہ پڑ جائے تو صنم خانے کی زینت بنا کر عقیدت سے اس کے سامنے جبین نیاز خم کر دے اور سادہ لوح قدر شناس عقیدت کے پھول نچھاور کرے الغرض۔

انہیں کے دم سے ہے کوئے جنوں میں اب بھی خجل	عبائے شیخ وقبائے امیر و تاج شہی
انہیں سے سنت منصور وقیس زندہ ہے	انہیں سے باقی ہے گل دامنی و کج کلہی

۸/مئی ۲۰۰۳ء

محمد عامر الصمدانی
(علی گڑھ)

☆☆

Marfat.com

Marfat.com

مختصر تاریخ تھانیسر

تھانیسر ،عہد قدیم:

تھانیسر ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ ہندوؤں کی کئی مذہبی و مقدس کتابیں اسی شہر میں لکھی گئیں۔ مہا بھارت کے ھیرو کورو و پانڈوں کا یہ شہر اپنے تئیں صدہا اسلامی یادگاریں بھی رکھتا ہے۔ یہاں علماء و صلحاء اور فارسی و عربی شعرا کا جنم ہوا۔ موجودہ ہندوستان کی قدیم ترین عربی تفسیر قرآن مجید یہیں لکھی گئی، اس طرح یہ گنگا جمنی تہذیب کا مرکز تھا۔ یہاں نامور مجاہدین، مشائخ، فقہا، مورخ اور قضات پیدا ہوئے۔ ہندوستانی اساطیر کے کئی اہم واقعات یہیں سے وابستہ ہیں

کورو اور پانڈوؤں کے حالات:

اساطیر ھند کے مطابق ☆ دواپر یگ کے نصف آخر میں ہستناپور

☆ ھندوؤں کے عقیدے کے مطابق اس جہان رنگ و بو کے چار ادوار ہیں:
۱۔ست یگ، ۲۔ترتیا یگ، ۳۔دواپر یگ، ۴۔کل یگ

کل یگ: کے خاتمہ پر دوبارہ سے ست یگ شروع ہو جاتا ہے۔ (۱) ست یگ کی مقدار سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال ہے اس میں انسانوں کا چال چلن درست رہیگا۔ (۲) ترتیہ یگ کی مدت ۱۲لاکھ چھیانوے ہزار سال ہے۔ اس میں کل آبادی کا تین چوتھائی حصہ صالح اور منشائے خداوندی کا تابع ہوگا اور انسان کی طبعی عمر دس ہزار سال ہوگی۔ (۳) دواپر یگ کی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال ہوتی ہے۔ اس میں نصف حصۂ آبادی کردار و گفتار کے لحاظ سے صالح ہوتا ہے۔ اور طبعی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے۔ (۴) کل یگ کی کل مدت چار لاکھ بتیس ہزار سال بتائی جاتی ہے۔ اس میں انسانی آبادی کے تین حصے گمراہ اور ایک حصہ صالح ہوتا ہے اور طبعی عمر سو سال ہوتی ہے۔

Marfat.com

میں بھرت نام کا ایک راجا تھا اس کی اولاد نے سات نسلوں تک حکومت کی۔ آٹھویں نسل میں اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا وہ بھی حکمراں بنا اور راجہ کور کے نام سے مشہور رہا۔ کوروکشیتر (تھانیسر) اسی کے نام پر آباد ہوا اور اسی کی اولاد نے کورووٗں کے نام سے شہرت پائی۔

اس کی چھٹی پشت میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے راجہ چتر برج کے نام سے شہرت پائی۔ یہ بھی ایک عظیم الشان راجا تھا اس کے دو بیٹے تھے: دھترآشتر اور پنڈا۔ اوّل الذکر بڑا تھا باپ کے جانشین ہونے کا اسی کو حق تھا لیکن وہ نابینا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہ تھا کہ کاروبار سلطنت چلا سکے اس لئے چتر برج کے بعد اس کی سلطنت اس کے چھوٹے بیٹے ''پنڈا'' کو ملی اسے بڑا وقار ملا اس کی جو اولاد ہوئی وہ بھی اسی کے نام سے ''پانڈو'' کہلائی، راجہ پنڈا کے پانچ لڑکے ہوئے (۱) جدھسٹر (۲) بھیم سین (۳) ارجن (۴) نکل اور (۵) سہدیو۔ اول الذکر تینوں کی والدہ کنتی تھی۔ جبکہ آخر الذکر رانی مادری کے بطن سے پیدا ہوئے۔ دھترآشتر کے ایک سو ایک بیٹے تھے انمیں بڑے کا نام دریودھن تھا ان میں سو تو راجہ قندھار کی بیٹی رانی کندھاری کے بطن سے پیدا ہوئے اور ایک بیٹا یویوچھ ایک بنیے کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا۔ دھترآشتر کے یہ بیٹے کورووٗں کے نام سے تاریخ میں مشہور ہیں۔ انہیں کے نام پر کوروکشیتر (تھانیسر) کی بنیاد پڑی۔ راجہ پنڈا کی وفات کے بعد زمام حکومت اس کے سب سے بڑے بیٹے دھترآشتر کے ہاتھ آئی لیکن وہ اندھا تھا اس لئے وہ برائے نام راجہ رہا۔ کاروبار سلطنت اس کا بیٹا دریودھن انجام دیتا۔ اور وہی باپ کے نام سے حکومت کرتا تھا۔ دریودھن کو پانڈوں کی طرف سے خطرہ تھا کیونکہ وہ بھی سلطنت کے دعویدار تھے، وہ انکی تباہی کے منصوبے سوچنے لگا۔

Marfat.com

اس کے باپ دہتر آشٹر نے پانڈوں کے دعوی سلطنت اور باھمی دشمنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے مکانات شہر سے باہر بنائیں تاکہ دوری کے سبب باھمی رنجش و حسد کم ہو سکے پانڈو اس پر راضی ہو گئے۔ جب ان کے لئے شہر سے باہر مکانات تعمیر ہونے لگے تو دریودھن نے معماروں کو مشورہ دیا کہ وہ ان کے مکانات رال اور لاکھ (آتش گیر مادہ) سے بنائیں تاکہ چنگاری دکھاتے ہی گھر میں شعلے بھڑکنے لگیں اور پانڈوں کا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن پانڈو اس سازش سے آگاہ ہو چکے تھے اس لئے وہ ان مکانوں مین بڑے احتیاط سے رہنے لگے ایک شب پانڈوں نے خود ہی اپنے مکانات میں آگ لگا دی اور اپنی ماں کو لیکر جنگل کی راہ لی ایک عورت بھیل نامی اپنے پانچ بیٹوں سمیت دریودھن کی طرف سے پہلے ہی پانڈوں کے مکانات جلانے کے لئے متعین کی گئی تھی لیکن پانڈو خود ہی آگ لگا کر جا چکے تھے وہ اپنا کام کرنے آئی تھی کہ سازش کی ابتدا کرنے سے پہلے ہی جل گئی کیونکہ وہ وہاں ایک مکان میں موجود تھی۔ دریودھن کے اور بھی جاسوس وہاں لگے ہوئے تھے انہوں نے جب اس عورت اور اس کے پانچ بیٹوں کی جلی ہوئی لاشیں وہاں دیکھی تو وہ سمجھے کہ پانڈو اپنی ماں سمیت جلکر راکھ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے فوراً دریودھن کو دشمن کے خاکستر ہو جانے کی خوشخبری دی۔

مہابھارت کے مطابق پانڈو اپنی وضع قطع اور نام بدل کر جنگل سے کلپلی (قائم گنج کے قریب ایک موضع) میں آباد ہو گئے تھے اور یہاں کے راجہ کی لڑکی دروپدی سے مشترکہ شادی کر لی (یعنی پانچوں بھائی دروپدی کے شوہر بن گئے) ان کے نزدیک یہ مشترکہ شادی باھمی اتحاد و محبت کے باعث تھی، ان میں یہ طے ہو گیا تھا کہ دروپدی بتر بتر

Marfat.com

دن ہر ایک شوہر کے ساتھ گذارے۔

دریودھن کو کسی طرح اس کی بھنک لگ گئی تو وہ اس کی تحقیقات میں پڑ گیا کہ آیا پانڈو تا ہنوز زندہ ہیں یا جل کر راکھ ہو گئے آخر کار اسے حقیقت کا علم ہو ہی گیا کہ پانڈوں کے جلنے کی اطلاع غلط تھی اور وہ ابھی تک صحیح سالم ہیں۔ پھر وہ ان کے خاتمے کے منصوبے سوچنے لگا اور اب کے اس نے ایک نئی چال چلی اپنے چچازاد بھائی ہونے کی حیثیت سے محبت و بھائی چارے کا ہاتھ بڑھایا اور ہستنا پور آنے کی دعوت دی اسمیں تنہا دریودھن ہی شریک نہ تھا بلکہ اس کے اور بھائی بھی شریک تھے۔ الغرض پانڈوں نے کوروں کی دعوت قبول کر لی حکومت کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ اندر پت (دہلی) مع نصف سلطنت کے پانڈوں کے زیر نگیں رہے اور ہستنا پور (کوروکشیتر) یا تھانیسر مع بقیہ نصف کوروں کے زیر قبضہ رہے۔ حکومت و سلطنت کی اس تقسیم کے بعد پانڈوں نے اپنی فطری اقبال مندی کے جوہر دکھائے عوام و خواص نے ان کی اطاعت قبول کر لی اور لوگوں کے دل میں انہوں نے اپنی جگہ بنا لی جس سے کوروں کے دل میں حسد کی آگ جلنے لگی لیکن وہ بظاہر خاموش اور در پردہ ان کی تباہی و بربادی کی کوشش کرنے لگے۔

اسی دوران جدشٹر (پانڈوں میں سب سے بڑا بھائی) کے دل میں بلند ہمتی کی ایک لہر سی اٹھی اس نے ''راجسوی جگ'' کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ اس جگ کا انعقاد اس طرح کیا جاتا ہے کہ آگ کا بڑا الاؤ روشن کر کے اس میں ہر قسم کے میوے خوشبوئیں اور غلہ جات ڈالے جاتے ہیں، اس کے علاوہ ہر قسم کی خیراتیں دی جاتی ہیں تا کہ خدا کا تقرب حاصل کیا جا سکے۔ اس جگ کے منعقد کرنے کی ایک اہم اور بنیادی شرط یہ ہے کہ ساری دنیا کے حکمران و فرماں روان جگ کرنے

Marfat.com

والے راجہ کے دربار میں اس کے مطیع ہو کر جمع ہوں۔ اور اس کی تمام رسمیں وہ خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیں اس شرط کو پورا کرنے کے لئے جدھشٹر نے اپنے چاروں بھائیوں کو ساری دنیا فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ خدا کی قدرت پانڈؤں نے جو سوچا تھا وہی ہوا چاروں بھائیوں نے اپنی ہمت اور خدا کی مدد سے ساری دنیا میں اپنی فتح و کامرانی کا نقارہ بجا دیا، اور ہر ملک، شہر، اور قصبے کے حکمرانوں کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنا لیا۔ سبھی مشہور و معروف مقامات کے فرماں رواؤں کو بے شمار زر و جواہر کے ساتھ دارالحکومت اندر پت (دہلی) لایا گیا اور بڑے تزک و احتشام سے راجسوی جگ کی رسم منعقد ہوئی۔

دریودھن نے جب پانڈوں کی یہ شان و شوکت، رعب و جلال دیکھا ان کی وسعت سلطنت پر نظر پڑی تو اس کے دل میں حسد کی آگ لگ گئی۔ اپنے حریفوں کو ختم کرنے کا خیال رہ رہ کر اسکے دل میں آنے لگا اور وہ طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بڑے بڑے مشہور و معروف عیار و مکار حیلہ باز درباریوں سے مشورے کرنے لگا۔ اس زمانے میں جوا کھیلنے کا عام رواج تھا چالاک درباریوں نے دریودھن کو بتایا کہ وہ جوئے کے ذریعے پانڈؤں کا پانسہ پلٹ سکتا ہے ایک خاص قسم کی چوسر پر جوا کھیلنے کو کہا اس مقصد کے لیے یہ طے پایا کہ ایک پانسہ ایسا بنایا جائے جو ہر بار دشمن کے خلاف پڑے، دریودھن کو یہ تدبیر بہت پسند آئی۔

اس نے بڑی ہوشیاری و نرمی سے جدھشٹر اور اس کے بھائیوں کو ہستناپور آنے کی دعوت دی جب سادہ لوح راجہ جدھشٹر ہستناپور پہنچے تو دریودھن نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور بڑی مدارات سے پیش آیا اور فرصت کے وقت تفریحاً جوا کھیلنے کو کہا پانڈوں کو دریودھن کی

Marfat.com

عیاریوں کا علم نہ تھا۔ اس لئے وہ بغیر کسی حیلہ و حجت کے جوا کھیلنے کو تیار ہو گیا پھر دریودھن نے اپنا وہی مخصوص پانسہ نکالا اور کھیلنا شروع کیا۔ دو چار ہاتھوں ہی میں پانڈو اپنا مال و ملک ہار بیٹھے اور دریودھن جیت گیا۔ لیکن اس نے آخری بازی اس شرط پر لگانے کو کہا کہ تم جیت جاؤ تو سب ہارا ہوا مال و ملک تمہیں واپس مل جائیگا اور اگر ہار گئے تو آبادی چھوڑ کر جنگلوں میں رہنا ہوگا اور بارہ سال تک پرند چرند کی طرح زندگی گذارنی ہو گی۔ جب جلا وطنی کے یہ بارہ سال مکمل ہو جائیں تو واپس آبادی میں آ جائیں مگر ایک سال تک گمنامی کی زندگی گذاریں اور کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ وہ کون ہیں اور اگر یہ راز کھل گیا تو انہیں پھر بارہ سال کی جلا وطنی از سرنو پورا کرنی ہو گی۔ پانڈو اس پر راضی ہو گئے اور آخری بازی بھی ہار بیٹھے۔ شرط کے مطابق جنگلات کی راہ لی اور بارہ سال گذار دئے۔ جلا وطنی کے بارہ سال گذارنے کے بعد پانڈو دکن کی طرف چلے گئے۔ وہاں انتہائی گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کرنے لگے۔ دریودھن نے ان کا سراغ لگانے کی خوب کوشش کی لیکن اسے انکا کہیں کوئی کھوج تک نہ ملا۔ جب جلا وطنی کے تمام شرائط پورے ہو گئے تو پانڈوں نے کرشن جی کو اپنا ایلچی بنا کر دریودھن کے دربار میں بھیجا اور اپنے ملک کی بازیابی کا مطالبہ کیا۔ دریودھن نے اس مطالبے کو مسترد کر دیا۔ بالآخر جنگ سے فیصلہ کرنے کی ٹھانی گئی۔ دونوں فریق نے اپنی اپنی فوجوں کو سامان جنگ سے آراستہ کیا اور تھانیسر کے قریب کوروکشیتر کے میدان میں دونوں مقابل صف آرا ہو گئے۔ یہ عظیم الشان معرکہ جسے مہابھارت کہا جاتا ہے ''کل جگ'' کے ابتدا میں واقع ہوا۔ اور اٹھارہ روز تک مسلسل جنگ ہوتی رہی، مکاری و عیاری کا انجام ہمیشہ ذلت و رسوائی

Marfat.com

ہوتا ہے۔ دریودھن کا اس جنگ میں کام تمام ہوا اور اس کے فوجی بھی نیست و نابود کر دیئے گئے۔ کہتے ہیں اس جنگ میں کوروں کی طرف سے شامل ہونے والے فوجیوں کی تعداد گیارہ ''کشون'' اور پانڈوں کا لشکر سات کشون پر مشتمل تھا (ایک ''کشون'' ایکیس ہزار چھ سو بہتر فیل سوار اتنے ہی سانڈنی سوار۔ پینسٹھ ہزار چودہ سو گھوڑے سواروں اور ایک لاکھ نو ہزار چار سو پچاس پیادہ سپاہیوں پر مشتمل ہوتا ہے)۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس بھاری تعداد میں سے صرف بارہ آدمی زندہ بچ سکے، چار کوروں کے لشکر میں سے جن کے اسماء حسب ذیل ہیں: (۱) ایک برھمن مسمی کرپا چارج جو دونوں فریق کا استاد اور مالک سیف و قلم تھا (۲) مسلم الثبوت درون نامی عالم کا بیٹا اشوتھامان جو کرپا چارج کی طرح دونوں فریق کا استاد تھا (۳) کرت برما نامی ایک یادو شخص (۴) دریودھن کے باپ کا رتھ بان سنجی نامی شخص۔ اس کے علاوہ آٹھ آدمی پانڈوں کے لشکر میں سے بچ سکے تھے۔ پانچوں پانڈو بھائی، یادو خاندان کا مانک نامی شخص، دریودھن کا سوتیلا بھائی یویوچھ اور آٹھویں شری کرشن جی۔

کوروں کی تباہی کے بعد جدھشٹر ہندوستان کا فرماں روا ہوا۔ ''مہا بھارت'' کے بعد تیس سال تک جدھشٹر نے حکومت کی۔ مگر اپنی وفات سے قبل اس نے دنیا کی ماھیت پر غور کرنا شروع کیا اور مرنے سے پہلے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور چاروں بھائیوں کو لیکر گوشہ نشینی اختیار کی۔ کوروں اور پانڈوں نے ملکر پھتیر برس حکومت کی اس کے بعد اکیلے دریودھن نے تیرہ سال فرماں روائی کی، مہا بھارت کے بعد جدھشٹر نے تیس سال تک حکومت کی۔ اس طرح ان چچازاد بھائیوں کی کل مدت حکومت ایک سو پچیس سال ہوتی ہے۔

Marfat.com

مہابھارت:

پانڈوں کے خاندان میں ارجن کی تیسری نسل میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو ہر طرح ظاہری و باطنی خوبیوں سے مالا مال تھا۔ تخت حکومت پر بیٹھا تو عوام میں ان خوبیوں کی بدولت ہر دلعزیز ہوگیا۔ اس نے بڑے عدل و انصاف سے حکومت کی اور ماضی کے واقعات کو حال و مستقبل کے لئے مشعل راہ اور سبق آموز سمجھ کر ہمیشہ خدا کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتا رہا، ایک مرتبہ اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ آخر میرے بزرگوں کے درمیان جنگ و جدال کی اصل وجہ کیا تھی؟ اس خیال کے پیش نظر اس نے اس دور کے مشہور عالم بھشم سے اصل حقیقت جاننے کی خواہش ظاہر کی۔ بھشم نے جواب دیا میرا استاد بیاس اس معرکے میں خود موجود تھا وہ اصل حقیقت سے پوری طرح واقف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ان سے پوچھیں راجہ نے بیاس کو شاہی انعامات سے نوازا اور اپنی خواہش ظاہر کی بیاس نے ضعف اور عبادت میں مصروفیت کے بنا پر اس عظیم واقعے کو بیان کرنے سے معذرت ظاہر کی۔ البتہ اس واقعے کو تھوڑا تھوڑا قلم بند کرتا رہا اور جا بجا نصیحتیں درمیان میں بڑھا کر مکمل طور پر ایک کتاب تیار کر دی جو مہابھارت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقدس کتاب تھانیسر کے قریب دریائے سرسوتی کے کنارے تکمیل کو پہنچی۔

تھانیسر کی اہمیت اس سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ سکھوں کے دس گرووں میں سے نو یہاں آئے۔ صرف گرو انگد دیو نہ آسکے جہاں گرو نانک ٹھہرے تھے وہاں تھانیسر میں سدھ باتی (Sidhbati) کے نام سے ایک گرودوارا بنا ہوا ہے۔

ششم گرو ہرگوبند کے نام سے بھی گرودوارہ ہے جہاں وہ آکر

Marfat.com

ٹھہرے تھے علاوہ ازایں سکھوں کے دیگر گروؤں کے نام سے بھی یہاں گرودوارے ہیں۔

موجودہ کروکشیتر تحصیل پہوہ، گہلا، کیتھل اور تھانیسر پر مشتمل ہے۔ جو ۱۹۷۳ء کے ہریانہ گورنمنٹ کے ایک نوٹیفیکیشن کے ذریعہ وجود میں آئیں۔

عہد اسلام:

ہندوستان میں اسلام سب سے پہلے پنجاب کے راستے سے آیا اور دوسو سال تک پنجاب سے آگے نہ بڑھا۔ غزنوی خاندان پنجاب میں اشاعت اسلام کا کوئی خاص کام انجام نہ دے سکا۔ محمود غزنوی کے بعد اس کے بیٹے آپسی خانہ جنگی میں مشغول ہو چکے تھے (جسکی تفصیل آیندہ اوراق میں آرہی ہے) انہیں اشاعت اسلام کی فرصت نہ تھی۔ پھر بھی پنجاب میں اسلام اور اشاعت اسلام کے قدیم ترین نقوش پائے جاتے ہیں۔

تھانیسر سے متعلق البیرونی کا اندراج:

غزنوی عہد کے مشہور محقق عالم البیرونی نے اپنی عربی تصنیف تحقیق ماللھند میں کئی جگہ تھانیسر کا ذکر کیا ہے وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''تانیشر (تھانیسر) دونوں دریاؤں کے درمیان دونوں شہروں سے اتر واقع ہے اور قنوج سے تقریبا ۸۰ فرسخ اور متھرا سے قریبا ۵۰ فرسخ کے فاصلے پر ہے'' (کتاب الھند: البیرونی (اردو) ص ۲۶۴، باب ۱۸، جلد اول انجمن ترقی اردو ھند)

محمود غزنوی کی آمد:

۴۰۲ھ میں پہلی بار سلطان محمود غزنوی نے تھانیسر پر حملہ کا

Marfat.com

ارداہ کیا۔ اس نے یہاں کی بہت تعریف سن رکھی تھی۔ مثلاً یہ کہ تھانیسر کی حیثیت ہندوؤں کے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے کعبے کی مسلمانوں کے نزدیک۔

تھانیسر میں ایک قدیم ترین مندر تھا جس میں بہت بڑے بڑے بت رکھے ہوئے تھے ان میں سب سے بڑے بت کا نام ''جگ سوم'' تھا۔ اس کے متعلق لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جب انسان پیدا ہوا تو اس کے ساتھ ہی یہ بت پیدا ہوا تھا۔ تھانیسر پر حملے کے ارادہ کے ساتھ ہی محمود کو وہ ناجنگ معاہدہ یاد آ گیا جو راجہ انند پال اور اس کے مابین ہوا تھا اگر چہ تھانیسر کا علاقہ راجہ انند پال کے زیر قبضہ نہ تھا لیکن اس کے اردگرد بعض دیہات اس کے زیر حکم تھے۔ اس لئے اس نے راجہ انند پال کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور صاف اظہار کر دیا کہ میرا ارادہ تھانیسر پر حملہ کرنے کا ہے۔ تھانیسر پر پہونچنے کے لئے راہ کی تمام مشکلات تمہیں دور کرنی ہیں۔ اس لئے تم اپنے کچھ قابل اعتبار آدمی بھیج دو تاکہ جو قصبے و دیہات تمہارے ہوں وہ ہماری فوجی دستبرد سے محفوظ رہ سکیں۔

انند پال نے فوراً ہی تعمیل حکم میں خاطر تواضع کی تیاریاں شروع کر دیں اور اپنے ملک کے تاجروں اور بنیوں کو حکم دیا کہ وہ غلہ اور ضروریات زندگی لشکر سلطانی تک پہنچانے کا انتظام کریں اور اس بات خاص خیال رکھیں کہ لشکر سلطانی کو کسی طرح کی پریشانی نہ ہو اس کے ساتھ ہی اپنے بھائی کو دو ہزار سواروں کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں ایک خط دیکر بھیجا جسکا مضمون یہ تھا: ''میں آپکے احکام کی تعمیل کیلئے ہر طرح حاضر ہوں اور آپکا سچا فرمانبردار ہوں، لیکن اس نیاز اور محبت کی بنا پر جو مجھے آپ کی ذات سے ہے اس قدر عرض کرنگا

Marfat.com

جرات کررہا ہوں کہ تھانیسر کا مندر اہل شہر کی ایک عبادت گاہ ہے، اگر چہ آپکے مذہب کی رو سے بت شکنی ثواب حاصل کرنیکا ذریعہ ہے لیکن نگر کوٹ میں بت شکنی کر کے آپ وہ مقصد حاصل کر چکے ہیں، تھانیسر کے مندر کے سلسلے میں گذارش ہے کہ آپ اسے تاخت وتاراج نہ کریں اس کے عوض جو چاہیں طلب کرلیں۔ یہاں کی رعایا کو اپنی باجگذار بنا کر اپنے ملک تشریف لے جائیں۔ تو یہ بندۂ حقیر بھی اپنی درخواست کی منظوری کے شکریے میں ہر سال پچاس ہاتھی اور دیگر بیش قیمت اشیاء ارسال خدمت کرتا رہے گا۔''

سلطان محمود نے جواب دیا: ''ہم مسلمانوں کا اس پر اعتقاد ہے کہ ہم اس دنیا میں جس قدر اسلام کی تبلیغ واشاعت کرینگے اتنا ہی اگلے جہان میں ثواب پائیں گے۔ جب دنیا سے بت پرستی کے رواج کو ختم کرنا ہی ہمارا مقصد ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ تھانیسر جیسے بت پرستی کے مرکز کو نظر انداز کر دیا جائے''۔

یہ بات جب دہلی کے راجہ کے کانوں تک پہونچی تو اس نے جنگی پیمانے پر مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور سبھی راجگان ہند کو ایک مرکز اتحاد پر جمع کرنے کے لئے یہ خبر گشت کرادی کہ، سلطان محمود غزنوی ایک لشکر جرار کے ساتھ تھانیسر پر حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اس سیلاب بلا کو روکنے کی ہر ممکن تدابیر شروع کر دیں، اگر ہم نے اس کے لئے پہلے ہی سے تیاری نہ کی تو ہر کہہ ومہہ اس مصیبت کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو جائے گا۔ میرے نزدیک اس وقت ہمیں متحد ہو کر سلطان محمود کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

ادھر یہ خبر عام ہوئی، ادھر سلطان نے تھانیسر آلیا اور بآسانی قبضہ ہو گیا مندروں کا معائنہ کیا اکثر بت محمود کے دست برد سے محفوظ نہ

Marfat.com

رہ سکے سب سے بڑے بت 'جگ سوم' کو غزنی بھجوا دیا اور حکم عام کر دیا کہ اسے راستے میں ڈال کر خوب پامال کیا جائے اس کے علاوہ کئی طرح کے جواہرات سرخ یاقوت محمود کے ہاتھ لگے۔

تھانیسر پر قبضے کے بعد سلطان محمود نے دہلی پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس کے امرا و وزرا نے مشورہ دیا کہ پہلے پنجاب کو مکمل طور پر فتح کر لیا جائے پھر دہلی فتح کرنے کا ارادہ کیا جائے۔ اسے یہ مشورہ پسند آیا اور وہ واپس غزنی چلا گیا۔!

تھانیسر کا انخلاء:

۴۳۵ھ میں دہلی اور دوسرے مقامات کے ہندو راجگان نے باہم ملکر ہانسی، تھانیسر کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور یہاں سے غزنوی سرداروں کو نکال باہر کیا۔

محمود غزنوی جب کبھی مخالف حکومت سے فرصت پاتا تو ہندوستان پر چڑھائی کر دیتا ۳۹۰ھ ۱۰۰۰ء میں اس نے پہلا حملہ کیا، جنوبی ہند کے راجاؤں کی سرکوبی کی اور کچھ سرحدی اضلاع اپنے قبضے میں لئے۔ ۳۹۰ھ ۱۰۰۴ء میں اس نے بجے رائے والی بھیرہ سے جنگ چھیڑ دی والی بھیرہ نے فرار کے بعد خودکشی کر لی بھیرہ اور اس کے نواحی علاقے سلطنت غزنوی کا حصہ بن گئے۔ ایک مرتبہ ۳۹۹ھ ۱۰۰۸ء کو ہندوستان کے سبھی راجا مہراجاؤں نے مشترکہ طور پر محمود غزنوی کے خلاف صفا آرائی کی، اجین، گوالیار، کالنجر قنوج، دہلی اجمیر کے راجا اور ملتان کے والی داؤ د فوج لیکر اس کے مقابلے کے لئے آئے محمود کے خلاف یہ مشترکہ قومی محاذ تھا اس میں ہندوستان کے نہ صرف ہندو بلکہ ہند میں عربوں کی واحد حکومت کا سربراہ بھی شریک تھا۔ مگر محمود کے سامنے کسی کی ایک نہ چلی سب یکے بعد دیگر مغلوب ہوتے

Marfat.com

گئے، اس نے بیش بہا جواہرات حاصل کئے ۴۰۱ھ ۱۰۱۰ء میں اس نے والی ملتان ابوالفتوح داؤد کو گرفتار کیا۔ ۴۰۴ھ ۱۰۱۳ء میں راجہ بھیم پال سے قلعہ نندونا لیا اور ۴۰۵ھ ۱۰۱۴ء کو تھانیسر پر قبضہ کر لیا اور بالآخر ۴۱۳ھ ۱۰۲۱ء میں پورے پنجاب (مشرقی و مغربی) پر اس کی حکمرانی تھی۔ پنجاب سلطنت غزنی کا ایک صوبہ بنگیا، اور سب سے پہلا حکمران اسکا غلام ایاز بنا فوجی انتظامات و اختیارات علیحدہ علیحدہ حکام کے سپرد کئے، انتظامی امور قاضی شیراز کے سپرد تھے۔ اور سپہ سالاری کے منصب پر علی اری یارک فائز تھا، لیکن گورنر پنجاب اور سپہ سالار دونوں ایک دوسرے سے سروکار نہ رکھتے تھے بلکہ دونوں براہ راست غزنی کے ماتحت تھے۔ پرچہ نویسی پر ابوالحکم نام کا ایک افسر مقرر تھا محمود نے تھانیسر اور سومنات کے مندروں پر حملہ کیا اور انہیں تاراج کردیا تھا اس کا حقیقی سبب یہ تھا کہ یہ مندر دولت کے خزانے تھے ان میں زر و جواہر کے انبار تھے محمود کے یہ حملے بت شکنی کیلئے نہیں بلکہ حصول زر کیلئے تھے۔ اس نے اپنی تمام عمر میں کبھی کسی ھندو کو جبراً مسلمان نہیں بنایا اور جب پنجاب غزنی کا ایک صوبہ ہوگیا اس دوران کسی مندر و بت شکنی کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ ھندوستانی مقبوضات میں اس نے جو اپنے سکے جاری کئے وہ ھندی زبان میں تھے۔ اس کی فوج میں ھندوؤں کو معزز عہدے ملے ہوئے تھے۔ ھندو راؤ اس کی فوج کا افسر اعلی تھا تولک نامی ھندو اس کی سلطنت کا ایک اہم رکن تھا۔

محمود کی علمی حیثیت:

محمود غزنوی محض ایک فاتح ہی نہیں وہ اسلام کی علمی تاریخ کا بھی ایک روشن مینارہ ہے۔ وہ خود عالم اور شاعر اور مصنف تھا۔ فقہ حدیث اور عربی زبان و ادب پر اسے مکمل دستگاہ حاصل تھی۔ علم حدیث

Marfat.com

سے اسے گہرا شغف تھا۔ اس کے ساتھ ہی علماء اور اصحاب کمال کی اس کے دربار میں بے حد عزت تھی۔ فقہ حدیث خطبات اور مسائل میں اس کی تصانیف بھی ہیں۔ فقہ میں اس کی مشہور تصنیف التفرید ہے جو فقہ حنفی میں معتمد علیہ سمجھی جاتی ہے فتاوی تاتارخانیہ میں اس کے حوالے موجود ہیں۔

اس کیساتھ وہ شاعری کا بلند نداق بھی رکھتا تھا اس کے دربار سے چارسو شعراء وابستہ تھے فقہا، محدثین مفسرین متکلمین اس کی مجلس میں باعزت مقام پر بیٹھے تھے۔ عنصری، فرخی، فردوسی اور عسجدی اس کے مشہور درباری شاعر تھے۔ فرخی نے محمود غزنوی کی وفات پر جو پر درد مرثیہ لکھا اس سے بھی اسکی علم نوازی کا پتہ چلتا ہے۔

سلطان محمد:

محمود کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد پر تخت پر بیٹھا اس کے بھائی مسعود نے جب اس کے خلاف فوج کشی کی تو اس نے مسعود کے مقابلے کیلئے اپنے ھندوستانی سپہ سالار سوبندر رائے کو بھیجا جو مسعود کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور اس جنگ میں کام آیا۔ سوبندر رائے کے بعد خود سلطان محمد فوج لیکر پہنچا اور میدان جنگ میں گرفتار کرلیا گیا۔

سلطان مسعود:

سلطان مسعود (۴۲۱ء ۱۰۳۰ء ۴۳۲ھ ۱۰۴۱ء) نے اپنے دور حکومت میں پنجاب کے نظم ونسق کی طرف توجہ کی قاضی شیرازی اور علی اری یالک میں اختلاف ہو گیا تھا مسعو نے یارک کو غزنی بلوایا اور ۴۲۳ھ ۱۰۳۱ء کو بلخ میں قید کردیا اور اسکی جگہ پنجاب کی سپہ سالاری پر احمد نیالت گین کو بھیجا۔ ۴۲۹ھ ۱۰۳۷ء کو سلطان مسعود نے ہندوستانی مقبوضات میں توسیع کرنے غرض سے لشکرکشی کی اور قلعہ ہانسی اور

Marfat.com

سونی پت پر قبضہ کر لیا اور اپنے بیٹے مجدود کو پنجاب کا گورنر بنا کر غزنی چلا گیا۔ ادھر سلجوقیوں کو عروج حاصل ہو رہا تھا وہ غزنی کی طرف بڑھے آ رہے تھے۔ مسعود نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن ۴۳۲ھ ۱۰۴۰ء میں مرو کے مقام پر اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا اب اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ بجائے غزنی کے اپنا پایۂ تخت پنجاب کو بنائے۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے تین سو اونٹوں پر زر و جواہر اور مال و دولت کا انبار لاد کر پنجاب کی طرف چلا۔ اثنائے راہ اس کے ترک اور ہندو سپاہیوں نے بیوفائی کی، خزانہ لوٹ لیا مسعود کو حراست میں لے لیا اور اسکے نابینا بھائی سابق سلطان محمد کو قید سے نکال کر تخت نشین کر دیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد مسعود قتل کر دیا گیا۔

امیر مودود اور مجدد بن مسعود بن محمود غزنوی کا عہد:

محمود غزنوی بعمر ۶۳ سال ۴۲۱ھ کو فوت ہوا تو اسکے ساتھ ہی وہ رعب و جلال شاہی بھی رخصت ہو گیا۔ جو غزنوی خاندان کی میراث تھا، اس کے بیٹے باہمی رقابت سے دست و گریباں ہوئے بالآخر تھانیسر اور اس کے نواحی علاقے غزنی کی باجگذاری سے نکل گئے لیکن پھر اس خاندان نے وہی قوت رفتہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور مسعود بن محمود غزنوی نے اپنے لیے مودود کو قلعہ ہانسی فتح کرنے کے لیے بھیجا اور خود بھی مع لشکر جرار ہانسی پہنچا۔ ہانسی کے بارے میں اہل ہند کا یہ یقین تھا کہ اس کے قلعے کو کوئی فاتح زیر قبضہ نہیں لا سکتا لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا مسعود نے ۶ دن کے محاصرے کے بعد قلعہ ہانسی فتح کر لیا ہانسی اس دور میں سوالک کا دارالسلطنت تھا۔ مسعود نے اسی پر بس نہ کی بلکہ ہانسی اپنے قابل اعتماد سرداروں کے حوالے کر کے خود سونی پت کی طرف روانہ ہوا۔

Marfat.com

سونی پت کے راجہ دیپال ہرن کو جب معلوم ہوا کہ سلطان مسعود اس کی سرزنش کیلئے آ رہا ہے تو وہ بدحواس ہو کر جنگل کی طرف بھاگ گیا غزنوی لشکر نے قلعہ سونی پت بھی تسخیر کر لیا۔ غزنوی لشکر نے مزید قدم بڑھائے اور ایک قریبی راجہ رام دیو کے قلعہ پر چڑھائی شروع کر دی رام دیو اپنی آنکھوں سے راجہ دیپال ہری کا حشر دیکھ چکا تھا اس لئے اس نے مسعود کی آمد کی خبر سنتے ہی بڑی تواضع و انکساری سے سلطان کی خدمت میں تحائف لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے حضور اپنے اطاعت شعاروں میں شمار کریں۔ مسعود نے اس سے تعرض نہ کیا اور بقیہ علاقے پر اپنے حکام مقرر کر کے غزنی چلا گیا اس طرح نصف پنجاب سلاطین غزنی کے تحت آ چکا تھا جس میں تھانیسر، ہانسی قابل ذکر ہیں۔ لیکن ۴۳۳ھ میں مسعود کو قتل کر دیا گیا اس کا بیٹا مودود تخت کا وارث بنا لیکن اسے اپنے دوسرے بھائی مجدود سے بھی خطرہ تھا کہیں وہ علم بغاوت بلند نہ کر دے وہ سلطان مسعود کے قتل کے بعد ایاز کے مشورے سے دریائے سندھ سے لیکر تھانیسر اور ہانسی تک علاقے پر قبضہ کر چکا تھا باپ کا جانشین اگرچہ مودود تھا لیکن اسے مجدود کی روز افزوں قوت سے خطرہ تھا لہٰذا اس نے مجدود کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا اس سال مودود نے ایک عظیم لشکر مجدود پر حملہ کرنے کیلئے روانہ کیا مجدود اس وقت ہانسی میں مقیم تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ دہلی کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لے لیکن اسے جب مودود کی فوج کی آمد کا علم ہوا تو اس نے بھی ایک زبردست لشکر تیار کر لیا اور ہانسی سے مقابلے کیلیے روانہ ہوا مجدود کے لشکر کی کثرت دیکھ کر مودود کی فوج میں گھبراہٹ پھیل گئی اور ممکن تھا کہ قبل از جنگ مودود کے امراء مجدود کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطاعت قبول کر لیتے لیکن قدرت نے کچھ اور ہی لکھا تھا عید

Marfat.com

الاضحیٰ کو مجدود اپنے بستر پر مردہ پایا گیا مجدود کے انتقال کے بعد محمود کے مشہور غلام و محبوب ایاز نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا اس طرح مجدود کے تمام مقبوضات بغیر کسی روک ٹوک کے مودود کے زیر قبضہ ہو گئے۔ اسوقت تک تھانیسر ہانسی اور سونی پت کا علاقہ مودود کے زیر قبضہ تھا۔

سلطان مودود:

سلطان مسعود کے قتل کے بعد اس کا بیٹا مودود غزنی میں تخت نشین ہوا ۴۳۴ھ ۱۰۴۱ء میں اس نے اپنے چچا محمد بن محمود کا خاتمہ کیا پھر پنجاب کا ایک دورا کیا حالانکہ ہندوستانی امراء محمد اور مودود کی کشمکش میں محمد کے طرفدار تھے لیکن مودود اس سے خائف نہ تھا وہ ہانسی اور تھانیسر تک کا دورہ کر کے واپس چلا گیا، ادھر سلجوقیوں کا زور بڑھ رہا تھا مودود کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا اس اثنا میں اس کے بھائی مجدود نے ناراض ہو کر پنجاب پر قبضہ کر لیا مودود نے فوج کشی کی ابھی جنگ ہونے نہ پائی تھی کہ مجدود اپنے خیمے میں مردہ پایا گیا اس طرح موت نے پنجاب کے مقبوضات مودود کے ہاتھ میں دیدیئے۔ ادھر غزنویوں کی خانہ جنگی اور سلجوقیوں سے ان کی معرکہ آرائی سے ہندوستانی مقبوضات میں پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا۔ راجگان ہند نے پنجاب سے غزنوی اقتدار کا بے دخل کرنے کیلئے ایک محاذ تشکیل دیا اور راجہ دہلی کی سرکردگی میں ۴۳۵ھ ۱۰۴۲ء کو ہانسی اور تھانیسر سے غزنوی اقتدار ختم کر دیا گیا اور محمود نے جن مقامات کو فتح کیا تھا تقریباً سبھی ہندوستانی حکومت کے تحت آ گئے صرف نگرکوٹ پر غزنوی اقتدار بحال رہا بعد میں پیہم کشمکش کے بعد نگرکوٹ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اب مشرقی پنجاب پر غزنویوں کا اقتدار نہ تھا بلکہ موجودہ مغربی پنجاب اور اسکی راجدھانی لاہور اب بھی غزنی کا

Marfat.com

ایک صوبہ تھا اس طرح اب بھی ہند کے کچھ حصے پر غزنویوں کا اقتدار تھا۔ لیکن انہیں خانہ جنگی سے فرصت نہ ملتی تھی اس لئے نوشت گین ہندوستان کا باضابطہ سرکاری حاکم بنا اس کے ساتھ ایک عظیم فوج بھی تھی اس نے دوبارہ نگرکوٹ پر قبضہ کرلیا۔

سلطان ابراھیم:

۴۵۰ھ ۱۰۵۹ء میں تخت نشین ہوا وہ چالیس برس تک غزنی کا حاکم رہا اس پورے دور میں صرف دو مرتبہ اس نے ھندوستان پر چڑھائی کی۔ ۴۷۳ھ ۱۰۷۹ء کو اس نے اجودھن (پاک پٹن) پر قبضہ کیا اور پھر آگے بڑھ کر مشرقی شہر روپڑ کے قلعہ پر دھاوا بول دیا وہ سہارنپور تک آیا اور کئی قلعوں کو اپنے مقبوضات میں شامل کر کے واپس چلا گیا سلطان ابراھیم کے بعد اس کا بیٹا مسعود بن ابراہیم (۴۹۲ھ ۱۰۹۸ء / ۵۰۸ھ ۱۱۱۴ء) تخت نشین ہوا اس نے پنجاب کا والی طفات گین کو بنا دیا۔

طفاتگین والی پنجاب:

طفاتگین نے نہ صرف پنجاب پر حکمرانی کی بلکہ گنگا کو عبور کر کے مختلف مقامات کو اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا۔

محمد باحلیم والی پنجاب:

مسعود بن ابرھیم کی وفات کے بعد ارسلان (۵۰۸ھ ۱۱۱۴ء / ۵۱۱ھ ۱۱۱۷ء) تخت نشین ہوا۔ اس وقت غور وخوارزم دو نئی طاقتیں سر اٹھا رہی تھیں ارسلان کے دور میں سنجر سلجوقی نے غزنی پر قبضہ کرلیا تو وہ ہندوستان آیا یہاں سے ہندوستانی سپاہ فراھم کر کے غزنی پر حملہ کیا اور اپنا پایۂ تخت واپس لے لیا۔ لیکن قسمت نے پھر گردش کھائی سنجر نے ایک مرتبہ پھر واپس آکر غزنی پر قبضہ کرلیا اب کے ارسلان پہاڑوں میں جا

Marfat.com

چھپا جہاں سے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس دور میں پنجاب کا والی محمد باحلیم تھا اس نے غزنی کے انقلاب سے ھندوستان کو محفوظ رکھا اورغزنی کا یہ صوبہ انقلاب کے اثر سے محفوظ رہا۔

غزنی کی بربادی کے بعد غزنوی سلاطین نے غوریوں کی شورش سے پریشان ہوکر بجائے غزنی کے لاہور کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔ خسرو شاہ نے ۵۵۵ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ملک خسرو شاہ ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء میں اسکا جانشین ہوا۔ اس نے بیس سال ھندوستانی مقبوضات پر حکمرانی کی۔ انہیں دنوں غوریوں نے عظیم طاقت مہیا کر لی تھی شہاب الدین غوری کا آفتاب طلوع ہو چکا تھا غزنویوں کی حکومت مشرق میں سیالکوٹ تک تھی یہیں تک راجہ جموں کی سرحد تھی جموں کے راجہ چکر دیو نے شہاب الدین غوری کو پنجاب میں غزنوی حکومت کے خاتمہ کی دعوت دی۔ شہاب الدین محمد غوری نے لبیک کہا اور پشاور، ملتان اور سندھ کو فتح کر لیا۔ ۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء میں اس نے لاہور پر قبضہ کر لیا خسرو ملک اور اس کے پورے خاندان کو گرفتار کر کے غزنی لے گیا۔ وہاں سے زابلستان کے قلعے میں قید کر دیا۔ ۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء میں قید ہی میں ملک خسرو نے وفات پائی اس طرح شہاب الدین غوری کے ہاتھوں غزنوی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

آل سبکت گین میں محمود سب سے ممتاز تھا وہ محض ایک فاتح ہی نہ تھا بلکہ علم وفضل کا بھی غازی تھا اس کے خوان کرم سے علم وفضل نے بڑی شہرت پائی کہتے ہیں کہ اگر محمود فاتح نہ ہوتا تو وہ پانچویں صدی ھجری کے ممتاز فقہا کی صف میں جگہ پاتا۔ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں اس کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے۔ مغیث الخلق میں امام الحرمین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے ابن خلکان نے بھی اس کے

Marfat.com

علم وفضل کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کتاب میں اس کی سوانح لکھی ہے۔

اس کے بعد اس کا بیٹا مسعود بھی علم وعلماء کا قدر دان تھا۔ اس کے نام پر بھی مختلف مصنفین نے اپنے کتابیں معنون کی ہیں۔ البیرونی نے کتاب القانون المسعودی (ہیئت) اسی کے نام معنون کی ہے۔ فقہ حنفی میں قاضی ابو محمد کی کتاب المسعودی اس کے عہد کی یادگار ہے۔ شعر و شعرا کا بھی وہ قدر دان تھا۔

غزنوی دور کا مشہور ھندوستانی شاعر مسعود سعد سلمان ہے اس کا باپ سور بن سلمان کو سلطان مسعود نے ۴۲۶ھ میں ھندوستان بھیجا وہ یہاں کے ممتاز امراء میں سے تھا۔ مسعود سعد سلمان، اس کا خلف الرشید لاہور میں پیدا ہوا علوم و معارف شعر و شاعری میں مہارت حاصل کی ممتاز سرکاری مناصب پر فائز رہا، شاعر تھا اور شعراء کا قدر دان۔ مسعود سعد سلمان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ ھندوستان کا پہلا شاعر ہے جس نے عربی، فارسی اور ھندوستانی میں شاعری کی اور تینوں زبانوں میں اپنے دیوان چھوڑے اگر چہ ھندی وعربی دیوان معدوم ہیں البتہ اکبری عہد تک اس کا عربی دیوان موجود تھا۔

تھانیسر پر دوبارہ قبضہ:

۵۸۸ھ میں سلطان شہاب الدین نے دہلی اور اجمیر کے راجگان کو شکست دیکر کہرام اور سمانہ قطب الدین ایبک کی جاگیر قرار دیئے اور اسے ھندوستان کا سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان شہاب الدین غوری بھی علم وعلماء کا قدر دان تھا۔ غزنی دربار کے بہت سے اہل علم اس کے ساتھ ھندوستان آئے اور یہیں رہ پڑے۔ چنانچہ سید کمال الدین عثمان ترمذی مشہور عالم دین اس کے ساتھ آئے اور کیتھل کے مقام پر جو

Marfat.com

مشرقی پنجاب کی ایک تحصیل اور مشہور علمی و روحانی بستی ہے سکونت اختیار کی۔ اس طرح پنجاب کا یہ امتیاز رہا کہ موجودہ ھندوستان میں اسلام کی اشاعت و آمد میں اس کو تقدمیت حاصل ہے۔ غزنویوں کی ساٹھ سالہ سلطنت اسلامی محض پنجاب تک محدود تھی جس میں تھانیسر سامانہ، کہرام اور ہانسی شامل ہیں۔ الغرض قطب الدین نے اس عظیم الشان عہدے کی ذمہ داری کو پوری توجہ اور سلیقے سے نبھایا۔ کہرام (مشرقی پنجاب) اور سمانہ (مشرقی پنجاب) کے آس پاس کے تمام علاقے اور میرٹھ پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے دہلی پر حملہ کیا اور اس شہر کا محاصرہ کرلیا پھر ایک طویل محاصرے کے بعد بالآخر دہلی پر قابض ہو گیا۔ ہانسی اور اس کے نواحی علاقے تھانیسر وغیرہ پہلے ہی اسلامی پرچم تلے آ چکے تھے ہانسی کا صوبہ دار نصرت الدین تھا۔ ۵۸۹ھ میں نہروالہ کے ایک راجپوت سردار بنام جیتواں نے ہانسی اور اس کے نواحی علاقوں پر قبضہ کر لینے اور نصرت الدین کو نکال باہر کرنے کا ارادہ کیا اس سلسلے میں اس نے ایک عظیم الشان لشکر لیکر ہانسی پر حملہ کیا۔ نصرت الدین اس کا مقابلہ نہ کر سکا مجبوراً قلعہ بند ہو گیا۔ قطب الدین ایبک کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ فوراً ہانسی روانہ ہوا اور راجہ جیتواں کو ہانسی کے میدان میں شکست دی اس طرح نصرت الدین کی صوبہ داری بدستور ہانسی اور اس کے نواحی علاقے تھانیسر وغیرہ پر قائم رہی۔ اس کے بعد مسلمانوں کے قدم تھانیسر پر اس طرح جمے کہ انہوں نے بے شمار علماء و محققین، مصنفین، و شعرا کو جنم دیا، مدارس قائم کئے خانقاہیں بنوائیں۔ ۱۹۴۷ء تک ان کی بزم علم و ادب آباد تھی۔ تھانیسر ایک اسلامی شہر تھا لیکن اس کے بعد حالات نے پلٹا کھایا تقسیم ہند کے نتیجے میں وہاں کے مسلمان پاکستان منتقل ہو گئے۔ ان کے نقوش اب تک تھانیسر

Marfat.com

میں قائم ہیں اور اب بعض کھنڈرات کی شکل اختیار کر چکے ۔ مساجد ویران اور مدارس اجڑ چکے ہیں اور اب ان مزارات و خانقاہوں کی حفاظت جن میں اسلامی علوم وفنون کی نابغۂ روزگار شخصیتیں مدفون ہیں غیر مسلموں کے ذمہ آئی ہے ۔ ۱۹۹۸ء کو راقم الحروف شیخ جلال الدین تھانیسری اور دیگر علماء کے مزار پر تھانیسر حاضر ہوا تو پتہ چلا کہ شیخ جلال الدین کے مزار کی چابی غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

عظمت رفتہ :

قرون وسطی کے ہندوستان میں تھانیسر ایک علمی و روحانی شہر تھا یہاں سینکڑوں علماء و مشائخ نے جنم لیا ۔ شعرا و حکماء دانشوران قوم کی ایک بڑی کھیپ یہیں تیار ہوئی ۔ یہاں ہر دور میں علماء، مشائخ، مورخین، محققین اور ادبا جنم لیتے رہے ۔ مفسرین اور شعراء کی ایک بڑی جماعت یہاں سے تعلق رکھتی ہے ۔ فقہا اور مجاہدین کی الگ فہرست ہے ۔ مفسرین میں شیخ محمد بن احمد معروف بہ کمال الدین زاہد، استاد شیخ نظام الدین اولیاء، شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ غلام مصطفٰی، صاحب بحر العلوم الاسلامیہ یہیں سے تعلق رکھتے ہیں ۔

عربی شعرا میں قاضی عبد المقتدر تھانیسری (دہلوی)، شیخ احمد تھانیسری، مولوی محمدی بسمل تھانیسری جیسی عربی شعر و ادب کی برگزیدہ ہستیاں شامل ہیں ۔ اول الذکر موجودہ ہند کے غالباً اولین عربی شاعر ہیں ۔

اسی دور کی ایک اور اہم ہستی معروف مورخ شمس سراج عفیف کی ہے جو تاریخ فیروز شاہی اور کتاب النجوم کے مصنف ہیں انہوں نے

129519

Marfat.com

فیروز شاہ کے ایماء پر سنسکرت سے فارسی میں علم موسیقی کی ایک کتاب کا ترجمہ کیا تھا جس کا ذکر ہم آیندہ صفحات میں کرینگے۔ سنسکرت سے یہاں کے علماء کا ہمیشہ تعلق رہا۔ عہد اکبری کے نامور عالم اور کروڑی شیخ احمد مجدد الف ثانی کے خسر حاجی سلطان تھانیسری بھی سنسکرت کے بڑے عالم تھے انہوں نے مہابھارت کا رزم نامہ کے نام سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔

مشایخ میں شیخ نظام الدین اولیا کے مرید شیخ نجم الدین محبوب عرف شکر خائی یہیں پیدا ہوئے۔ علاوہ ازایں شیخ محمد اکرام نے شیخ ناصر الدین تھانیسری کا مختصر ذکر کیا ہے جن کے حالات ہمیں نہ مل سکے۔ شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ نظام الدین، شیخ فرید، شیخ ضیاء الدین حسین، مولوی مراد اللہ، شیخ عبدالرحمٰن اور میراں شاہ نانوجیسی برگزیدہ ہستیاں یہیں سے تعلق رکھتی ہیں۔

فارسی شعراء میں نسبتی تھانیسری، وحشت، لالہ حکیم چند ندرت، شیخ عبدالواحد، مولانا امام بخش صہبائی اور مولوی عبدالکریم سوز کا تعلق یہیں سے ہے۔

اردو شعراء میں امام بخش تھانیسری، عبدالحکیم بسمل، رحیم بخش طرب، عبدالرضا، امام بخش زار، جمیل الدین جمیل اور محمد یعقوب نسیم جیسے شعرا یہیں پیدا ہوئے۔

مدارس:

تھانیسر میں شیخ جلال الدین تھانیسری کی خانقاہ و مدرسہ مشہور تھا۔ وہاں اکبر بادشاہ دو مرتبہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ جلال الدین عمر بھر درس و تدریس اور تزکیہ نفس میں مشغول رہے۔ شیخ جلال، شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید ہونے سے قبل سماع و وجد سے

Marfat.com

مخالف تھے ایک مرتبہ جب شیخ عبد القدوس گنگوہی تھانیسر میں اپنے کسی مرید کے ہاں مہمان ہوئے اور شیخ جلال الدین تھانیسری کو پہلی مرتبہ اپنی ارادت میں داخل کیا تو اسی مدرسۂ جلالی میں تشریف لائے تھے جیسا کہ آیندہ اوراق میں شیخ جلال الدین کے حالات میں اس کی تفصیل آئیگی ۔ شیخ جلال الدین کی خانقاہ و مدرسہ اب بھی تھانیسر میں کس مپرسی کی حالت میں موجود ہے ۔ اسی میں آپکی قبر ہے ۔

مدرسۂ مولانا نسبتی :

تھانیسر سے باہر مولانا نسبتی تھانیسری کا تکیہ و مدرسہ تھا جہاں وہ درس و تدریس اور تزکیہ نفس میں مشغول رہتے تھے وہ فارسی کے معروف شاعر تھے داراشکوہ کو ان سے عقیدت تھی جیسا کہ آیندہ اوراق میں اس کی تفصیل آئیگی ۔ اب مدرسہ مولانا نسبتی کا کہیں وجود نہیں ملتا ۔

مدرسہ و خانقاہ شیخ چلی :

۱۶۵۰ء میں داراشکواہ نے ایک مدرسہ تعمیر کرایا ۔ جو مدرسۂ تھانیسر کے نام سے مشہور تھا ۔ یہ تھانیسر کا ایک عظیم الشان دارالعلوم تھا ۔ اس کی عظیم الشان عمارت اب محکمۂ آثار قدیمہ کی بے توجہی کی شکار اور بے التفاتی روزگار کی نوحہ خواں ہے ۔ اسی میں ایک جانب شیخ عبدالرحیم معروب بہ شیخ چلی کا مزار ہے ۔ اس کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھتے ہیں :

Madarsa Thanesar: The Madarasa was located near the Tomb of Sheikh Abdur Rahim (Popularly known as Sheikh Chilli) The building of the Madarsa a Masonry Strucсture, ocupied on area of 174 sq.fts. and had three arades, on

Marfat.com

each of its three sides, on eastern side, stood a big gate with a rolw of rooms for the students. The institutions building is reported to have been built by Dara Shikoh in 1650. (the Madarsa as converted in to a Gurodwara during the Sikh regime in Punjab).

ترجمہ: تھانیسر میں درگاہ شیخ چلی کے قریب ایک مدرسہ تھا مدرسہ شیخ چلی کے نام سے مشہور تھا۔ مدرسہ کی عمارت ایک سو چوہتر فٹ مربع ہے اس کے ہر طرف نو نو در اور جانب مشرق دروازہ مع سیڑھیوں کے بنا ہوا ہے (اس کے دروازے ہندوانہ وضع کے ہیں) جب سکھوں نے زور پکڑا اور درگاہ شیخ چلی کو گردوارہ بنایا تو اس عمارت میں گرنتھ رکھا گیا اب یہ عمارت شکستہ حال اور مرمت طلب ہے اثریات ہند کے بیان سے منکشف ہوتا ہے کہ اس مدرسہ کو ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۵۰ء میں داراشکوہ نے تعمیر کرایا تھا۔

Marfat.com

مفسرین و قراء

شیخ محمد بن احمد تھانیسری، کمال الدین زاہد

شیخ محمد بن احمد شریکی کندی خانوادہ کے فرد، تفسیر کاشف الحقائق وقاموس الدقائق، کے مؤلف غیاث الدین بلبن کے دور کے ایک بلند پایہ محدث، مفسر اور صاحب ورع عالم تھے۔ وہ وطناً تھانیسری ہیں ان کے بعد بھی تھانیسر کے کئی افراد نے انکے خاندان میں بڑا نام پایا۔ جن میں قاضی عبد المقتدر تھانیسری دہلوی (متوفی ۷۹۱ھ) اور شیخ احمد بن محمد تھانیسری (متوفی ۸۲۰ھ) بہت مشہور ہیں۔ کئی شریکی کندی افراد کی شیخ مجدد الف ثانی نے اپنے دور میں سفارش کی اور ان کے خانوادہ علمی کا شاندار تعارف کرایا تھا۔

شیخ محمد بن احمد تھانیسری بعد میں گجرات کے ایک گاوں مرکل میں رھنے لگے تھے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ ان کا آبائی وطن مرکل تھا بلکہ اس سے پہلے وہ تھانیسری ہیں۔

انہوں نے دہلی میں تعلیم پائی، تقوی و زہد کی بنا پر ان کا لقب کمال الدین زاہد پڑھ گیا تھا، شیخ برہان الدین محمود بلخی (متوفی ۶۸۷ھ ۱۲۸۸ء) سے تعلیم حاصل کی جو ایک تبحر عالم صاحب ہدایہ کے شاگرد اور حدیث میں علامہ حسن بن محمود صغانی لاہوری (متوفی ۶۵۰ھ) سے سندیاب تھے تعلیم سے فراغت کے بعد نجم الدین تلواسی کے نام سے منسوب دہلی کی ایک مسجد میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، وہیں ان کے نامورترین شاگرد گرامی شیخ نظام الدین اولیاء نے ان سے اخذ فیض کیا۔ شیخ نظام الدین اولیاء کو انہوں نے درج ذیل سند لکھ کر دی تھی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لمن له الاهتداء و الا عطاء والصباح والرواح والمدح لمن له الالاء واالنعماء والصباح و المداح والصلوٰة الفصاح على ذى الفضائل السماء والكلمة والكلام المفتاح والمناقب العلياء و الا حاديث الصحاح صلوٰة تدوم دوام الصباح والرواح۔
وبعد فان الله تعالى وفق الشيخ الامام العالم الناسک السالک نظام الدين محمد بن احمد بن على مع وفور فضله فى العلم و بلوغ قدره ذروة الحلم مقبول المشائخ الكبار منظور العلماء الا خيار والابرار بان قراء هذاالاصل المستخرج من الصحيحين على ساطرهذه السطور فى زمن الزمن الحار ودرورا الا مطار من اوله الى اخره قراء ة بحث واتقان وتنقيح معانيه و تنقير مبانيه و كاتب السطور يرويه قراء ة و سماعا عن الشيخن الا مامين العالمين الكا ملين احد الشخين مؤلف شرح آثارا النيرين فى اخبارا الصحيحين والاخر صاحب الدرسين المنيرين الامام الاجل الكامل مالک رقاب النظم والنثر برهان الملة والدين محمود بن ابى الحسن اسعد البلخى رحمة الله عليهما رحمة واسعة كتابة وشفاهة و همايرويانه عن مؤلفه و اجزت له يروى عنى كماهو المشروط فى هذالباب والله اعلم بالصواب، واوصيته ان لا ينسانى واو

Marfat.com

لادی فی دعواته و خلوته و صح له القراة و السماع و کتب هذه السطور فی الثانی والعشرین من ربیع الاول سنة تسع و سبعین و ستمائه حامد الله تعالی و مصلیا علی رسوله"۔

زہد واتقاء میں بھی کمال الدین زاہد کا پایہ بلند تھا۔ایک مرتبہ غیاث الدین بلبن نے ان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ شاہی امام بن جائیں شیخ نے فرمایا! میرے پاس نماز کے علاوہ اور ہے ہی کیا! بادشاہ اس کو بھی برباد کرنا چاہتا ہے۔ ۶۸۴ھ ۱۲۸۵ء کو دہلی میں انتقال فرمایا ان کی تالیف کردہ عربی تفسیر کاشف الحقائق وقاموس الدقائق کے دو قلمی نسخے پائے جاتے ہیں۔ ایک درگاہ شاہ ابوالخیر دہلی میں اور دوسرا ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں۔ اول الذکر نسخہ شاندار کتابت کا عمدہ نمونہ ہے ۲۲ سطری یہ نسخہ ۱۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے چند صفحات مسطر اور باقی غیر مسطر ہیں۔صفحات کی لمبائی ۹۱ سینٹی میٹر اور چوڑائی ۹ سینٹی میٹر ہے۔

اور مؤخر الذکر کا سائز طول میں ۲۵ سینٹی میٹر، کاغذ حنائی رنگ کا باریک اور چکنا ہے کتابت نہایت روشن چمکدار اور واضح ہے کاتب کا نام درج نہیں۔ایشیاٹک سوسائٹی کلکتے کا یہ نسخہ ۱۳۷ اوراق پر مشتمل ہے بعض اوراق بے ترتیب بھی ہیں۔اس پر نصرت جنگ کی مہر ثبت ہے۔

اس تفسیر کی حیثیت تاریخی ہے اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک ھندی نژاد عالم کی اولین مکمل عربی تفسیر ہے۔عربی نہایت فصیح اور معیاری ہے جس سے مفسر کی عربی زبان پر قدرت کاملہ کا احساس ہوتا ہے اور جا بجا یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ مفسر موصوف اصول تفسیر کا غیر معمولی مذاق رکھتے تھے۔

Marfat.com

ابتداء اس طرح ہے: الحمدللہ رب العالمین الذی انزل علی حبیبه القران و جعله هادیا الی دقائق لا هل العرفان واو دع فیه لطائف اسراره لم یطلع علیها الامن کان جد یرالعتبة داره وتقدست ذاته و صفا ته عن الکون والفسادو تنزه وجود ه عما یصفه اهل الحلول والاتحاد و تفرد بو حدا نیته عن الاماکن والا کوام وتو حد لجلا له عن المشابهة والحدثان والصلوة والسلام علی رسوله محمد خیرالانام واله واصحابه هداة الاسلام جعله بین سائر المظاهر مظهر اجامعا وکالشمس بین الکواکب لا معا امابعد فیقول اضعف عباداللہ الممجد محمد بن احمد بن محمد الشریحی الکندی ثم التهانیسری ثم الکجراتی اصلح اللہ شانه و صانه علی شانه و غفر له ولوالدیه وانعم علیهما وعلیه بمالدیه۔

دوسری اہم خصوصیت اس تفسیر کی یہ ہے کہ یہ تصوف کے رنگ میں لکھی گئی ہے جونکہ ساتویں صدی ھجری کا زمانہ ہندوستان میں تصوف کا عہد عروج تھا مؤلف نے اسی انداز میں تشریح وترجمانی سے کام لیا ہے اور جا بجا صوفیائے عظام: حضرت حسن بصری، علامہ دینوری، امام القشیری، مولانا جلال الدین رومی اور شیخ سعدی شیرازی کے اقوال درج کئے ہیں۔

اس کے ماخذ کے بارے میں بھی مؤلف نے اشارے کئے ہیں، لکھتے ہیں:

واخذت من بعض التفاسیر بعین الکلام

Marfat.com

المنقول و قلت فی اکثر مواضع لطائف مذی لم یطلع علیها ذوی العقول۔

وہ اپنے معاصر قاضی بیضاوی (۶۸۵ھ ۱۲۸۶ء) کے طرز پر تفصیلی انداز بیان بھی اختیار کرتے ہیں جو اخیر میں بالکل ہلکا پڑ گیا ہے۔ وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

لما کانت اکثر التفا سیربفوائد العربیة والشر یعة ولم یکن تفسیر حاویالد قائق الطریقة والحقیقة بحیث یکون احسن تحریرا و اصلح تقریرا اردت ان اکتب تفسیرا موجز اشاملا لا سرارالالهیات کاشفا لمافی القران من التد قیقات هادیاالی طریق الرشاد موصلا الی سبیل السداد۔

ذیل میں بعض آیات کی تفسیر درج ہے جو درگاہ شاہ ابوالخیر کے قلمی نسخے ماخوذ ہے: سورۃ کوثر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الکوثر فی الحقیقة استغراقه فی بحر جماله و دنوه فی منازل قربه وله الکوثر القلب یجری فیه انوار مشاهدة الحق من بحار الازل والابد ویزید فی کل نفس سواقیها الی الابد فصل لربک ای اتصل بنورا لر بوبیة بخالص العبودیة۔ وانحر۔

تنسک قربانالکشف مشاهدتی۔ ان شانیک هوالابتر ای ان مبغضک هوالمنقطع عن الوصول الینا وعن الخیرات کلها۔[۸]

سورۃ اخلاص کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

قل کان اللّٰه جل جلاله متنزا ابنفسه فی ازل

Marfat.com

ازلــه قــال كـنـت كـنـز امخفـيـا فـا حـببت ان اعـرف۔ فاذاوجد اعلام ظهور افعاله عرف نعوته بفعله فلم يعرف احد بالحقيقة۔ اذاالو سائط حجاب فارادظهور كـنـوز ذاتــه وصـفـاتــه فـاختـارمن خلا صتـه الجود خاصا خالصا فالبس لسانه فصاحة الربو بية و نور قـلـبـه بـنـور الـمـعـرفة فظهر لعينه عين الحقيقة فامر بتعريفه بعبارة العارفين يقول قل ظاهره امروباطنه سـر تـحـت كلاالحرفين فالقاف اشارة الى قربه له و اللام ايماء الى لطفه عليه۔

بحر العلوم حافظ غلام مصطفیٰ

مولانا حافظ غلام مصطفیٰ شیخ محمد اکبر تھانیسری کے فرزند تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ مختلف علوم پر دسترس و مہارت رکھنے کی بنا پر بحر العلوم ان کا لقب تھا، اخیر میں وہ تھانیسر سے ترک وطن کر کے دہلی منتقل ہو گئے تھے۔

مولانا غلام مصطفیٰ نواب قطب الدین محدث دہلوی صاحب مظاہر حق کے اجداد میں تھے۔ انکی تصانیف وراثۃً نواب صاحب کو پہنچی تھیں۔ نواب صاحب نے مدینہ ہجرت کرتے وقت وہ تمام تصانیف اور اپنے کتب خانے کا قیمتی حصہ مولانا محمد اسمٰعیل جھنجانوی کاندھلوی (والد ماجد مولانا محمد الیاس بانی دعوت و تبلیغ) کو دے دیا تھا۔ تفسیر بحر العلوم الاسلامیہ کے نسخۂ مظاہر علوم سے بھی اس بات کا انکشاف ہوتا ہے۔ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کا خیال ہے کہ مولانا محمد اسمٰعیل کی

Marfat.com

پہلی زوجہ (والدہ مولانا محمد میاں) نواب قطب الدین کی صاحبزادی تھیں۔(۱)

انہوں نے مختلف علوم پر کتابیں تصنیف کیں ان کی درج ذیل تصانیف کا ہمیں علم ہو سکا۔

(۱) شخوص الحکم یا شخوص الھمم شرح فصوص الحکم (بزبان فارسی) ۲۵۰ صفحات پر مشتمل اس شرح کے کئی مخطوطات ٹونک، بلنجیہ، آصفیہ میں موجود ہیں ایک مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ کے حبیب گنج کلکشن ۲۱/۲۱۵ پر موجود ہے کاتب کا نام حیات علی بن اسرائیل درج ہے۔

(۲) تفسیر مصطفوی یا بحرالعلوم الاسلامیہ (فارسی) سات ضخیم جلدوں میں ہے یہ تفسیر قرات کے مخصوص نہج کو مدنظر رکھکر لکھی گئی ہے۔ ہندوستان کے مختلف کتابخانوں میں اس کے قلمی نسخے محفوظ ہیں دو جلدیں عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک کے کتب خانہ میں ہیں اس کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

۱۲۲ فارسی تفسیر اوراق ۶۹۷ سائز ۲۲ش ۳۱ سطور ۲۱
کاتب کا نام موجود نہیں تاریخ کتابت ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء بخط نستعلیق

۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء میں اس کی ترتیب شروع ہوئی اور ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۸ء میں مکمل ہوئی ابتداء میں ایک مقدمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجمع الرسوم، مدائح القادریہ، شرح مدائح القادریہ اور طب مصطفوی بھی ان کی تصانیف ہیں تفسیر مصطفوی کا مکمل نسخہ مظاہر علوم سہارنپر کے کتب خانہ میں راقم الحروف کے زیر مطالعہ رہا خیال ہے کہ یہ نسخۂ مصنف بھی ہے۔

ابتداء: من القراء ات العشرہ نص علی ذالک الا

---

(۱) صحیفہ نور، ص ۶۴، پہلا شارہ، دسمبر ۲۰۰۰ء

Marfat.com

مام احمد قال ابن مفلح الخ۔

اختتام: ہر یکے رابعد و جوہ اول او بدستور برآورد واللہ اعلم بالصواب۔

ترقیمہ: تحت ۲۶ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء۔

مولانا حافظ غلام مصطفیٰ تھانیسری نے ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۵ء میں انتقال کیا۔(۱)

---

(۱) شوکت علی خان: فہرست مخطوطات عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک

سید محمد حسن قیصر امروہوی: مرآۃ التصوف

تصوف برصغیر میں۔

Marfat.com

فقہاء وقضات

شیخ محمد بن قاضی عبدالمقتدر تھانیسری دہلوی

شیخ محمد قاضی عبدالمقتدر کے فرزند ہیں انہوں نے اکثر علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی وہ ایک ذہین اور تیز طبع عالم تھے ان کے بھائی عبدالحیٔ (والد مفتی ابوالفتح جونپوری) بھی جوانی میں فوت ہوئے انہوں نے بھی عنفوان شباب میں انتقال فرمایا۔ سیر العارفین میں انکی ذہانت اور وفات کا واقعہ لکھا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ مخدوم جہانیان جہاں گشت جب مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو اُچہ کے دیگر عمائدین کی طرح وہاں کا ھندو تحصیل دار بھی آپ کی بیمار پرسی کے لئے آیا۔ دوران گفتگو اسنے کہا کہ جس طرح خدا تعالی نے حضرت رسول عربی کو ختم الانبیاء بنایا اسی طرح حضرت مخدوم جہانیان ختم الاولیاء ہیں۔ اس ھندو تحصیلدار بنام نواہون کی گفتگو حضرت مخدوم کے برادر خورد و سید راجو قتال بھی سن رہے تھے۔ ان کے مزاج میں کثرت مجاہدہ و ریاضت سے کسی حد تک خشکی غالب آ گئی تھی۔ نواہون کے اس فقرے پر سید راجو قتال نے کہا کہ حضرت رسول اکرم کو آخر نبی ماننے کی بناپرتم مسلمان ہو گئے اب اسلام کے احکام بجالانے تم پر لازم ہیں ورنہ تم مرتد سمجھے جاؤ گے۔ نواہون تحصیلدار اس پر راضی نہ ہوا اور بھاگ کر فیروز شاہ تغلق، بادشاہ دہلی کی خدمت میں پہنچا اور ان کو حالات بتائے۔ سید راجو قتال بھی حضرت مخدوم کی تجہیز و تکفین سے فراغت پا کر ان کی تلاش

Marfat.com

میں دہلی پہنچے بادشاہ کو خبر لگی تو انہوں نے علماء دہلی سے اس سلسلے میں مشورہ کیا اس نے نواہون سے مسلمان ہونے کیلئے کہا لیکن وہ نہ مانا فیروز شاہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسا راستہ نکل آئے کہ نواہون پر بھی جبر نہ ہو اور سید راجو قتال بھی ناراض نہ ہوں اس وقت علمائے میں قاضی عبدالمقتدر تھانیسری دہلوی کے بیٹے شیخ محمد نے فیروز شاہ تغلق کو رائے دی کہ: جب سید راجو قتال آپکے پاس آئیں تو آپ ان سے دریافت کریں کہ کیا آپ نواہون کافر کا قضیہ فیصل کرنے آئے ہیں؟ گمان غالب ہے کہ وہ ہاں کہیں گے اور اسکے بعد انکے لئے نواہون کو مسلمان کہنا مشکل ہو جائیگا۔ بادشاہ کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ چنانچہ سید راجو قتال جب بادشاہ کے خدمت آئے تو بادشاہ نے انسے یہی سوال کیا۔ لیکن سید راجو قتال نے فوراً جواب دیا کہ میں تو نواہون مسلمان کا جس نے میرے اور معتبر گواہوں کے سامنے اسلام کا اقرار کیا ہے، فیصلہ کرنے آیا ہوں۔

اس وقت شیخ محمد بن قاضی عبدالمقتدر تھانیسری نے کہا کہ اس نے مناسب طریقے پر اور دل سے اسلام کا اقرار نہیں کیا اس لئے انکا اسلام شرعی طور پر ثابت نہیں ہوتا! آپ اسے کیونکر مسلمان کہہ سکتے ہیں؟

یہ سن کر سید راجو قتال کو طیش آگیا اور انہوں نے شیخ محمد کی طرف غضبناک انداز میں دیکھا جس کے نتیجے میں وہ فوراً درد شکم سے تڑپنے لگے اور تھوڑی دیر بعد انتقال کر گئے۔ صاحب سیر العارفین نے لکھا ہے کہ شیخ محمد تیز طبع ذہین اور نوجوان تھے۔

بادشاہ نے یہ واقعہ دیکھکر نواہون تحصیل دار کو فوراً سید راجو قتال کے حوالے کر دیا۔ اور پھر سید صاحب نے ارتداد کے الزام میں تحصیلدار کی گردن اڑا دی۔

(سیر العارفین ص ۱۵۹-۱۶۰)

(شیخ محمد اکرام: آب کوثر۔ ص ۲۸۵-۲۸۵)

Marfat.com

قاضی محمود تھانیسری

قاضی محمود تھانیسری عہد بابری کے نامور فقیہ و قاضی تھے۔ انکا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق سے جا ملتا ہے، وہ کابل سے آکر تھانیسر میں مقیم ہوئے۔ تھانیسر کے منصب قضا پر بھی فائز رہے ان کے دوسرے بھائی شیخ محمد جنکا ذکر آرہا ہے بھی قاضی تھے۔

قاضی محمود تھانیسری کے فرزند، ممتاز فقیہ اور عہد اکبری کے نامور عالم شیخ جلال الدین تھانیسری نے بڑا نام پایا۔ ان کا تذکرہ آئیندہ اوراق میں ہم کرینگے۔ مولانا اعجاز الحق قدوسی نے اپنی تصنیف شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور انکی تعلیمات میں قاضی محمد کو جو قاضی محمود کے بھائی تھے، شیخ جلال الدین تھانیسری کا والد لکھا ہے، جو درست نہیں ہے۔

قاضی محمد

قاضی محمد تھانیسری کی کنیت ابو محمد ہے وہ نامور حنفی فقیہہ اور متدین عالم تھے صاحب نزہتہ الخواطر نے ان کے بارے میں لکھا ہے ''کان من کبار العلماء'' (بڑے علما میں سے تھے) شیخ رکن الدین محمد بن عبدالقدوس گنگوہی نے لطائف قدوسیہ میں ان کا ذکر کیا ہے قیاس ہے کہ آپ شیخ جلال الدین تھانیسری (۹۸۹ھ) کے وہی چچا ہیں جنکا ذکر خیر انہوں نے اپنے عربی رسالہ تحقیق اراضی الہند میں کیا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ ابوالفتح بن عبدالغفور تھانیسری (۹۷۶ھ) کا ذکر ملتا ہے جو مخدوم الملک شیخ عبداللہ سلطانپوری کے ہم عصر تھے۔ (۱)

---

(۱) نزہتہ الخواطر، ص ۲۹۳، ج ۴

Marfat.com

مفتی ابوالفتح

مفتی ابوالفتح بن عبدالغفور تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ شیخ جلال الدین تھانیسری کے چچا قاضی محمد فاروقی سے نحو، فقہ و اصول کی تعلیم پائی۔ حکمت و فلسفہ شیخ حسین البکری سے حاصل کیا اکبر آباد میں شیخ رفیع الدین محدث شیرازی سے حدیث کی سند حاصل کی اور پھر انہی کے مدرسے میں حدیث، منطق اور فقہ کا درس دینے لگے وہیں اقامت اختیار کر لی تھی۔ پچاس سال تک فقہ، حدیث، فلسفہ و حکمت کی تدریس میں مشغول رہے۔ انکے تلامذہ میں شیخ افضل التمیمی، قاضی ناصرالدین الحاج ابراھیم سرہندی شیخ عبدالقادر بدایونی، اور کمال الدین حسین شیرازی مشہور ہیں علاوہ ازیں بے شمار علماء و فضلاء نے ان کی شاگردی اختیار کی وہ اپنے وقت کے متفق علیہ فقیہ اور محقق عالم تھے ان دنوں تھانیسر میں ان کے ہم عصر علماء میں شیخ جلال الدین تھانیسری (۹۸۹ھ) اور حاجی سلطان تھانیسری (خسر شیخ مجدد) قابل ذکر عالم تھے۔ اول الذکر کے مفتی ابوالفتح سے خاندانی روابط تھے۔ دونوں کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ ۹۷۶ھ میں انتقال ہوا کسی نے تاریخ وفات 'موت مفتی' سے نکالی۔

شیخ جلال الدین تھانیسری

شیخ جلال الدین محمود تھانیسری عہد اکبری کے نامور فقیہ اور شیخ طریقت تھے۔ انہوں نے گہوارہ علم و فضل میں تعلیم و تربیت پائی ان کے چچا شیخ محمد تھانیسری منصب قضا پر فائز تھے۔ تحقیق اراضی الہند میں انہوں نے غالباً انہیں کے فضل و کمال کی طرف دو جگہ اشارہ کیا ہے۔ انکا خاندان بلخ و کابل سے وارد ہندوستان ہوا تھا۔ سترہ سال

Marfat.com

کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آئین اکبری میں عہد اکبری کے چھ علماء کے بعد ان کا نام ہے۔ ابتداء میں وہ وجد و سماع کے مخالف تھے لیکن شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونیکے بعد ان کا رجحان بھی اسطرف ہوگیا۔ ۹۶۹ھ کو ائمہ تھانیسر کی سفارش کیلئے آگرہ گئے وہیں ملا عبدالقادر بدایونی نے ان سے ملاقات کی۔ ۹۸۱ھ میں بدایونی خود ان کی ملاقات کو تھانیسر گیا تھا۔ استغراق اور ذوقِ سماع کے باوجود وہ ہر قسم کی عبادت اور آداب شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ اسّی سال تک روزانہ ایک مرتبہ قرآن مجید مکمل کر لینے کا معمول رہا اکبر بادشاہ اپنے بھائی مرزا حکیم کی بغاوت کو فرو کرنے کی غرض سے وارد پنجاب ہوا تو اثنائے راہ تھانیسر میں قیام کیا اور شیخ جلال الدین کی خانقاہ میں حاضر ہوا کافی دیر تک حقائق و معارف پر گفتگو کی۔ ابوالفضل بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ آخری صحبت میں بادشاہ کے اشارے پر ابوالفضل نے شیخ جلال سے دریافت کیا کہ درد عشق کی دوا کیا ہے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے سب سے نزدیکی راستہ کون سا ہے یہ سنکر آپ پر گریہ طاری ہوا اور یہ شعر پڑھا:

آہ از استغنائے دلبر آہ آہ
کز تعظیم بست بر کونین راہ

اس کے کچھ عرصے بعد ۱۴ / یا ۲۵ ذی الحجہ ۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء کو آپ نے رحلت فرمائی۔ تذکرہ نگاران کی عمر کے بارے میں مختلف الرائے ہیں منتخب التواریخ نے ۹۳ سال، صاحب خزینۃ الاصفیاء نے ۹۰ سال، داراشکوہ نے ۹۶ سال، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ۹۰ سال ان کی عمر لکھی ہے۔ اولاد میں دو بیٹی اور ایک فرزند شیخ عبدالبصیر تھے جو ان کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ شیخ نظام الدین تھانیسری ان کے

Marfat.com

داماد اور بھتیجے تھے۔ شیخ جلال الدین کی دوسری بیٹی شیخ عبد القدوس گنگوہی کے فرزند شیخ ابو سعید گنگوہی کے نکاح میں تھی وہ شیخ جلال الدین کے خلیفہ وشاگرد بھی ہیں۔ شیخ نے درج ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں:

ارشاد الطالبین، تفسیر سورۃ التین، گلزار جلال، تحقیق اراضی الھند (عربی)

بعض تذکروں میں انکے مکاتیب کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اول الذکر پہلی مرتبہ مسلم پریس جھجر سے مہتمم پریس غلام احمد بریاں نے مع ترجمہ و متن شائع کی۔ ۲۸ صفحات کا یہ رسالہ تصوف میں ہے۔ سورۃ التین کی تفسیر کا قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے۔ گلزار، جلال بشکل مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہے۔ تحقیق بیع الاراضی الہند کا بھی ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری میں ہے۔ ۱۹۶۳ء مفتی انتظام اللہ شہابی کے مقدمہ اور سید سعید اشرف ندوی کے اردو ترجمہ کے ساتھ دائرہ معین المعارف کراچی سے یہ رسالہ طبع ہوگیا ہے۔ ۱۳۰۳ھ میں پہلی مرتبہ یہ مطبع احمدی مراد آباد سے شائع ہوا تھا یہ رسالہ عربی میں ہے: اراضی ھند کے متعلق شیخ جلال الدین کے زمانے میں بحث چلی کہ مسلم حکمراں کسی کو زمین وراثت اور ملکیت کے حقوق کے ساتھ دے سکتے ہیں یا نہیں۔ بعض علماء نے یہ فتوی دیا تھا کہ سلطان کو یہ جائز نہیں کہ کوئی قطعۂ اراضی بخش دے اگر سلطان نے ایسا کیا تو وہ شخص مالک نہ ہوگا، ان کی دلیل بظاہر یہ تھی کہ مسلمان فاتحین نے جس وقت ھندوستان فتح کیا اسی وقت مفتوحہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کردی تھی یا اصل مالک کے زیر قبضہ رہنے دی اور اب بھی ان کی ملکیت چلی آتی ہے۔ صورت اول اور ثانی میں سلطان یا بادشاہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کوئی اراضی اس طرح بخشدے اور یہ فقہ حنفی کے مطابق ہے۔ شکل اول میں تو فقہائے احناف میں کوئی اختلاف نہیں لیکن شکل ثانی میں عدم جواز جب ہی متحقق ہوگا جب

Marfat.com

یہ پتہ چل جائے کہ یہ اس کے اصل مالک ہیں۔ اور نسلا بعد نسل یہ زمین انہیں کے قبضۂ وتصرف میں چلی آتی ہے۔ شیخ جلال الدین نے ان دونوں صورتوں کی فقہی حیثیت، اختلاف فقہاء اور تعمیل کو مدنظر رکھتے ہوئے دلائل سے واضح کیا ہے کہ ھندوستان میں شکل اول نادرالوجود ہے اگر ہے تو واقعی سلطان کو بلا مرضی مالک اس اراضی کو کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں دینے کا حق نہیں۔ لیکن انہوں نے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ فاتح اول کے وقت سے اسی قوم کے قبضے میں کوئی اراضی چلی آرہی ہو ھندوستان میں اسکی نظیر کمیاب ہے لہٰذا سلطان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس کو چاہے یہ اراضی ھبہ کردے۔ لکھتے ہیں:

''فاعلم اولا ان احکام الشرع المبین مبنیة علی العلم وغالب الظن المتین لاعلی الوهم و مجردالظن اوالتخمین فان الظن لایغنی من الحق شیا قال الله تعالی و لاتقفهمالیس لک به علم ای لا تتبعه و معلوم با لخبر المستفیض ان ولا یة الهند فتحت عنوة ای قهرا وغلبة ومضی علی ذلک قریب اربعمائة سنة لا علم لنا ای مکان کان فی ذلک الوقت مسکونا فیه وغیر مسکون فیه. ومن کانت فی ایدیهم الارض قبل عهدا لاسلام وحدث بعد ذالک حوادث کثیره هلک فیها اکثرالرعیه و تفرق من بقی منهم ایدی سبا و ذهبوا شرقا وغربا شمالا و جنوبا وسکن بعضهم بعد مدة فی بلد وآخرفی قریة اخری بسبب استیلاء العساکر قهرا و غلبة ووقوع القحط و الوباء وموت عوام الخلق فی

الشدۃ والبلاءٰ ۔(۱)

شیخ غلام حسین تھانیسری

شاہ غلام علی مقامات مظہری میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کے پسندیدہ اور ریاضت کرنے والے اصحاب میں سے تھے ۔ پنجاب کے شہر بٹالہ میں علم فقہ پڑھا، طریقۂ قادریہ شیخ غلام قادر شاہ قادری سے حاصل کیا، پھر حضرت محمد میر سے سات سال صحبت رہی حضرت شیخ الشیوخ محمد عابدؒ کے خلیفہ صوفی عبدالرحمٰن کی زیارت کی اور ان سے توجہات لیں اس کثرت سے جمعیت حاصل کر کے آپ (حضرت مرزا مظہر جان جاناں) کی خدمت میں پہنچے ۔ کئی سال تک صحبت مبارک کا التزام کیا اور طریقہ کے مراتب سلوک میں آپ کی توجہات علیہ سے ترقی کی سیرو سلوک باطنی نے تجلیات اسم الظاہر سے گذار کر اپنے باطن کے معاملہ کو تجلیات اسم الباطن تک پہنچایا لہذا حبس نفس اور کیفیات ولایت کی گرمی سے ان کے نفس کی تاثیر بہت گرم، شوق افزا، آزاد اور بے تکلف ہوگئی ۔ باطنی حالات کے ادراک کیلئے ان کی وجدانیات صحیح ہیں رام پور میں افغانوں نے ان سے طریقہ حاصل کیا اور ان کی توجہات سے گرمی اور حرارت قلبی کا کسب کیا۔

میں (شاہ غلام علی) نے ان کے اصحاب کو ان کی صحبت کی کیفیات و برکات سے بہرہ ور پایا اور اس جماعت میں سے دو کو میں نے ممتاز دیکھا۔ (۲)

---

(۱) خزینۃ الاصفیا، نزہۃ الخواطر، اذکار ابرار، حدیقۃ الاولیا، آئین اکبری، تذکرہ علماء ہند۔ اخبار الاخیار، تحقیق اراضی الھند۔

(۲) مقامات مظہری (اردو)، ترجمہ و تحقیق، اقبال مجددی، ص ۴۲۵۔

Marfat.com

مشائخ و صوفیاء

مولانا نجم الدین محبوب شکر خائی

مولانا نجم الدین تھانیسر میں پیدا ہوئے نام نجم الدین محبوب لیکن شکر خان یا شکر خائی سے مشہور ہوئے۔ وہ حضرت نظام الدین اولیا (م ۱۳۲۴ء) کے مرید تھے مراۃ الاسرار میں ان کا نام محبوب عرف شکر خان لکھا ہے نور باطن، عشق و معرفت کشف و کرامت میں ممتاز تھے۔ صاحب سیر الاولیا، ان کے بارے میں رقمطراز ہیں، وہ نور باطن سے دونوں جہاں کی سیر کرتے تھے، بدرجہ کمال متقی تھے اور محبت و عشق میں ایک نشانی تھے۔ سلطان المشائخ (نظام الدین اولیا) کے اعلیٰ مریدوں میں عمدہ اوصاف اور اپنے پیر کی عقیدت میں بے نظیر تھے۔ امیر خورد (صاحب سیر الاولیاء) کا ان سے تعلق تھا۔ اس تعلق سے وہ لکھتے ہیں:

ایک دن یہ کاتب الحروف سلطان المشائخ کے روضۂ مبارک میں ان کی خدمت میں بیٹھا تھا گفتگو تلوینات محبت و رموز عشق کے بارے میں چلی کاتب الحروف نے اپنے ادبی حوصلے کے مطابق نظائر و امثال و حکایات اور اشعار عشق آمیز درد انگیز پڑھے کہ جوان بزرگ کے اثر صحبت کا فیضان تھا، پھر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اس گفتگو سے اس عاشق صادق میں ذوق جاگزیں ہو رہا ہے۔ پھر کاتب الحروف نے شفقت سے فرمایا کہ تم میں اس راہ کی قابلیت ہے لیکن کام کرنا

Marfat.com

چاہئے، حق تعالی اس صاحب ذوق کے انفاس کی برکت سے مجھے عمل مقبول کی نعمت سے نوازے۔(۱)

شیخ نظام الدین

شیخ نظام الدین تھانیسری شیخ جلال الدین تھانیسری (۹۸۹ھ ۱۵۸۱ء) کے خلیفہ، داماد اور بھتیجے تھے آپ کے والد شیخ عبدالشکور شیخ جلال الدین تھانیسری کے والد قاضی محمود کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ نے اپنے چچا شیخ جلال الدین سے کسب فیض کیا ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے اور مدرسہ و خانقاہ شیخ جلال واقع تھانیسر میں علم و عمل کا فیضان جاری کیا۔

شیخ نظام الدین تھانیسری کا عہد ہندوستان میں تصوف کا عہد زریں تھا، پنجاب میں اسوقت کئی مشائخ اصلاح باطن میں مشغول تھے سر ھند میں شیخ مجدد الف ثانی تھے جنکے تھانیسر سے خاندانی روابط بہت پرانے تھے ان کے والد شیخ عبدالاحد شیخ جلال الدین تھانیسری کے پیر بھائی تھے خود شیخ مجدد الف ثانی کی شادی تھانیسر کے کروڑی اور مشہور عالم حاجی سلطان کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ اس لئے ان کی آمد و رفت تھانیسر میں بہت قدیم تھی، شیخ نظام الدین تھانیسری سے بھی ان کے روابط و تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔

شیخ نظام الدین کی خانقاہ میں علماء و مشائخ اور سلاطین کی آمد و رفت رہتی تھی ایک مرتبہ شہنشاہ جہانگیر اپنی شہزادگی کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے تصرف باطن کا طالب ہوا کہ کسی طرح اسے حکومت مل جائے شیخ نے اسے سلطنت کی بشارت دی۔ بادشاہ

---

(۱) امیر خورد: سیر الاولیا ص ۵۰۰، عبدالرحمان چشتی: مراۃ الاسرار ص ۳۴۵، ج ۲

Marfat.com

ہونیکے بعد اسکے بڑے لڑکے 'خسرو'' نے بغاوت کی وہ بھی تھانیسر آکر آپ سے تصرف باطنی کا طالب ہوا لیکن شیخ نے اسے بغاوت سے باز رھنے کو کہا شیخ کے حاسدین نے جہانگیر کے کان بھر دیئے کہ شیخ نے خسرو کیلئے سلطنت کی دعا کی ہے بادشاہ نے جلا وطنی کا حکم صادر کر دیا آپ حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے نکلے ۔ حج و زیارت کے بعد چند سال حجاز میں قیام رہا۔ پھر بلخ کیلئے روانہ ہوئے بلخ آپ کے آباو اجداد کا وطن تھا وہاں اولاً پذیرائی نہ ہوئی لیکن بعد میں حاکم بلخ قلی خان ازبک (یا نذرعلی خان) بھی آپ کا معتقد ہوگیا آپ کے مسلسل اضافۂ شہرت و عزت کو دیکھکر حاسدین نے رشک کرنا شروع کر دیا۔ حاکم وقت اور عوام و خواص کی نگاہ سے گرا دینے کی تدابیر ہونے لگیں۔ حاسدین نے کہا آپ جمعہ کی نماز کیلئے شہر کی جامع مسجد میں حاضر نہیں ہوتے اپنی خانقاہ کی مسجد میں جمعہ کرتے ہیں جس سے تفریق بین المسلمین لازم آتی ہے، حاکم وقت بھی اس الزام سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اس نے آپ سے جامع مسجد میں حاضر ہونیکی فرمائش کی آپ نے فرمایا جامع مسجد کا امام رافضی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یہ بات امام جامع مسجد اور عوام و خواص کے کان میں پہنچی تو ایک ھیجان سا پیدا ہو گیا عوام نے تہیہ کر لیا کہ بادشاہ اور اس کے شیخ نظام الدین دونوں کو تہہ تیغ کر دیا جائے، بلوائیوں کا ھجوم شاہی محل کے گرد اکٹھا ہوگیا بادشاہ نے شیخ سے التجا کی کہ ھنگامہ فرو کرنے کی صورت پیدا کیجیئے۔ شیخ نے بادشاہ سے فرمایا آپ مطمئین رہیں اس کے بعد شیخ کی خانقاہ کو بھی دس ہزار بلوائیوں نے آگھیرا وہیں بادشاہ بھی قیام پذیر تھا۔ بلوائیوں کا سرغنہ امام جامع مسجد تلوار سونت کر شیخ نظام الدین کے سامنے آیا اور کہا: تو کہتا ہے امام مسجد رافضی ہے؟ اس بہتان کی سزا چکھ شیخ نے فرمایا بیشک

Marfat.com

آپ رافضی ہیں اور پھر بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر شیخ نے فرمایا اس کے موزے نکلواؤ اور دیکھو ان میں اسنے کیا رکھ رکھا ہے، بادشاہ نے اٹھکر امام کے موزے اتارے دیکھا تو کاغذ کے دو پرزے رکھے ہوئے تھے جن پر سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے اسمائے گرامی لکھے تھے۔ غصہ سے برافروختہ ہجوم امام کی یہ خباثت دیکھ کر تلملا اٹھا اور وہیں امام کو قتل کر دیا، اس کے بعد شیخ کی عقیدت و احترام میں بے حد اضافہ ہو گیا۔

آپکی اولاد میں خواجہ محمد سعید اور خواجہ عبدالحق ھندوستان میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ اول الذکر نے تھانیسر میں سکونت اختیار کی اور خواجہ عبدالحق کرنال میں مقیم ہوئے۔

کہتے ہیں کہ آپ علم کیمیا سیمیا وغیرہ علوم میں مہارت رکھتے تھے، حالانکہ بعض تذکروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے باقاعدہ کسی سے علم حاصل نہیں کیا، لیکن یہ بات بعید از قیاس اور خلاف واقعہ ہے آپ کے علمی ثبوت کیلئے آپ کی تصانیف بیّن ثبوت ہیں۔

کرامات:

صاحب اقتباس الانوار نے آپ کی متعدد محیر العقول کرامات نقل کی ہیں بعض بالکل عوامی سطح کی ہیں لیکن تعجب ہوتا ہے کہ اتنے بڑے عالم اور شیخ طریقت مولوی اکرم براسوی چشتی نے انہیں کیونکر زیب قرطاس کر دیا عوامی دلچسپی اور شیخ اکرم براسوی کی تقلید میں ہم بھی انہیں درج ذیل کرتے ہیں:

ا۔ کہتے ہیں کہ شاہ بلخ نذر محمد خاں اور شیخ نظام الدین کوہستان بلخ کی سیر کرتے ہوئے ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی نہ تھا عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ شیخ نے اپنا عصا ایک پتھر پر مارا اسی وقت اس سے چشمہ جاری ہو

Marfat.com

گیا اس پہاڑ سے قریب جد شہر تھا اس میں ایک حکیم رہا کرا تھا اس نے جب یہ کرامت سنی تو کہا: اسوقت ستارہ آبی برج سرطان میں ہے اس لئے پانی نکل آیا۔ یہ کوئی کرامت نہیں، اتفاقاً ایک مرتبہ وہ حکیم شیخ سے ملنے آیا، شیخ کو اس کا مقولہ معلوم تھا شیخ حکیم کو لے کر ایک ایسی جگہ گئے جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا پھر اس سے پوچھا بتاؤ ستارہ آبی برج سرطان میں ہے؟ اس نے حساب لگا کر کہا اس وقت برج آتشی میں ہے شیخ نے پوچھا زمین سے اس وقت پانی برآمد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا اس وقت ممکن نہیں، آپ نے اپنا عصا مارا وہاں سے فوراً ایک چشمہ جاری ہوگیا، حکیم آپ کا معتقد ہوگیا۔

۲۔ بلخ میں ایک عامل اور عالم کیمیا رہتے تھے شیخ نظام الدین سے بھی انہیں عقیدت تھی وقت رحلت اپنے ملازم کے ذریعہ شیخ کو اس نے کہلوایا کہ میں اب اس دار فانی سے رخصت ہوا چاہتا ہوں آپ کے علاوہ کسی کو لائق نہیں پاتا کہ اپنے علوم غیبی کا اظہار کروں، آپ میرے پاس تشریف لاویں تو میں اپنے جملہ علوم غیبی سے آپ کو مطلع کر دوں اور سکھلاؤں، آپ نے اس کے ملازم سے کہہ بھجوایا کہ جتنے علوم ہیں مردان خدا ان کی طرف نظر بھی نہیں کرتے اگر آپ کو علم توحید حاصل ہے تو وہ کافی ووافی ہے ورنہ خیر، خادم نے جا کر شیخ نظام الدین کا جواب اس عالم کیمیا کے سامنے نقل کر دیا۔ اس نے سنکر کہا میں اس (علم توحید) سے بے بہرہ ہوں، وہ خادم یہ کہنے پھر آیا آپ نے فرمایا انہیں یہاں بلا لاؤ وہ عالم خدمت شیخ میں آیا آپ نے اس کو علم توحید تعلیم فرمایا۔

ممکن ہے یہ کرامات شیخ کے کسی غالی مرید کی مبالغہ آمیز حکایات ہوں ہم نے دو ہی پر اکتفا کیا ہے تفصیل کیلئے اقتباس الانوار کا مطالعہ کیا

Marfat.com

جائے۔

۲۸ رجب المرجب بروز جمعہ ۱۰۳۶ھ کو بلخ میں انتقال ہوا وہیں مدفون ہیں۔

تصانیف: (۱) شرح لمعات: قیام حرمین کے دوران اس کی دو شرحیں (۱) مکی اور (۲) مدنی، تصنیف کیں۔ اس کا ایک ایک نسخہ بشکل مخطوطہ دارالعلوم دیوبند اور جامعہ ملیہ کے کتب خانوں میں موجود ہے۔

(۱) رسالہ احسانیہ:

رسالۂ احسانیہ کا ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری کے مخطوطات سیکشن میں محفوظ ہے۔

(۲) شرح مثنوی مولانا روم:

اس کا مخطوطہ عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک میں موجود ہے۔

(۳) شرح ایاکم والامردان:

اس کا ایک قلمی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد میں موجود ہے۔

(۴) مظاہر: ''مظاہر'' یا ''مراتب ظہور'' نیز ''مظاہر پنجگانہ'' کے نام سے تصوف کے بعض مسائل پر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد میں موجود ہے۔

(۵) معادن حقانی

(۶) ریاض اقدس: (تفسیر قرآن مجید)

(۷) رسالہ بیان ھفت طبق

(۸) شرح المعانی

(۹) تفسیر نظامی (فارسی)

Marfat.com

خلفاء: شیخ نظام الدین تھانیسری کا فیض بڑا عام ہوا ان کے بیشمار خلفاء برصغیر میں پھیل گئے چند خلفائے اجل حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ ابو سعید گنگوہی:

شیخ جلال الدین تھانیسری کے نواسے اور شیخ عبد القدوس گنگوہی کے پوتے اور اپنے دور کے نامور شیخ طریقت تھے آپ شیخ نظام الدین تھانیسر کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ ۲ ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ کو وفات پائی گنگوہ میں مدفون ہیں۔

(۲) شیخ حسین (بھورے)

یہ پہلے شیخ جلال الدین تھانیسری کی خدمت میں رہے ان کی وفات کے بعد شیخ نظام الدین سے بیعت کی شیخ محمد صادق گنگوہی نے ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا کہ آپ کو فنائے احدیث ذات کس وقت حاصل ہوتی ہے؟ فرمایا جس وقت میں نماز کی نیت باندھتا ہوں، موضع کہور میں مدفون ہیں:

(۳) شیخ پاینده بنوری:

نہایت صاحب کمال بزرگ تھے کلمۂ طیبہ کا جب ذکر بالجہر کرتے تو جو سنتا وہ مست ہو جاتا اور بہت سے لوگ بے ہوش ہو جاتے۔

(۴) سید الہ بخش لاہوری:

لاہور میں لوگ انہیں خدا بین (خدا کو دیکھنے والا) اور خدا نما (خدا دکھانے والا) کہتے تھے ان کے معاصر بزرگ شیخ آدم بنوری خلیفہ و مرید شیخ مجدد الف ثانی کو خبر لگی تو انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ شیخ الہ بخش کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا تمہیں لوگ جن القاب سے پکارتے ہیں اسمیں تمہاری مرضی کو دخل ہے یا بغیر آپ کی مرضی کے اس طرح کہتے ہیں'' اگر مرضی کو دخل ہے تو اس عقیدے سے باز آؤ۔ آپ نے خط

Marfat.com

پڑھا تو فرمایا: شیخ آدم نعمت رویت سے محروم ہیں پھر نامہ بر سے فرمایا مگر تجھے رویت سے مشرف کراتا ہوں۔ اس کے بعد وہ قاصد بے ہوش ہو گیا پھر سید الہ بخش نے فرمایا اب اپنے شیخ کے پاس جاؤ اور انہیں حقیقت رویت سے آگاہ کرو' لاہور میں وفات پائی وہیں مدفون ہیں۔

(۵) شیخ عبدالکریم سلطانپوری، لاہوری:

مخدوم الملک شیخ عبداللہ سلطانپوری کے فرزند، شیخ نظام الدین تھانیسری کے مرید و خلیفہ تھے۔ مخدوم الملک کے انتقال کے بعد اپنے آبائی وطن سلطانپور (مشرقی پنجاب) سے لاہور میں سکونت اختیار کی دو حج کئے ایک اپنے والد مخدوم الملک کے ساتھ دوسرا پیادہ مرید وں کے ہمراہ، ۲۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کو لاہور میں وفات ہوئی اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے تصانیف میں (۱) اسرار عجیبہ (اذکار و اشغال چشتیہ میں نہایت عمدہ کتاب ہے) (۲) شرح فصوص الحکم بزبان فارسی مشہور ہیں۔

(۶) شیخ الہ داد نوری لاہوری: ۱۰۴۹ھ کو وفات ہوئی قصور میں دفن ہیں۔

(۷) شیخ مصطفیٰ (۸) شیخ عبدالفتح (۹) شاہ عبدالرحمٰن کشمیری (۱۰) شیخ صادق برہانپوری۔

مراجع:

شیخ عبدالرحمٰن چشتی	مراۃ الاسرار	صوفی فاؤنڈیشن لاہور
مفتی غلام سرور	خزینۃ الاصفیاء	نول کشور لکھنو
مولانا عبدالحئی	نزہۃ الخواطر	دائرۃ المعارف حیدرآباد
مفتی غلام سرور	حدیقۃ الاولیاء	صوفی فاؤنڈیشن لاہور
مشتاق احمد انبیٹھوی	انوار العاشقین	صوفی فاؤنڈیشن لاہور

Marfat.com

رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند (مرتبہ ایوب قادری) پاکستان ہسٹاریکل ریسرچ سوسائٹی، کراچی

مرزا اختر گورگانی: تذکرہ اولیائے پاک وھند (اردو ترجمہ) ص ۲۲۳ دانش پبلشنگ کمپنی دہلی

اکرم براسوی: اقتباس الانوار

محمد میاں دیوبندی: علمائے ھند کا شاندار ماضی

شیخ احمد مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی

تصوف برصغیر میں (مجموعۂ مقالات) خدا بخش لائبریری، پٹنہ

شوکت علی خان: فہرست مخطوطات عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک۔

شیخ ناصرالدین تھانیسری

شیخ ناصرالدین تھانیسری اعلیٰ پائے کے بزرگ تھے۔ ان کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔ شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں شیخ نصیر الدین دہلوی خلیفہ سید احمد شہید کے ضمن میں انکا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیخ نصیرالدین دہلوی انہیں شیخ ناصرالدین تھانیسری کی اولاد میں سے تھے۔

اھلیۂ شیخ مجدد

شیخ مجدد الف ثانی کی اہلیہ محترمہ تھانیسر کے ایک عالی خاندان کی چشم و چراغ تھیں، ان کے والد حاجی سلطان تھانیسری عہد اکبری میں تھانیسر کے کروڑی سنسکرت اور علوم شرعیہ کے بڑے عالم تھے۔ ان کی بیٹی اور شیخ مجدد کی اہلیہ محترمہ کا اسم گرامی ہمیں تلاش وجستجو کے باوجود

Marfat.com

معلوم نہ ہو سکا۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''آپ کی زوجۂ محترمہ ایک بڑے باپ کی بیٹی تھیں، اور آپ سے انتساب اور آپ کے دکھ سکھ میں شریک رہنے کی وجہ سے ہی ہماری روحانی تاریخ میں انہیں جو مرتبہ مل جاتا ہے، وہ محتاج بیان نہیں، لیکن مکاتیب اور تذکروں میں جو ضمنی اندراجات ملتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ محترمہ نہ صرف ایک بڑی عابد، متدین اور باہمت خاتون تھیں بلکہ آپ دونوں کے درمیان غیر معمولی محبت اور یگانگت کا رشتہ تھا، اور آپ کو ان کا بڑا پاس خاطر ملحوظ تھا''۔

شیخ بدرالدین سرہندی حضرات القدس میں لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ زمانۂ شباب میں بیمار ہوئے، اور اتنا ضعف بڑھا کہ سب لوگ مایوس ہو گئے والدۂ حضرت مخدوم زادگان عالی قدر یعنی حضرت کی بیوی صاحبہ نے جو ایک صالحہ اور عابدہ تھیں نیا وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور بکمال گریہ زاری و نیاز درگاہ باری جلت عظمہ میں آپ کی صحت و عافیت کیلئے دعا کی اس حال میں اس زہرا وقت کو نیند آ گئی، آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا آپ سے کہہ رہا ہے کہ اطمنان رکھو، ہم کو ان سے بڑی خدمتیں لینی ہیں، اور ابھی تو ہزار خدمتوں میں سے ایک بھی نہیں لی گئی، خدائے پاک عنقریب آپ کو صحت کامل عطا فرمائے گا اور مراتب قرب تک پہنچائے گا'' (۱)

حضرت مجدد کو اپنی اہلیہ محترمہ کا جس طرح خیال رہتا تھا اس کا اندازہ آپ کے مکاتیب میں بکھرے ہوئے بعض اندراجات سے ہوتا ہے۔ دفتر سوم کے مکتوب دوم میں ایک خط ہے جو آپ نے قید سے با[illegible] آغاز میں صاحبزادگان کو لکھا ہے۔ اس میں صبر و تسلیم و رضا سے اپنانے اور خواہشات مٹا دینے کے بارے میں متعدد دلائل دیکر [illegible]

(۱) حضرات القدس ص ۲۶ (۱،۰۰)

Marfat.com

ہیں:

''والدۂ خودرا بدیں معنی مطلع سازند و دلالت نمائند (اپنی والدہ کو بھی اس امر پر اطلاع دے دو اور انہیں اس پر عمل پیرا ہونیکی ترغیب دو)

ایک جگہ لکھتے ہیں والدۂ خودرا تسلی دہند (اپنی والدہ کو تسلی دو)

علاوہ ازیں ایک اور واقعہ شیخ مجدد اور ان کی اہلیہ محترمہ کے مابین یگانگت و محبت کا پتہ دیتا ہے:

''شیخ مجدد ایک مرتبہ اجمیر میں شیخ معین الدین چشتی کی درگاہ پر حاضر ہوئے تو خادمان درگاہ نے مزار کا قبر پوش جو ہر سال اتارا جاتا تھا اور اس دور میں خواص کیلئے وقف تھا، آپ کو پیش کیا تو آپ نے قبول کر کے فرمایا: یہ لباس جو حضرت خواجہ کے اس قدر قریب تھا ہمارے کفن کے لئے محفوظ رکھا جائے۔ لیکن آپکی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا: ''باید کہ از مبلغ مہر خود کفن من سازی'' (۱) (تمہیں اپنے مہر کے پیسے سے میرے کفن کا انتظام کرنا چاہئے)۔ اس غیر معمولی وصیت سے شیخ مجدد اور ان کی اہلیہ کے مابین انتہائی محبت و یگانگت کا احساس ہوتا ہے۔

شیخ فرید

شیخ فرید تھانیسری شیخ مجدد الف ثانی کے مرید اور مکتوب الیہ ہیں شیخ مجدد نے انہیں ایک مکتوب ارسال کیا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ علوم شریعت و طریقت کے رازدار تھے لکھتے ہیں: بشیخ فرید

(۱) مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب دوم، شیخ محمد اکرام: رود کوثر ص ۳۳۱-۳۳۳۔ بدرالدین سرھندی: حضرات القدس ص ۲۶۔

Marfat.com

تھانیسری صدور یافتہ در بیان آنکہ بمراتب النہایہ مرتبہ پیش می آید کہ ہر ذرہ آن موطن باضعاف مضاعف زیادہ از تمام دائرہ امکان بود و ماینا سب ذالک بعنایۃ اللہ سبحانہ و بصدقۃ حبیبہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام در وقت بمراتب نہایۃ النہایۃ مرتبہ پیش آمد کہ ہر ذرہ آن موطن باضعاف مضاعف زیادہ از تمام دائرہ امکان بودہ پس اگر ذرہ از ان موطن سلوک نمودہ قطع کردہ شود گویا زیادہ از اضعاف دائرہ امکان قطع میسر شدہ باشد فکیف کہ مسافت طویلہ راازان مرتبہ طے کردہ باش پس معلوم شد کہ دائرہ امکان بمراتب وجوب فما فوقہا ہیچ مقدارے نیست کاشکے حکم قطرہ داشت نسبت بدریائے محیط پس ناچار بقوت پائے خویش بکوئے دوست نتوان رسید و بچشم خود اورانمیتوان دید۔

لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ (۱)

ترجمہ: اس بیان میں کہ مراتب نہایت النہایۃ کے آگے ایک اور مرتبہ آتا ہے جسکا ہر ایک ذرہ تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ ہے۔ شیخ فرید تھانیسری کی طرف صادر فرمایا:

اللہ تعالی کی عنایت اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل عروج کے وقت نہایت النہایۃ کے مرتبوں کے آگے ایک اور مرتبہ آتا ہے جس مقام کا ہر ایک ذرہ تمام دائرۂ امکان سے کئی گنا زیادہ ہے پس اگر اس مقام کا ایک ذرہ سلوک کر کے قطع کیا جائے تو گویا تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ مسافت طے ہو جائیگی۔ خاص کر جب کہ اس مرتبہ سے لمبی مسافت طے کی جائے۔ پس معلوم ہوا کہ مراتب وجوب فما فوقہا کے مقابلہ میں دائرہ امکان کی کچھ مقدار نہیں کاش کہ ان میں قطرہ اور دریا ہی کی نسبت ہوتی، اس سے ثابت ہوا کہ پاؤں کی قوت سے دوست کے

(۱) مکتوب چہل و یکم دفتر دوم۔

Marfat.com

کوچے میں نہیں پہنچ سکتے اور اپنی آنکھوں سے اسکونہیں دیکھ سکتے'' بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں''۔

شیخ عبدالجلیل

شیخ عبدالجلیل بن شمس الدین ابن نورالدین صدیقی اعلیٰ پائے کے عالم تھے انہوں نے اپنے والد شیخ شمس الدین سے علم حاصل کیا علامہ محمود بن محمد جونپوری صاحب شمس بازغہ بھی ان کے اساتذہ میں ہیں۔وہ شیخ محمد رشید بن مصطفیٰ عثمانی جونپوری کے شاگرد بھی رہے۔شیخ عبدالجلیل لکھنوی اور شیخ عزیز الحق دہلوی سے بیعت کی تمام عمر زہد واتقاء میں گزار دی، ۸ر شوال المکرم ۱۰۷۶ھ کو جونپور میں انتقال فرمایا۔

شیخ مجدد الف ثانی سے بھی ان کے تعلقات تھے حضرت مجدد نے انہیں ایک مکتوب ارسال کیا تھا جس سے ان بزرگوں کے باہمی تعلقات کا اشارہ ملتا ہے لکھتے ہیں:

بہ شیخ عبدالجلیل تھانیسری ثم الجونپوری صدور یافتہ در بیان آنکہ کار آن است کہ بعقائد اہل سنت و جماعت متحقق گردیم با این دولت اگر احوال و مواجید عطا فرمایند منت میداریم و الا ھمین دولت را کافی میدانیم چوں ایں ھست ھمہ است حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ ما مفلساں را بحقیقت معتقدات حقہ اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت متحقق ساختہ توفیق اعمال مرضیہ نقد وقت گردانیدہ احوالے کہ ثمرات این اعمال اند کرامت فرمودہ بتمام جناب قدس خود جل سلطانہ جذب فرماید ع '' کار اینست و غیر این ھمہ ھیچ '' چہ احوال و مواجید کہ بے تحقق بحقیقت معتقدات این فرقہ ناجیہ میسر شود جز استدراج ھیچ نمیدانیم و جز خرابی ھیچ نہ می انگاریم' با این دولت اتباع فرقہ ناجیہ ہر چہ بدھند منت میداریم و شکر بجا می آریم و اگر ھمیں را بدھند و ھیچ از احوال و مواجید ندھند باک

Marfat.com

نداریم واخی ایم واز بعضے مشائخ قدس اللہ تعالی اسرارہم کہ در غلبہ حالی و سکر وقت بعضے از علوم و معارف متضادہ آرائے صائبہ اہل حق بظہور می آیند چوں منتہائے آن کشف است معذور اند امید است کہ فردا بآں مواخذہ نہ نمایند حکم مجتہد مخطی دارند کہ خطائے اورا نیز یک اجر خواہد بود و حق بجانب علمائے اہل حق است شکر اللہ تعالی سعیھم زیرا کہ علوم و مقتبس از مشکوۃ نبوت است علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیہ، کہ موید است بوحی قطعی و مقتدائے معارف ایں صوفیہ کشف والہام است کہ خطارا بوے راہ است و مصداق صحت کشف والہام مطابقت است با علوم علمائے اہل سنت اگر سرموئے مخالفت است از دائرۂ صواب بیرون است ھذا ھو العلم الصحیح و الحق الصریح فما ذا بعد الحق الا الضلال رزقنا اللہ سبحانہ و ایاکم الا ستقامۃ علی متابعۃ سید المرسلین ظاھرا و باطنا عملا و اعتقادا علیہ و علی الہ من الصلوات اکملھا و من التسلیمات افضلھا والسلام علیکم وعلی من اتبع الھدی (۱)

ترجمہ: اس بیان میں کہ اصل مقصود یہی ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد پر پابند ہو جائیں، اگر اس دولت کے ساتھ احوال و مواجید بھی عطا فرمائیں تو کمال احسان ہے ورنہ اسی دولت کو کافی جانتے ہیں۔ جب یہ ہے تو سب کچھ ہے، شیخ عبدالجلیل کی طرف صادر فرمایا:

حق تعالی ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے سچے عقائد کی حقیقت پر ثابت قدم رکھ کر پسندیدہ اعمال کی توفیق بخشے اور احوال جو انہی اعمال کا ثمرہ ہیں کرامت فرمائے اور پورے طور پر جناب کی طرف کھینچ لیوے۔

(۱) مکتوب ص ۱۱۲، دفتر اول حصہ ۴م۔

Marfat.com

کار این است غیر این ہم ہیچ
اصل مطلب یہی ہے باقی ہیچ ہے

کیونکہ احوال و مواجید جو اس فرقہ ناجیہ کے عقائد کی حقیقت سے متحقق ہوئے بغیر حاصل ہوں ان کو اہل استدراج کے سوا کچھ نہیں جانتے اور خرابی کے سوا کچھ خیال نہیں کرتے اس فرقہ ناجیہ کی تابعداری کی دولت کے ساتھ جو کچھ دیدیں ہم احسان مند ہیں اور شکر بجالاتے ہیں اور اگر یہی عطا فرمائیں اور احوال و مواجید کچھ نہ دیں تو بھی کچھ ڈر نہیں، ہم راضی ہیں، اور بعض مشائخ قدس سرہم سے جو غلبہ حال اور سکر کے وقت میں انہی کی صحیح رائیوں کے برخلاف علوم و معارف ظاہر ہوئے ہیں چونکہ ان کا باعث کشف ہے اس لئے معذور ہیں امید کہ قیامت کو ان سے مواخذہ نہ کریں گے وہ خطا کار مجتہد کا حکم رکھتے ہیں کہ اس کو خطا پر بھی ایک اجر ملے گا اور حق علمائے حق کی طرف ہے خدا تعالی ان کی کوششوں کو مشکور کرے کیونکہ علماء کے علوم چراغ نبوت سے لئے ہوئے ہیں جن کی وحی قطعی سے تائید کی گئی ہے اور ان صوفیہ کے معارف کا مقتدا کشف اور الہام ہے کہ خطا کو اس میں دخل ہے اور کشف والہام کی صحت کا مصداق علمائے اہل سنت کے علوم کے ساتھ ان کا مطابق ہونا ہے اگر سرمو بھی مخالفت ہے تو دائرہ صواب سے باہر ہیں یہی علم صحیح اور حق صریح ہے اور اسکے سوا گمراہی۔ حق تعالی ہم کو اور آپکو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر ظاہری و باطنی عملی و اعتقادی استقامت عطا فرمائے۔ آپ پر اور تمام ہدایت والوں پر سلام۔

شیخ مصطفیٰ شریحی

شیخ مصطفیٰ شریحی قاضی شریح کی نسل سے تھے ان کے اجداد میں بڑے علماء وصلحاء پیدا ہوئے جیسے شیخ محمد بن احمد شریحی تھانیسری،

Marfat.com

کمال الدین زاہد (۶۸۴ھ) حضرت نظام الدین اولیا کے استاذ، قاضی عبد المقتدر تھانیسری شریحی کندی (۷۹۱ھ) و شیخ احمد تھانیسری (۸۲۰ھ)، صاحب لامیۃ العجم وغیرہ یہ سبھی حضرات وطناً تھانیسری تھے انہیں کی اولاد میں شیخ مصطفیٰ شریحی موصوف ہیں۔

شیخ مصطفیٰ شریحی کے حالات تفصیل سے کہیں نہیں ملتے البتہ اتنا معلوم ہے کہ شیخ مجدد الف ثانی نے اپنے دو گرامی ناموں میں ان کی سید احمد قادری اور جباری خان (روسائے وقت) کے ہاں سفارش کی تھی، اور یہ دونوں خطوط شیخ مصطفیٰ ہی ان حضرات کی خدمت میں لے گئے تھے، چنانچہ جباری خان کو لکھتے ہیں:

''ثانیاً ملتمس آنکہ حامل رقیمہ و عامیان شیخ مصطفیٰ از نسل قاضی شریح اند دریں دیار بزرگان ایشاں بزرگ شدہ آمدہ اند وجوہ معاش و وظائف بسیار داشتند مشارالیہ از بے معاشی متوجہ شدہ است واسناد و فرامین ہمراہ آوردہ امید وار است کہ بتوسل ایشاں جمعیت پیدا کند زیادہ مصدع نشد مشارالیہ را بصدور عظام بر نہجے سفارش فرمایند کہ کارگر شود وسبب جمعیت ارباب تفرقہ گردد''۔(۱)

ترجمہ: ''دوسری التماس ہے کہ حامل رقیمہ ہذا میاں شیخ مصطفیٰ قاضی شریح کی نسل سے ہیں ان کے بزرگ اس ملک میں بڑی عزت سے آئے تھے اور وجوہ معاش اور وظائف بکثرت رکھتے تھے مشارالیہ معاش کی تنگی کے باعث لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اور سندیں اور پروانے اس کے پاس بہت موجود ہیں۔ امید کہ آپ کے وسیلہ سے جمعیت حاصل کریگا۔ زیادہ تکلیف نہیں دیتا صدر اعظم کے ہاں مشارالیہ کی سفارش کسی طرح کردیں تاکہ ان کا کام بن جائے اور پراگندہ حالوں کی جمعیت کا

(۱) مکتوب نمبر ۹۷، دفتر اول حصہ اول

Marfat.com

باعث ہو جائے''۔

ایک اور سفارشی مکتوب انکی سفارش میں سید احمد قادری کے نام مکتوبات امام ربانی میں ملتا ہے علمی مسائل و معارف کے بعد اخیر میں لکھتے ہیں:

''بقیۃ التصدیع آنکہ حامل رقیمہ دعا میاں شیخ مصطفیٰ شریحی از نسل قاضی شریحی اند پدارن ایشان بزرگ بودند وظائف و جوہ مدد معاش بسیار داشتند مشارالیہ از فقدان اسباب معاش مضطر است اسناد و فرامین ہمراہ گرفتہ متوجہ لشکر شدہ است التفات نمودہ بر نہجے توجہ فرمایند کہ سبب حصول جمعیت شود واز اضطراب وتفرقہ نجات یابد زیادہ مصدع نشد''۔(۱)

ترجمہ: ''باقی تکلیف یہ ہے کہ حامل رقیمہ دعا شیخ مصطفیٰ شریحی قاضی شریح کی نسل سے ہے انکے باپ دادا بڑے بزرگ تھے اور وظائف اور وجہ معاش بہت رکھتے تھے۔ سندیں اور پروانے جمع کر کے لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ گذارے کے اسباب نہ ہونیکی وجہ سے تنگ ہے اس کے حال پر اس طرح توجہ فرمائیں کہ اسکی جمعیت خاطر کے حاصل ہونے کا سبب ہو جائے اور بیقراری اور پراگندگی سے نجات پائے زیادہ کیا تکلیف دیوے''۔

شیخ مصطفیٰ حضرت مجدد کے ایک اور گرامی نامہ کو مرزا احسام الدین کی خدمت میں بھی پہنچا کے آئے تھے۔(۲)

(۱) مکتوب نمبر ۸۴، دفتر اول حصہ اول

(۲) دفتر دوم مکتوب ۱۷

Marfat.com

ضیاءالدین حسین

ضیاءالدین مرزا مظہر جان جاناں کے معتقد و مرید تھے انہوں نے کئی خطوط مرزا صاحب کی خدمت میں ارسال کئے تھے قیاس ہے آپ مولوی قلندر بخش تھانیسری کے والد ہیں ایک خط میں مولوی قلندر بخش کی مرزا صاحب کی خدمت میں سفارش کرتے ہیں اور مولوی قلندر بخش کو نور چشم ، کے لفظ سے یاد کرتے ہیں: ''نور چشم مولوی قلندر بخش آرزوئے قدمبوسی دارد''

ان کا طرز نگارش بہت عمدہ اور سلجھا ہوا ہے جس سے ادبی شان ٹپکتی ہے ضیاالدین حسین کے تین خطوط کا ہمیں علم ہو سکا جو انہوں نے مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں ارسال کئے تھے لکھتے ہیں:

حامداً ومصلیاً

قبلہ وکعبۂ نیازمندان مدظلہ'

آہ من العشق و حالاتہ　　احرق قلبی بحراراتہ

ماانظر العین الی غیرکم　　اقسم باللہ و ایاتہ

بعد ادائے مراسم نیاز و بندگی معروض می دارد

آرزو دارم کہ خاک آن قدم　　توتیائے چشم سازم دم بدم

'' حالات خود را سابق بعرض رسانیدہ و نور چشم میاں قلندر بخش مفصل گزارش کردہ باشد، ازاں جا آرزوی ملازمت سراسر سعادت از حد گذشتہ و می گذرد حق سبحانہ وتعالی بزودی میسر آرد، کہ آمد آمد ابدالی خیلے درتردد انداختہ عن قریب کہ بفضلہ سبحانہ ازیں تشویش دلجمعی می گردد خود را بحضور می رساند امید وار است کہ فدوی را از آن خود تصور فرمودہ

Marfat.com

شود غائبانہ مشرف باید داشت دیگر شرح احوال موجب سلام است زیادہ چہ گزارش رود ظل عاطفت عالی مدام مستدام باد آمین یارب العباد زیادہ بندگی و نیاز''

شیخ ضیاء الدین حسین کی کوشش سے ہی ان کے بیٹے مولوی قلندر بخش مرزا مظہر جان جاناں کے مرید و خلیفہ بنے لیکن جب سکھوں نے تھانیسر پر یلغار کی اور قلعہ کو اپنے قبضہ تصرف میں لے لیا اور مولوی قلندر بخش 'مع فرزندو زن'' سب کچھ لٹ لٹا کر اپنی اور فرزندو زن کی جان بچا ئے مرزا صاحب کی خانقاہ میں پہنچے اس وقت مولوی ضیاء الدین حسین کا ذکر نہیں آتا حالانکہ یہی سربراہ خاندان تھے قیاس ہے کہ ان کی وفات ہو چکی تھی اور یہ غارت گری اور ھجرت بعد میں واقع ہوئی مولوی قلندر بخش تھانیسری کے بیٹے مولوی مراد اللہ تھانیسری بھی مرزا مظہر جان جاناں کے مرید و خلیفہ تھے ان کا ذکر بھی اس کتاب میں اپنی جگہ موجود ہے۔

مولوی ضیاء الدین حسینؒ کی اگر چہ سکھ غارت گری سے قبل وفات ہو چکی تھی لیکن حالات ان کی زندگی ہی میں خراب ہو رہے تھے جیسا کہ پہلے خط سے پتہ چلتا ہے۔ وہ اپنے ایک اور خط میں مرزا صاحب کو لکھتے ہیں:

حامداً و مصلیاً قبلہ و کعبۂ دو جہاں مدظلہ العالی

بعد تقدیم مراسم عبودیت و نیاز بعرض عالی متعالی می رساند آرزوی ملازمت سراسر سعادت بحدے مستولی است کہ شرح آن درین قرطاس نمی گنجد حق سبحانہ و تعالی باین دولت مشرف گرداند ھنگامۂ این اضلاع و علی الخصوص آمد آمد شاہ ابدالی ازین سعادت مقصر داشت از حالات اضطرار قلب نمی توانم معروض داشت و کفی باللہ شہیدا امیدوار است کہ بحال این نیازمند توجہے مبذول شود کہ ازین گرداب بلا بر آمدہ

Marfat.com

باین سعادت عظمی مشرف گردد مجملا از حالات این غلام نورچشم میاں قلندر بخش صاحب بعرض عالی رسانیده باشد که از توجه موجه نورچشم در سلک غلامان آنجناب من منسلک گشته و چند روز مشمول توجهات گشته در توجه اول گریۂ بسیار غالب ماند و بیاضے نمودار شد و در دیگر توجهات الوان مختلف بیاض وسواد و زرد فام وگلہائے رنگارنگ نمودار شده و می شود چند دفعه رویائے عجائب وغرائب بمشاهده آمده این همه شکر یکے نمی توانند کرد۔

گر برتن موی زبان گردد هرموی
یک شکر وے از هزار نتوانم کرد

الحال رویائے الوان بدستور است مفصل احوال غلام را نورچشم بعرض عالی رسانیده باشد از فضل وکرم امیدوار است که تا حصول دولت آستانہ بوسی توجه بحال غلام مبذول شود و وقت حلقه غلام هم شریک توجه گردد، زیاده ازین معروض داشتن حد ادب نه بیند زیاده بندگی و نیاز وعجز وانکسار۔ (۱)

اس گرامی نامہ سے پتہ چلتا ہے کہ مولوی قلندر بخش تھانیسری کی کوشش سے ضیاء الدین حسین مرزا صاحب کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا چاہتے تھے۔ حالانکہ ایک دوسرے خط سے پتہ چلتا ہے کہ مولوی قلندر بخش کی رسائی فی الحقیقت آستانۂ مظہری پر مولوی ضیاء الدین حسین کی رہین منت ہے۔ واللہ اعلم۔

مولوی مراد اللہ

مولوی مراد اللہ تھانیسری فاروقی النسب مجددی اور مظہری

(۱) شاہ غلام مصطفی خان، لوائح خانقاہ مظہریہ، مکتوبات مرزا صاحب
ص ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶

Marfat.com

المشرب، مولانا نعیم اللہ بہرائچی کے خلیفہ و جانشین تھے۔ انہوں نے چالیس سال سے زیادہ عرصے تک لکھنؤ میں سلسلہ مجددیہ مظہریہ کی ترویج کی اور ایک عالم کو شرک و بدعات کی تاریکی سے نجات دلائی، ترک دنیا، تجرید، اتباع سنت، تزکیہ نفس اور تہذیب باطن میں لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے وہ اپنے عہد کے متفق علیہ عرفاء و صلحاء میں گنے جاتے ہیں۔ اپنے والد بزرگوار شیخ قلندر بخش کے ساتھ بچپن ہی میں دہلی آ گئے تھے کم سنی ہی میں شیخ مظہر جان جاناں کی صحبت اٹھائی لیکن جب مرزا مظہر جان جاناں شہید کر دیے گئے اور تھانیسر سکھوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گیا تو مولوی مراد اللہ تھانیسری اپنے والد کے ساتھ دہلی سے لکھنؤ چلے گئے اور شیخ نعیم اللہ بہرائچی کی خدمت میں اخذ و استفادہ فرمایا۔ مولوی مراد اللہ مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں پینتیس سال تک رہے ان کے نمایاں اور ممتاز احباب میں ان کا شمار ہوتا ہے مقامات مظہری سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں کو انہوں نے کئی خطوط لکھے تھے شیخ نے بھی اپنے اس ممتاز مرید کو کئی گرامی نامے تحریر کئے تھے مقامات مظہری میں ہے'' شیخ محمد مراد از قدمائے اصحاب حضرت ایشان اند۔ طریقہ از آنحضرت گرفتہ تا سی و پنج سال ہر روز یکبار در حلقۂ ذکر حاضر شدہ اند و بہ یمن صحبت مبارک بمقامات مصطلحہ طریقہ رسید و نسبتے بلند حاصل نمودند و بجناب فیض مآب خصوصیتے بہم رسانیدہ کہ دیگرے از اصحاب در آن شریک نیست'' مرزا صاحب کے بعض گھریلو معاملات آپ کے سپرد تھے: ''معاملات دولت خانہ بایشان تعلق داشت حضرت ایشاں می فرمودند کہ اصحاب ما در رفعت نسبت کے بایشاں مساوات ندارد کمالات کہ درذات ایشان جمع است''۔ مقامات مظہری کی تالیف کے وقت وہ تجارت میں مشغول تھے اس لئے

Marfat.com

خلق کا ان کی طرف رجوع نہ تھا۔ بسبب پیشہ تجارت طالبے بایشاں رجوع نمی کند زیرا کہ شیخ راعلم و عقل سلیم و کشف صریح با وجدان صحیح و شرف ونسب وتجمل طاہر و دولت فقر و قناعت در کار است، ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۳ء کو بعمر بیاسی سال انتقال فرمایا۔ ان کے خلفاء میں مولوی ابوالحسن نصیر آبادی شیخ غلام رسول کانپوری بہت مشہور ہوئے۔ (۱)

شیخ عبدالرحمٰن

مولانا مراد اللہ تھانیسری کے برادر خورد، مرزا مظہر جان جاناں کے مرید تھے حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے کئی گھریلو قسم کے خطوط ان کے نام ہیں مولوی مراد اللہ کے سپرد حضرت مرزا صاحب کے بعض نجی معاملات کی ذمہ داری تھی کئی مکاتیب سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن بھی ان کے ساتھ ہاتھ بٹاتے تھے۔

شاہ غلام علی لکھتے ہیں:

آپ کی (مرزا مظہر) توجہات سے عالی احوال حاصل کئے نسبت مع اللہ کے حالات سے مغلوب تھے'' قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

ان کی نسبت کی کیفیات کے ظہور کی وجہ سے انہیں دیکھتے ہی دل تعظیم وتکریم کیلئے بے اختیار ہوجاتا ہے اذار واذکر اللہ (جب ان کی زیارت کی جائے تو خدا یاد آجائے) انہی کے وصف حال تھا۔ (۱)

(۱) رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند (مرتبہ ایوب قادری) ص

عبدالحئی: نزہۃ الخواطر ص ۲۸۲، ۲۸۳ ج ۷۔ شاہ غلام علی مقامات مظہری

Marfat.com

میران شاہ نانو

میران شاہ نانو علیہ الرحمہ کا وطن تھانیسر تھا سلسلۂ نسب حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری تک پہنچتا ہے، علوم ظاہری و باطنی اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد وارد دہلی ہوئے اور مسجد فتحپوری کے ایک حجرے میں قیام فرمایا، بتدریج ان کی کرامات اور فیض باطنی کا شہرہ ہو گیا سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

رفتہ رفتہ ان کی کرامات اور فیض باطن کا ایسا شہرہ پڑا کہ کہہ مہ کو اعتقاد آپ کی خدمت میں بہم پہنچا اکثروں کو آپ کے فیض ہدایت سے فوائد کثیرہ حاصل ہوئے اسّی برس کی عمر کے قریب وفات پائی اور اسی مسجد (فتحپوری) کے حریم میں مدفون ہوئے عرس آپ کا آج تک بدستور ہوتا ہے''

انکے خلفاء میں شاہ جلال بہت مشہور ہوئے وہ بھی اپنے مرشد کے پہلو میں مدفون ہیں۔ (۲)

مولوی قلندر بخش تھانیسری

شیخ قلندر بخش مرزا مظہر جانجاناں کے مرید اور خلیفہ اور مولوی مراد اللہ تھانیسری کے والد ہیں۔ سکھوں نے جب تھانیسر پر یلغار کی اور مسلمانوں کے گھربار عزت آبرو نا محفوظ ہو گئے بلکہ انہوں نے مساجد و مدارس کو گردواروں میں تبدیل کر دیا تو اکثر مسلمان وہاں سے ھجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ شیخ قلندر بخش اپنی بیوی بچوں اور

(۱) مقامات مظہری ص ۳۹۷۔

(۲) آثار الصنادید ص ۳۳، ۳۴۔

Marfat.com

مولوی مراد اللہ تھانیسری کو لیکر دہلی میں آرہے لیکن جب مرزا مظہر جان جاناں شہید کر دیئے گئے تو لکھنؤ کا سفر کیا وہاں مولوی نعیم اللہ بہرائچی سے اخذ واستفادہ میں عمر گزار دی۔

مرزا مظہر جان جاناں اپنے ایک مکتوب میں مولوی قلندر بخش تھانیسری کی خانہ بربادی اور سکھوں کے ظلم وستم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خبر تمامی مسجد معلوم گردید حق اساس اسلام را قویتر گرداند درین روزگار المی قوی بدل راہ یافتہ در ماہ گزشتہ قلعہ تھانیسر را کفار سکھ بغدر متصرف شدند وقتل وغارت واسر درمیان آمد۔ مولوی قلندر بخش جیو سلمہ ربہ معہ زن وفرزند غارت خوردہ بسلامت جانہا برآمدند طرفہ حالی گذشت انا للہ وانا الیہ راجعون از غایت بے اسبابی دران نواح متوقف اند تا بما نرسیدہ اند واز بے استطاعتی با آن خصوصیت امداد و اعانتی از ما بتقدیم نرسید خجالت علاوہ این مصیبت گردید خدائی تعالی تلافی فرماید۔(۱)

ترجمہ: ''اس زمانے میں دل کو ایک سخت صدمہ پہنچا ہے پچھلے مہینے کفار سکھ تھانیسر کے قلعہ پر قابض ہو گئے اور انہوں نے خوب قتل و غارت کیا۔ مولوی قلندر بخش جیو سلمہ ربہ مع بیوی بچوں کے لٹ کر اور جانیں بچا کر آئے۔ عجیب کیفیت ہوئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بالکل ہی بے سروسامانی کی وجہ سے تھانیسر کے نواح میں مقیم ہیں اور ہم تک نہیں پہنچے۔ اس مصیبت کے علاوہ شرم کی بات یہ ہے کہ خصوصیت کے باوجود ہم انکی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بے استطاعت ہیں۔ خدا ہی تلافی کرے۔(۱)

(۱) کلمات طیبات: مکتوب [illegible]، ص ۴۳

Marfat.com

مولوی نور محمد قادری تھانیسری

مولوی نور محمد قادری تھانیسر کے مشہور شاعر مولوی رحیم بخش تھانیسری طرب کے جد فاسد (نانا) تھے۔ مرزا قادر بخش صابر نے گلستان سخن میں بڑے احترام سے ایک جگہ انکا نام لیا ہے۔ تھانیسر سے وہ دہلی میں مقیم ہو گئے تھے۔ دہلی کے مشائخ میں انکا رتبہ بہت بلند تھا۔ افسوس کہ ان کے حالات ہمیں نہ مل سکے۔ (۲)

شیخ حفیظ الدین تھانیسری

شیخ حفیظ الدین تھانیسری ۱۸۵۷ء سے قبل کے مشہور شاعر جمیل الدین جمیلؔ کے والد ہیں مرزا قادر بخش صابر نے گلستان سخن میں ان کا نام اس انداز سے لیا ہے گویا یہ اس دور کے تھانیسر اور اسلامی ھندوستان میں مشہور رہتے تھے۔ (۳)

عنایت اللہ تھانیسری

شیخ عنایت اللہ تھانیسری نے اپنے اسفار کی وجہ سے بے پناہ شہرت پائی۔ سفر ناموں میں انکی ایک کتاب سیر عرب مشہور ہے۔ افسوس کہ تفصیل سے انکے حالات نہیں ملتے۔

شیخ محمد صالح

شیخ محمد صالح تھانیسر میں پیدا ہوئے وہ شیخ مجدد الف ثانی

(۱) تذکرہ علمائے ھند ص ۴۸۲، نزھتہ الخواطر ص ۴۸۶

(۲) گلستان سخن

(۳) ایضاً

Marfat.com

کے فرزند گرامی اور اپنے وقت کے نامور بزرگ شیخ معصوم سرہندی کے مرید تھے۔ شیخ محمد صالح کے حالات تفصیل سے ہمیں نہیں ملے۔ شاہ محمد صالح نام تھانیسر ہی کے ایک اور بزرگ گذرے ہیں جو فارسی شعر و ادب میں ممتاز مقام حامل تھے فارسی شعراء، کے تحت، نسبتی تخلص کے ذیل میں ہم ان کا ذکر کر چکے ہیں کہیں شیخ محمد صالح اور نسبتی ایک ہی تو نہیں، لیکن نسبتی کا حضرت معصوم سرہندی سے ارادت کا ثبوت نہیں ملتا! ایک قیاس یہ بھی ہے کہ نسبتی ہی دراصل شیخ چلی ہیں جن کا مزار تھانیسر میں ابتک موجود ہے بہرحال مکتوبات معصومیہ کے دفتر اول میں مکتوب نمبر ۱۰۵ شیخ محمد صالح تھانیسری کے نام ہے۔ (۱)

شیخ صدیق

شیخ صدیق شیخ محمد صالح تھانیسری کے فرزند اور شیخ محمد معصوم سرہندیؒ کے مرید تھے۔ مکتوبات معصومہ کے دفتر سوم میں مکتوب نمبر ۱۰۳ انہیں کے نام ہے۔ مزید حالات نہیں ملے۔ (۲)

(۱) زوار حسین شاہ انوار معصومیہ ص ۳۴۷ (۲) انوار معصومیہ ص ۳۵۷

Marfat.com

حکماء

حکیم پیر بخش

حکیم پیر بخش مولانا امام بخش صہبائی کے بڑے بھائی تھے ان کا خاندان اصلا فاروقی ہے والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب شیخ عبد القادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔آپ تھانیسری الاصل ہیں سرسید احمد خان سے ان کے روابط تھے۔حکیم حاذق اور ماہر طبیب تھے۔حکیم نصر اللہ سے علم طب کی تحصیل کی اور نسخہ نگاری کی مشق حکیم احسن اللہ خان کی خدمت میں کی (آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے وزیر اور ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں در پردہ انگریزوں کے بہی خواہ تھے) سرسید احمد خان لکھتے ہیں: اس فن میں دستگاہ کامل بہم پہنچائی۔راقم کے ساتھ رابطۂ محبت کا برادرانہ سلوک رکھتے ہیں نہ ان کے خُلق کی صفت بیاں میں آ سکتی ہے اور نہ کمال کی تعریف لکھی جا سکتی ہے ایک عرصۂ دراز سے نواب بہادر جنگ رئیس بہادر گڑھ کی سرکار میں عہدہ طبابت پر مامور ہیں اور اس نواح میں ان کا وجود مغتنم ہے وہاں کے لوگوں کو ان کی ذات سے وہ منافع حاصل ہیں جو نفس عیسی سے بھی متصور نہ ہوں''۔(۱)

مولانا انتظام اللہ شہابی لکھتے ہیں:

مولانا امام بخش فاروقی صہبائی ابن مولانا محمد بخش تھانیسری کے دوسرے بھائی حکیم پیر بخش تھے دلّی میں کوچہ چیلان میں مکان بنالیا تھا علوم فارسی عبداللہ علوی سے تحصیل کئے فارسی میں ید طولی حاصل تھا علامہ (صہبائی) کے اثر سے شعر گوئی سے بھی لگاؤ پیدا ہوگیا۔استاد نے

(۱) سرسید احمد خان: آثار الصنادید ص ۵۳۔ ج ۲

Marfat.com

وہ گر سکھائے کہ نوعمری میں مرزا قتیل فرید آبادی کے ہم پایہ استاد سمجھے جانے لگے۔(۱)

حکیم حسن بخش

حکیم حسن بخش خان تھانیسر کے خانوادۂ علمی کے فرد اور ۱۸۵۷ء سے قبل دہلی کے معروف و حاذق طبیب تھے صہبائی ان کے چچا زاد بھائی ہیں۔ سر سید احمد خان ان کے بارے میں لکھتے ہیں: سرگروہ کملائے شہر بل زبدۂ افاضل دہر اسوۂ دانش مندان زماں حکیم حسن بخش خاں وطن ان کے آباء اجداد کا شہر تھانیسر اور مولد و مسکن ان کا شہر شاہجہاں آباد جمیع فنون اور علوم میں مثل معقول و منقول و حکمت و هندسہ و ہئیت میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور کتب طبیہ بہ سبب کمال حافظے کے قانونچے سے قانون شیخ الرئیس تک بلا تشبیہ مثل عبارت قران مجید از بر یاد تھیں علم عقلیہ کی معاونت سے کسی کو معاصرین سے ان کے ساتھ یارائے مناظرہ نہ تھا بارہا مشاہدہ ہوا کہ جس مجلس میں اس زبدۂ ارباب کمال کا هنگامۂ گفتگو گرم ہوا جمیع حضار مجلس مثل تصویر کے ساکت اور صامت رہ گئے اوائل حال میں نواب فیض محمد خان رئیس جھجر کی سرکار میں منسلک رہے اور اس رئیس کی وفات کے بعد چندے خانہ نشین اور بعد اس کے حضور سراج الدولہ بہادر شاہ میں صاحب عالم مرزا فخر الدین بہادر کی سرکار میں عہدۂ طبابت پر مامور ہوئے دو تین سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ جہان فانی کو وداع کیا۔(۲)

(۱) (انتخاب یادگار … ص ۹۳)

(۲) آثار الصنادید

Marfat.com

کروڑیان وعمائد

سعد الملک شہاب عفیف

ملک سعد الملک شہاب عفیف عہد فیروز شاہی کے نامور مورخ شمس سراج عفیف، مؤلف تاریخ فیروز شاہی کے جدامجد (پردادا) ہیں وہ سلطان علاء الدین تغلق کی جانب سے دیبال پور، ابوہر اور اسکے نواحی علاقے کے عامل تھے۔ سلطان تغلق بہت سے اہم امور میں ان سے مشورہ کرتا تھا۔ وہ فیروز شاہ تغلق کے رضاعی باپ بھی تھے۔ انکی مستورات کی شاہی گھرانے میں کثرت سے آمدورفت تھی اسی دوران فیروز شاہ کو ان کی اہلیہ نے دودھ پلایا تھا۔ انکے بیٹے شمس شباب عفیف فیروز شاہ تغلق کے رضاعی بھائی تھے۔ (۱)

شمس شباب عفیف

شمس شباب عفیف عہد فیروز شاہی کے نامور مورخ۔ شمس سراج عفیف، مؤلف تاریخ فیروز شاہی کے دادا ہیں۔ وہ فیروز شاہ تغلق کی پیدائش کے دن ہی تولد ہوئے اور بہت سے مناسب جلیلہ پر فائز رہے۔ شاہی گھرانے میں ان کے خاندان کی بہت کثرت سے آمدورفت تھی۔ انکے بیٹے اور مورخ عفیف کے والد بادشاہ کے مخصوص اہل دربار میں داخل اور عہدۂ شب نویسی پر فائز تھے۔ اس کے علاوہ مورخ کے بھائی بھی محکمہ نہر کے ایک عرصے تک نگراں رہے۔ عفیف

(۱) عفیف: تاریخ فیروز شاہی، ص ۹۷، ۱۱۰، ۱۰۵

Marfat.com

کے والد اور چچا دیوان وزارت میں بھی قابل اعتبار منصب پر فائز رہے۔(۱)

شیخ احمد تھانیسری

شیخ احمد حضرت مجدد الف ثانی کے بردار نسبتی ہیں ان کے والد شیخ سلطان تھانیسری بڑے عالم فاضل اور مقربین شاہی میں سے تھے۔ شیخ مجدد الف ثانی نے ایک گرامی نامہ عبدالرحیم خان خاناں کے نام لکھا تھا اس میں بعض شرعی مسائل کے علاوہ اخیر میں شیخ احمد کی سفارش میں چند سطر تحریر کی گئی تھیں: شیخ مجدد کا وہ مکتوب یہی مرسل الیہ تک پہنچا کے آئے تھے۔ مکتوب سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نام ایک گاوں تھا جو کسی وجہ سے ضبط ہوا اس کی واگذاری کا مسئلہ تھا۔ لکھتے ہیں:

بقیۃ المرام رافع رقیمۂ فقرا میاں شیخ احمد والا اعزت۔ مغفرت پناہی شیخ سلطان تھانیسری است ملاحظۂ الطاف۔ واحسانہائے شمارا کہ نسبت بہ پدر بزرگوار نمودہ بخدمت علیہ۔ بتوسل این فقیر خود را رسانیدہ است و از جملہ الطاف ایشاں۔ موضع بود کہ در پرگنہ اندور کرم فرمودہ بودند

والا مر عندکم بل کل من عنداللہ (۲)

سلطان تھانیسری کی وفات کے بعد ان کے بیٹے تنگی کی زندگی گذارنے لگے تو شیخ مجدد الف ثانی نے اپنے ایک مکتوب میں خواجہ جہاں سے تنگی معیشت ان کے فقرو پریشانی اور اپنی بے چینی کا اظہار کیا تھا لکھتے ہیں:

البقیۃ من المقصود اظہارا لا ضطرار و ضیق المعیشۃ لا بنی المرحوم الشیخ السلطان فالملتمس من جانبکم مدد ہم و اعانتہم فانکم حر

(۱) عفیف: تاریخ فیروز شاہی ،ص ۹۷، ۱۱۰، ۱۰۵)

(۲) مکتوب نمبر ۲۱۴ دفتر اول حصہ سوم

Marfat.com

یو بذلک بل مؤ فقون بقضاء حوائج الناس طرا زاداللّٰہ تعالٰی توفیقکم و جعل الخیر رفیقکم و السلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدی۔(۱)

شیخ زکریا

شیخ زکریا حضرت مجدد الف ثانی کے خسر حاجی سلطان تھانیسری کے بھائی تھے۔ شیخ مجدد نے اپنے مکاتیب میں ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے وہ بھی اپنے برادر بزرگ شیخ سلطان کی طرح منصب کروڑی پر فائز رہے۔ شیخ مجدد نے نواب مرتضی خان سے ایک خط ارسال کر کے ان کی سفارش کی تھی، لکھتے ہیں: میاں زکریا اپنے پرگنہ سے بار بار لکھتے ہیں اور آپ کی خدمت علیہ میں بہت نیازمندی ظاہر کر تے ہیں اور معاملہ کروڑی گری سے ڈرتے ہیں اور عالم اسباب میں آپ کی مقدس بارگاہ سے التجاء رکھتے ہیں اور بظاہر آپ کی توجہ عالی کے سوااور کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے آپ کی عنایت کے امیدوار ہیں کہ جس طرح آگے آپ نے ان کی نوازش کی ہے اب بھی دستگیری فرمائیں اور حادثوں کی بھیڑوں سے محفوظ رکھیں اور کمال ادب کے باعث بذریعہ عریضہ عرض نہیں کر سکتے فقیر کی طرف رجوع کر کے اپنے احوال ظاہر کرتے ہیں امید ہے کہ آپ ان کا سوال قبول کریں گے‘‘(۲)

حضرت مجدد نے اپنے ایک اور گرامی نامہ میں شیخ فرید (نواب مرتضی خان) سے اپنے چچیا خسر شیخ زکریا کی سفارش کی تھی لکھتے

(۱) مکتوب نمبر ۲۵ دفتر اول

(۲) مکتوب نمبر ۴۳ دفتر اول، حصہ اول

Marfat.com

ہیں: بقیہ التصدیع آنکہ فضائل مآب شیخ زکریا درین سن وسال گرفتار کروری گری است باوجود این گرفتاری ہموارہٗ از محاسبہ عاجلہ کہ در کمال آسانی است نسبت محاسبہٗ آجلہ ہراسان است و ثیقہٗ عظمی در عالم اسباب توجہ شریف میداند امیدوار است کہ بدیوان جدید نیز ظاہر شود کہ ایشان از خادمان درگاہ عالی اند'' (۱)

ترجمہ: باقی تکلیف یہ دیجاتی ہے کہ فضائل مآب شیخ زکریا اس سال کروڑ گیری (تحصیلداری) میں گرفتار ہے باوجود اس گرفتاری کے دنیاوی محاسبہ سے جو عاقبت کے محاسبہ کی نسبت بہت آسان ہے بہت ڈرتا ہے اور عالم اسباب میں بڑا ذریعہ اور وسیلہ آپ ہی کی توجہ شریف کو جانتا ہے امید کہ نئے دفتر سے بھی ظاہر ہو جائے گا کہ یہ آپ کی عالی درگاہ کے خادموں میں سے ہے''

تومر ادل دہ و دلیری بیں
روبہٗ خویش خوان وشیری بیں

شیخ زکریا کروڑی کے کسی مسئلہ کی بنا پر قید خانہ میں بھی ڈالے گئے اسوقت انہوں نے شیخ مجدد کو خط لکھکر اپنی رہائی کیلیے کوشش کرنیکی درخواست کی تھی، شیخ مجدد ایک مکتوب میں خواجہ دوست محمد کابلی صاحب اقبال نامۂ جہانگیری کو شیخ زکریا کی رہائی کیلئے لکھتے ہیں:

''بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ زکریا جو پہلے کروڑی یعنی تحصیلدار تھا عالم فاضل آدمی ہے شومئی اعمال سے کچھ مدت سے قید خانہ میں ہے بڑھاپے کی کمزوری اور گذارہ کی تنگی اور مدت کی درازی سے تنگ و عاجز ہو کر فقیر کی طرف لکھا ہے کہ عسکر (چھاونی) میں آکر ہمارے چھڑانے کی کوشش کریں رستہ کی مسافت آنے سے مانع ہے چونکہ یہ سے

(۱) مکتوب نمبر ۲۰ دفتر اول

Marfat.com

بھائی خواجہ محمد صدیق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں نا چار چند کلمات لکھکر آپ کو تکلیف دی گئی ہے امید ہے کہ اس بوڑھے ضعیف کے بارے میں توجہ عالی سے کام لیں گے وہ عالم بھی ہے اور بوڑھا بھی۔

عبدالقادر بن شیخ زکریا تھانیسری

عبدالقادر شیخ مجدد الف ثانی کے چچیا خسر شیخ زکریا کے فرزند گرامی ہیں، ان کے والد بڑے عالم فاضل اور بڑے عہدہ دار تھے، عبدالقادر بھی تعلیم یافتہ تھے، شیخ مجدد الف ثانی نے انہیں ایک مکتوب عربی میں ارسال کیا تھا ان دنوں یہ اپنے والد ماجد سے ابتدائی عربی پڑھتے تھے اور سرکاری منصب دار تھے۔ لکھتے ہیں:

''بقائے دنیا بس اندک است و عذاب آخرت بسیار شدید و دائی است عقل دور اندیش را کار باید فرمود و بطراوت بے حلاوت دنیا مغرور نباید شد اگر بدنیا کئے را عزت و آبرو باش کفار دنیا دار باید کہ از ہمہ عزیز تر باشند و بظاہر دنیا فریفتہ گشتن از بے خردی است فرصت چند روزہ راغنیمت باید شمرد و در مراضی خدائے عزوجل باید کوشید و بخلق خدا باید احسان نمود التعظیم لامر اللہ و الشفقۃ علی خلق اللہ ہر دو اصل عظیم انداز برائے نجات اخروی مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام ہر چہ فرمود است مطابق نفس الامر است ہزل و ہذیان نیست خواب خرگوش تا چند خواہد بود آخر رسوائی است و بینوائی کیف رسوائی و بے نوائی قال اللہ سبحانہ و تعالی افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون۔ ہر چند میدا ند کہ وقت شما تقاضائے استماع امثال ایں سخنان نمی کند عنفوان جوانی است و تنعمات دینوی میسر و حکومت و تسلط بر خلائق حاصل اما شفقت بر احوال شما باعث ایں گفتگو می گردد ھنوز ہیچ نرفتہ است وقت توبہ

Marfat.com

وانابت است خبر شرط است ؎ در خانہ اگر کس است یک حرف بس است۔ (۱)

ترجمہ: ''دنیا کا بقا بہت تھوڑا ہے اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور دائمی ہے عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور دنیا کی طراوت اور حلاوت پر مغرور نہ ہونا چاہئے اگر دنیا کے باعث کسی کی عزت وآبرو ہوتی تو کفار دنیا دار سب سے زیادہ عزت والے ہوتے اور دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہونا بیوقوفی ہے چند روزہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے اور خدا تعالی کے پسندیدہ کاموں میں کوشش کرنی چاہئے اور خلق خدا پر احسان کرنا چاہئے۔ اللہ کے امر کی تعظیم کرنا اور خلق خدا پر شفقت کرنا آخرت کی نجات کیلئے دو بڑے رکن ہیں مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا ہے حقیقت حال کے مطابق ہے بے ہودہ اور بکواس نہیں ہے، یہ خواب خرگوش کب تک؟ آخر رسوائی اور خواری اٹھانی پڑے گی حق تعالی فرماتا ہے: کیا تم نے خیال کیا ہے کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہمارے طرف نہ پھرو گے'' اگرچہ معلوم ہے کہ تمہارا وقت اس قسم کی باتیں سننے کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ جوانی کا آغاز ہے اور دینوی عیش وعشرت سب موجود، اور خلقت پر غلبہ اور حکومت حاصل ہے، لیکن آپ کے حال پر شفقت اس گفتگو کا باعث ہوئی، ابھی کچھ نہیں گیا، توبہ وانابت کا وقت ہے اس لئے اطلاع دنیا ضروری ہے۔ در خانہ اگر کس است یک حرف بس است (گھر میں اگر کوئی ہے تو اسے ایک حرف کافی ہے)۔

(۱) مکتوب ۹۸، دفتر اول حصہ اول

Marfat.com

علمائے سنسکرت، تاریخ و موسیقی

عبدالعزیز شمس (شمس سراج عفیف) تھانیسری

عبد العزیز شمس تھانیسری ۱۳۴۲ء کو پیدا ہوئے ان کا خاندان معزز سرکاری مناصب پر فائز رہا۔ لیکن عفیف خود کوئی عہدہ دار نہیں تھے ان کی تاریخ فیروز شاہی پندرھویں صدی عیسوی میں لکھی گئی ایک عظیم تاریخی تصنیف ہے جسمیں تین تغلق فرمانرواؤں (غیاث الدین تغلق، محمد شاہ تغلق اور فیروز شاہ تغلق) کے مفصل حالات وسوانح لکھے ہیں۔ عفیف عہد فیروز شاہی کے معتبر مورخ مصنف اور علم نجوم کے ماہر تھے ان کی تصانیف میں ''تاریخ فیروز شاہی'' کے علاوہ کتاب النجوم مشہور ہے اول الذکر طبع ہو چکی ہے اور مؤخر الذکر کا ایک مخطوطہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہے عبد العزیز شمس کو فن موسیقی پر بھی کامل دستگاہ تھی انہوں نے فیروز شاہ کے حکم سے ''باراہ سنکتا'' (جو سنسکرت میں موسیقی کے موضوع پر ایک قدیم تصنیف ہے) کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

تاریخ فیروز شاہی:

عفیف کی موقر تصنیف تاریخ فیروز شاہی ہندوستان کی اولین تاریخی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ مشہور مورخ جگدیش نرائن سرکار لکھتے ہیں:

''وہ (تاریخ فیروز شاہی) سوانح عمری کی ایک مثال تھی چونکہ مناقب کی اصطلاح سلطانوں کیلئے نہیں بلکہ بزرگ لوگوں کیلئے

Marfat.com

استعمال ہوتی ہے اس لئے اس کتاب میں ایک زیریں قسم کی تصوفانہ موج تھی۔ عفیف نے اسناد کی مدد سے لکھا، اور قابل اعتماد واقعہ میں گو اشخاص کی شہادتیں قبول کر لیں لیکن اسنے نزاعی معاملات کا فیصلہ کرنے کیلئے اپنے ثبوت اور شہادت دلیل کے طور پر پیش نہیں کئے۔ تاریخی حقائق کی تصدیق کے واسطے برنی کی طرح عفیف کا آخری معیار بھی مذہبی ہی تھا۔ جب وہ اپنی کتاب کے بیانات کی حمایت میں دوسرے مصنفین کی کوئی عام خبر یا مخصوص سند نہیں دیتا ہے تو عینی شواہد پر تکیہ کرتا ہے وہ تاریخ میں غیر تاریخی حقائق کی مدد سے فہم و بصیرت تلاش کرتا ہے۔ اور یہ تلاش تاریخ سے ماورا اس پورے نظام میں کی جاتی ہے جو پوشیدہ ہے اور جسے خدا نے تخلیق کیا ہے''۔(۱)

حاجی سلطان تھانیسری

حاجی سلطان تھانیسری اکبری دور کے مشہور فاضل تھے عربی زبان، فقہ و اصول پر انہیں خاصہ ملکہ تھا ان کی پیدائش تھانیسر میں ہوئی وہیں علمائے وقت سے تعلیم حاصل کی حج و زیارت سے شرف یاب ہو کر ہندوستان لوٹے اور شہنشاہ اکبر کے قریبی امرا میں ان کا شمار ہونے لگا اکبر کے حکم سے مہابھارت کا سنسکرت سے فارسی میں ''رزم نامہ'' کے نام سے ترجمہ کیا اس میں چار سال صرف ہوئے ابوالفضل نے ۹۹۵ھ میں اس پر مقدمہ لکھا۔ حاجی سلطان جن دنوں مہابھارت کا فارسی میں ترجمہ کر رہے تھے کسی نے ان سے دریافت کیا: ''این چیست کہ می

(۱) ہندوستانی دور وسطی کے مورخین مرتب محب الحسن ص ۲۹۵-۲۹۶۔
شیخ محمد اکرام: آب کوثر ص ۴۴۴، خلیق نظامی سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات

Marfat.com

نویسید'' (یہ آپ کیا لکھ رہے ہیں؟) تو انہوں نے جواب دیا'' حرف دہ هزار ساله رابزبان حال موافق می سازم'' (دس ہزار سالہ (پرانے) حروف کو دور حاضر کے مطابق کررہا ہوں)

ایک مرتبہ اہل ھنود نے ان پر گاؤ کشی کا الزام لگایا (جو اکبری عہد میں ھنود کے تالیف قلب کیلئے ممنوع تھی) اس پر اکبر بادشاہ ان سے سخت ناراض ہوا اور سکھر کی طرف جلاوطن کردیا۔ وہاں عبدالرحیم خان خاناں گورنر سندھ کے منصب پر فائز تھا، شیخ سلطان نے ان سے رجوع کیا اور بادشاہ کے حضور اپنی سفارش کرائی۔ عبدالرحیم اکبر کا چہیتا تھا اس کی بات بھلا کیسے ٹالی جاسکتی تھی اس لئے شیخ سلطان کو تھانیسر میں رہنے کی اجازت ہوگئی اور تھانیسر و کرنال کی کروڑ گیری کا عہدہ دوبارہ سپرد ہوا (کروڑی خراج وصول کرنے والے محکمے کا سب سے بڑا عہدہ دار ہوتا تھا) شیخ سلطان مدت العمر اسی منصب پر فائز رہے۔

وفات: ایک عرصے بعد ھندوؤں نے اکبر سے گاؤ کشی کے مسئلہ میں حاجی سلطان کی شکایت کی، اکبر ان دنوں کروڑیوں کے ساتھ خاص طور پر سختی سے پیش آرہا تھا۔ چنانچہ شیخ کو یکم جنوری ۱۵۹۸ء مطابق ۲/ جمادی الاخری ۱۰۰۷ھ میں پھانسی دیدی گئی۔

روضتہ القیومیہ میں حاجی سلطان تھانیسری کے حالات بڑے دلچسپ انداز میں بیان کئے گئے ہیں لکھا ہے'' حاجی سلطان کو اکبر کے دربار میں بڑا اقتدار حاصل تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے ان سے فرمایا تم ہمارے لئے قرآن مجید لکھو، حاجی سلطان آسمان کی طرف دیکھنے لگے بادشاہ کے پوچھنے پر انہوں نے کہا، آسمان سے جبرائیل تمہارے لئے قرآن مجید لائے تو میں بھی لکھوں'' بادشاہ یہ سنکر شرمندہ ہوگیا اور انہیں اپنے ہاں سے دور کرنے کی ٹھان لی اور انہیں لاہور اور

Marfat.com

دہلی کے درمیانی علاقے کی حکومت سپرد کی، شیخ سلطان وہاں پہنچے تو بارہ برس تک انہوں نے بادشاہ کو ایک پیسہ نہ بھیجا بلکہ سرکاری لگان علماء و فقراء میں تقسیم کرتے رہے۔ کسی تقریب سے بادشاہ کا ادھر جانا ہوا تو بارہ سالہ خراج کی بابت ان سے پوچھا شیخ سلطان تھانیسری نے بادشاہ سے کہا ''تو مرتد ہوگیا ہے اور مرتد کا مال اڑانا جائز ہے اس لئے میں نے اسے فقراء اور مساکین پر خرچ کر دیا پھر بغل سے ایک پتھر نکال کر بادشاہ کے چہرہ پر ایسا مارا کہ پیشانی سے خون بہنے لگا پھر شیخ صاحب کو اکبر کے حکم سے سولی پر چڑھا دیا گیا''۔

معاصرین:

شیخ سلطان تھانیسری کے ابوالفضل اور ملا عبدالقادر بدایونی سے بہت گہرے تعلقات تھے مؤخرالذکر کے وہ بہت خیر خواہ تھے بدایونی مخدوم الملک سے ان کے زمانہ اقتدار میں ملنے گیا تو شیخ سلطان بھی ان کے ساتھ تھے پھر روضۃ الاحباب سے متعلق ملا عبدالقادر اور مخدوم الملک میں ناخوش گوار بحث شروع ہوگئی تو شیخ سلطان، بدایونی کو اشارے سے منع کرتے تھے اور احتیاط سے کام لینے کا مشورہ دیتے تھے۔

حاجی سلطان شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ ابوالفتح اور شیخ نظام الدین تھانیسری کے ہم عصر تھے، ہوسکتا ہے دونوں اول الذکر حضرات سے استفادہ بھی کیا ہو؟ شیخ مجدد الف ثانی کی اہلیہ محترمہ جن کے بطن سے علم وفن شریعت وطریقت کے آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے انہیں شیخ سلطان تھانیسری کی بیٹی تھیں قیاس ہے کہ ۹۹۹ھ کے قریب شیخ مجدد الف ثانی کی شادی تھانیسر سے ہوئی۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد کی زندگی میں اس شادی کی بڑی اہمیت

Marfat.com

ہے، ایک تو آپ کی اہلیۂ محترمہ کے درجۂ عالی کی بنا پر دوسرے ان کے والد شیخ سلطان کی وجہ سے جو ایک ممتاز عالم، ادیب اور حاکم علاقہ تھے اکبر سے قریب رہنے کی باوجود اس کی مذھبی پالیسی کے سخت مخالف تھے، اور قرین قیاس نہیں کہ ان کے خیالات اور واقعات زندگی کا ذہین اور قابل داماد پر کوئی اثر نہ ہوا ہو''۔

سانحۂ ارتحال پر معاصر تواریخ کے اندراجات :

حاجی سلطان کے سانحۂ ارتحال اور اس کربناک انجام پر معاصر تواریخ میں کئی اندراجات ملتے ہیں اکبرنامہ میں ہے:

''دریں روز شیخ سلطان را از حلق کشیدند، در گروہ عمامہ داراں می زیست۔ آرزوے عمل گزاری اور اکالیوہ ساخت، تھانیسر (کہ بنگاہ او بود) بدو سپردند از بدمستی دنیا کین ہارا تازہ برساخت، و بہ جان گزائی نیکواں برخاست، چوں داد خدارا بداں شہر گزارشد و لختے ستمگاری او خاطر نشین گشت بسزائے کردار خود رسید'' (۱)

اقبال نامۂ جہانگیری کا مصنف لکھتا ہے:

''چوں موکب اقبال بنواحی تھانیسر رسید خلق انبوہ از بروے سلطان کروڑی آنجا دادخواہ شدند و بعد از تحقیق بظہور رپیوست کہ دریں ملک تظلم و بیداد از وب فعل آمد، حکم شد کہ ہماں جا از حلق برکشند، کہ عبرت دیگراں شود'' (۲)

حادثہ وفات کے بعد:

شیخ سلطان تھانیسری ایک سخی انسان تھے انہوں نے اپنی اولاد کیلئے کوئی جائداد زمین نہیں چھوڑی ہوسکتا ہے عتاب شاہی کے بعد ان کی

(۱) اکبرنامہ ۷۴۸، ج ۳

(۲) اقبال نامۂ جہانگیری، ص ۴۵۹، ج ۲

Marfat.com

جائداد بھی ضبط ہوگئی ہو حضرت مجدد الف ثانی کا ایک عربی مکتوب خواجہ جہاں کے نام ہے اس میں شیخ سلطان کے دونوں بیٹوں کی سفارش کی گئی ہے، لکھتے ہیں:

''شیخ سلطان مرحوم کے دونوں بیٹوں کیلئے گزارہ ومعیشت کی بہت تنگی وناچاری ہے آنجناب سے التماس ہے کہ ان کی ہر طرح مدد واعانت کریں کیونکہ آپ اس بات کے لائق ہیں''۔

مراجع ومصادر:

روضۃ القیومیہ، اکبرنامہ، اقبال نامہ جہانگیری، حضرات القدس مکتوبات امام ربانی، تذکرۂ علمائے ھند (مرتبہ ایوب قادری) ص ۸۰، نزہتہ الخواطر، ص ۱۶۲، ج ۵، رودکوثر، سید زوار حسین شاہ: حضرت مجدد الف ثانی۔

Marfat.com

عربی شعراء

قاضی عبدالمقتدر

قاضی عبدالمقتدر تھانیسری ثم دہلوی کا سلسلۂ نسب مشہور قاضی شریح بن حارث کندی، قاضی کوفہ اور تابعی مشہور تک پہنچتا ہے ان کے جد بزرگوار شیخ سلیمان، قطب الدین خلجی کے عہد میں وارد ہندوستان ہوئے۔ شمالی ھند کے مختلف علاقوں میں قضا کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوئی بالآخر تھانیسر میں اقامت اختیار کی یہیں ۷۰۴ھ کو قاضی عبدالمقتدر پیدا ہوئے۔ اس وقت دہلی میں علم و فن کی نابغۂ روزگار شخصیتیں جمع تھیں۔ قاضی صاحب نے دہلی میں شمس الدین محمد اودھی سے درسی کتب کی تکمیل کی شیخ شمس الدین عربی زبان وادب اور دیگر علوم اسلامی میں ایک ذمہ دار شخصیت کے مالک تھے۔ قاضی عبدالمقتدر نے تحصیل علم کے دوران ہی شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی سے راہ و رسم پید کی اور ان سے تفسیر کشاف اور بزدوی پڑھی وہ اکثر شیخ نصیر الدین محمود کی مجلس میں رہتے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد شیخ کے ہاتھ پر سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔ اس طرح وہ ایک باوقار قاضی وفقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ معنوی کمالات کے حامل ادیب اور عارف بھی تھے۔ ۲۶ محرم ۷۹۱ھ کو دہلی میں قاضی عبدالمقتدر نے انتقال کیا۔ ان کی قبر مہرولی میں حوض شمسی کے قریب ہے۔ عربی زبان وادب میں مہارت وکمال کیلئے ایک تابندہ ثبوت ان کا مشہور قصیدہ لامیۃ العجم ہے جو آجتک اہل علم وادب سے داد تحسین وصول کر رہا ہے آپ کے پوتے شیخ ابوالفتح بن عبدالحی بن عبدالمقتدر نے آپ کے ملفوظات جمع کیئے تھے۔

Marfat.com

قاضی عبد المقتدر کے فرزند عبد الحی تھے لیکن وہ جوانی ہی میں فوت ہو گئے ان کے بیٹے شیخ ابوالفتح بڑے عالم فاضل بزرگ ہوئے ان کی پرورش قاضی عبد المقتدر ہی نے کی یہ بھی قاضی صاحب کی طرح عربی زبان کے شاعر و ادیب تھے "رسالۂ عربی" کے نام سے ۵۹۶ صفحات پر مشتمل انکی ایک عربی تصنیف رضا لائبریری، رامپور میں قلمی موجود ہے۔

مخدوم شیخ حسام الدین فتحپوری قاضی عبد المقتدر کے شاگرد رشید اور خلیفہ تھے ان کی وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں اول یہ کہ ۲۶ رمحرم ۹۱ے ھ کو ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ۸۸ے ھ کو فوت ہوئے جبکہ سلطان محمود بن محمد بن فیروز شاہ کا دور تھا۔ دہلی میں شیخ قطب الدین بختیار اوشی کے مزار حوض شمسی کے جنوب میں جہاں شیخ عبد الصمد بن شیخ ابوالفتح جونپوری کی قبر ہے، ان کی قبر ہے۔ شیخ ابوالفتح سکندر لودھی کے عہد میں جونپور سے دہلی آئے اور اپنے اجداد کا مقبرہ تعمیر کرایا۔

قصیدہ لامیۃ العجم

یا سانق الظعن فی الاسحار و الاصل — سلم علی دار سلمی فادک ثم سل

عن الظباء التی من دابها ابد — سید الاسود بحسن الدل و الذجل

و عن ملوک کرام قد مضواقد دا — حتی یجیبک عنہم شاہد الطلل

دار اذار حلت عنہا سلم غدب — منہا المنامہ فیہا لامنہا الدلل

اضحت اذابعدت عنہا کواعبہا — اطلالہا مثل اجفان بلا مقل

ان الظباء التی اصبحن رافلۃ — فیہا، لہا حور صیدت عن الحدل

ان کن مستغنیات فی تزینہا — عن الحلی و لحل العین و الحلل

فان کن ملکت قلبی لہاشرف — علی المہا العین و الارام بالاطل

فدی فوادی اعرابیۃ سکنت — بیتا من المقلب معمور ابلا حول

Marfat.com

من نور و جنتها من حسن غرتها　　من طرتها من طرفها الثمل
الشمس فی اسف و البدر فی کلف　　والمسک فی شغف و الريم فی خجل
بخيلة بوصال المستهام بها　　والجود فالخود مثل ابخل فی الرجل
کانها ظبية لکن بينهما　　فرقا جليا بعظم الساق والکفل
خيالها عند من يهوی زيارتها　　احلی من الامن عندالخالف و الوجل
کيف السبيل اليها بعد ان حفظت　　بالبيض و السمر فی اعلی دری الجبل
طرقتها فجاة والليل فی جدل　　والذئب فی کسل والقوم فی شغل
قالت لک الويل هلا خفت من اسد　　له براثن کالعسالة الذبل
فقلت انی مليک صيده اسد　　و صيد غيری من ظبی و من وعل
قالت فما تبتغی لا منع قلت لها　　کلا فانی عفيف القول والعمل
وانی رجل من معشر سحبوا　　ذيل البتل والتقوی علی زحل
لا يطمحون و لکن کان ديدنهم　　اعطاء ماملوا کا لعارض الهطل
اسداذ اسخطوا افنوا اعدوهم　　قوم اذافرحوا اعطوا بلا ملل
ما قال قائلهم يوما لواحدهم　　لوکنت من مازن لم تستبح ابلی
يا طالب الجاه فی الدنيا تکون غدا　　علی شفا حفرة النيران والشعل
يا طالب العزفی العقبی بلا عمل　　هل تنفعنک فيها کثرة الامل
يا ايها الطفل انت الطفل فی امل　　وشمس عمرک قدمالت الی الطفل
يا من يطاول فی البنيان معتمدا　　علی القصور و خفض العيش والطول
لانت فی غفلة والموت فی اثر　　يعدو و فی يده مستحکم الطبل
فاقنع من العيش بالادنی تکن ملکا　　ان القناعة کنز عنک لم يزل
ثم اغتنم فرصة من ان ضعفت　　قواک من سطوة الامراض والعلل
ولا تکن لمزيدالرزق مضطربا　　واقنع بما قسم القسام فی الازل
لا يغترر بزمان کادشيمته　　ان غرغرايعزمنه منتقل

Marfat.com

فلا يغرن دنياكم فانبها — من عزبز فكن منها على وهل
فالعذر منها ومنى العذل واعجبا — انى تحيرت بين العذر و العذل
يا ايها الناس ان العمر فى سفر — و ان اوقاتكم وا لله كالظلل
انا المنايا بلاشك لاتية — و انتم فى المنى و المين والكسل
طابت حيوة لصعلوك له سغب — وقلبه بات ذاصبرو ذاحذل
العلم والحلم و الاحسان دائمة — وا لصبر عندالبلا يا سنة الرسل
طوبى لذى عسر بالفقر مفتخر — بالجوع مبتهج بالله مشتغل
هيهات اين الاولى كانوااولى شرف — ومكنة وعلافى الاعسرالاول
لله در ففير مالك ادبا — وحسن خلق بفضل الله مكتفل
مجاهد النفس والشيطان مجتهدا — بالفرض والنفل حتى فازبالنفل
اكالة اكلت كالهر ماولدت — حيالة قتلت من جاء بالحيل
ولا تخل انهاتختال دائمة — وانت مبتهج بالخيل والخول
و بالشباب الذى كالبرق فى نظر — وبالحيوة التى كانت على عجل
فلا تثق بحيوة من يعيش غدا — يو مايموت اجل مستاخرالاجل
ما تنس لا تنس ذنباكنت فاعله — استغرالله ذنبا غير معتمل
ولا مناص من الله العزيز وان — فررت منه الى الدماء والقلل
امرت نفسى شيئا قدامرت به — ياليتها قبلت ماقلت من قبلى
فما ابت فاتت بالعذرخائفة — من الملا مة والتقريظ والزلل
ولم يكن فخره الا بعزة من — اغنى الاعاجم والاعراب بالدول
محمد خير خلق الله قاطبة — هو الذى جل عن مثل و عن مثل
له المزايا بلا نقص ولا شبه — له العطايا بلا من ولا بدل
له المكارم ابهى من نجوم دجى — له العزائم امضى من قناالبطل
له الفضائل اجدى من عصاكسرت — له الشمائل احلى من جراالعسل

Marfat.com

لـه بـلاغ بـليغ جل عن خطـا | لـه كـلام فـصيح صين خطـل
لـه جـلال جليل جل منقبتـه | بين الاجلة اهل المجد و الجلل
لـه جمال اذا مـالشمس قد نظرت | اليـه: الايـا ليـت ذلك لـى؟
اقـام دينـا متينـا فا ستقام لـه | الى القيامة معصوما بلا خلل
وايـدالـحق والاسلام محتسبـا | بـلآى والـراى والهندى والاسل
النصـرقـادمـه والفتح خـادمـه | كلاهمـا عن حماه غير مرتجل
بوجهه يخجل البدر التمام كما | سوادليل بفرع فاحم رجل
بطيبه طيبة كالمسك طيّبةٌ | ورمل مكة منه دائم الرمل
اوصاف جوهره السامى سمت شرفا | عن البسيط و ركض الخيل والرمل
وعن جميع بحور كان قارضها | مثل امرى القيس فى التجويد والكمل
الجود من جود كفيه اذاهطلا | والبحر جم العطايا منه فى خجل
و معجزات لـه كالشمس ظاهرة | منها اليه حنين الجذع و الجمل
اذا مشى كان يزرى حسن قامته | بسمهرى متين الزج معتدل
ما كان فى عمره الاخاترح | الاقام قناة الدين بالنصل
يا اعظم الناس من حاج ومعتمر | واكرم الخلق من صاف و منتعل
اتيـنـا بكتاب جل منفعة | وجئتنا بسبيل ناسخ السبل
بعثت بالملة البيضاء راسخة | عطا بها سائرالاديان والملل
افحمت كل بليغ بالكتاب كما | جادلت بالسيف اهل الجدوالجدل
اضحى طلوعك يا شمس الضحى ابدا | وقد غنيت عن الميزان والحمل
ام التمنى اذاجاءتك سائلة | ارجعها وهى فى عقرمع الحبل
نداك اكثره لا ينتهى ابدا | لكن ادناه اندى من فدى السبل
ان الحسام كثيرافل مضربة | وسيف عزمك لم ينسب الى الغلل
وريح طيبك لـكفارضانرة | مسيرةالشهر مثل الورد للجعل

Marfat.com

الجبن عندك مذموم ومطرح ۔۔۔ كالحرص والكذب والاسراف والبخل
يا اعدل الخلق انصافا ومعدلة ۔۔۔ وافضل الناس اسعافا بلا مهل
نعم الرجال التى ارواحهم بذلوا ۔۔۔ يوم القراع بلا جبن ولا فشل
كذاك ماملكت ايما نهم رغبا ۔۔۔ فيما رضيت بلا وعد ولا مدل
صديق امتك الغراء ثم ابو ۔۔۔ حفص فعثمان ذوالنورين ثم على
ادنوا علوما واعمالا بلاريب ۔۔۔ نعوذ بالله من علم بلا عمل
فصحبك العزباق فضلهم ابدا ۔۔۔ وفضل امتك الباقين لم يزل
واهل بيتك فينا رحمة نزلت ۔۔۔ اهل الطهارة عن رجس وعن دخل
لا هم لا هم شرف روح كلهم ۔۔۔ بروح قربك والريحان والنزل
يا سيد المرسلين المكرمين ادم ۔۔۔ شفاعة لعبيد ضارع وجل
اردت مدح نبى الله مجتهدا ۔۔۔ حتى عجزت فقال العقل لى: فقل
يا عبد مقتدر اوصاف سيدنا ۔۔۔ تعلو علوا عن التفضيل والجمل

شیخ احمد تھانیسری

عربی کے نامور ادیب، فقہ و اصول کے مسلم الثبوت استاد

شیخ احمد تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں قاضی عبدالمقتدر تھانیسری سے تعلیم حاصل کی۔ شیخ نصیرالدین محمود سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے وہ علوم ظاہری و باطنی میں ممتاز مقام کے حامل تھے سنہ ۸۰۱ھ میں تیمور نے دہلی پر حملہ کیا اس وقت دہلی کا بادشاہ ناصر الدین محمود تھا وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر گجرات بھاگ گیا شیخ احمد تھانیسری بہت سے لوگوں کے ساتھ اس فتنہ تیموری کے موقع پر گرفتار کر لئے گئے۔ تیمور کے ساتھ صاحب ہدایہ کے پوتے شیخ الاسلام بھی تھے یہاں یہ ابہام باقی رہتا ہے کہ شیخ الاسلام سے خواجہ عبدالاول مراد ہیں یا خواجہ عبدالملک دونوں

Marfat.com

ہی صاحب ہدایہ کے پوتے ہیں؟ شیخ احمد تھانیسری اور شیخ الاسلام میں بزم تیموری میں کچھ نزاع ہو گیا کہتے ہیں کہ نشست کے تقدم و تاخر میں کچھ بات بڑھ گئی تھی۔ اس وقت تیمور نے شیخ الاسلام کا دفاع کرتے ہوئے کہا: شیخ الاسلام صاحب ہدایہ کے پوتے ہیں! شیخ احمد تھانیسری نے فرمایا: ان کے دادا جان نے ہدایہ میں کئی غلطیاں کیں ہیں اگر ان سے ایک غلطی ہو گئی تو کیا مضائقہ ہے۔ شیخ الاسلام نے جواب میں فرمایا کون سی غلطیاں کی ہیں ثبوت دینا چاہیئے! مولانا تھانیسری نے اپنے بیٹوں اور تلامذہ کو جواب کے لیے اشارہ کیا۔ لیکن تیمور نے شیخ الاسلام کے احترام میں ولحاظ میں یہ معاملہ دوسری مجلس کیلیئے ملتوی کر دیا۔

شیخ احمد تھانیسری کے فرزندان گرامی کا حال معلوم نہ ہو سکا تاہم اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ذی علم صاحب استعداد اور بلند ہمت تھے تیمور نے قلعۂ میرٹھ فتح کرنے کی کوشش کی تو شیخ احمد تھانیسری کے صاحبزادوں نے مزاحمت کی تھی اور خود میدان میں آکر مقابل ہوئے، فرشتہ لکھتا ہے: ۱۳۹۹ء میں تیمور نے قلعۂ میرٹھ پر خود حملہ کیا اور پسر مولانا احمد تھانیسری گرفتار ہوئے انہیں تیمور کے سامنے لایا گیا، مولانا خواجگی اور شیخ احمد تھانیسری میں بڑی دوستی تھی فتنۂ تیمور سے پہلے ہی مولانا خواجگی دہلی چھوڑ کر چلے گئے تھے شیخ احمد تھانیسری سے بھی ساتھ چلنے کو کہا انہوں نے غدر کر دیا تھا۔ فتنہ فرو ہونیکے بعد شیخ تھانیسری بھی مولانا خواجگی کے پاس کالپی چلے گئے مولانا خواجگی کے فرزند معنوی قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور شیخ احمد تھانیسری کے صاحبزادوں میں ایک مرتبہ کچھ نزاع واقع ہوا تو قاضی صاحب نے اس کی شکایت مولانا خواجگی سے کی مولانا نے شیخ سعدی کے یہ دو شعر پڑھے:

Marfat.com

اے پیش از آنکہ در قلم آید ثنائے تو واجب براھل مشرق و مغرب دعائے تو
اے دربقائے عمر تو نفع جہانیاں باقی مباد آنکہ نخواہد بقائے تو

تیمور شیخ احمد تھانیسری سے متاثر تھا اس نے آپ سے سمرقند چلنے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور کالپی میں مع اہل وعیال مقیم ہو گئے وہیں ۸۲۰ھ میں انتقال ہوا قلعۂ کالپی میں دفن ہوئے ''گلشن ہدایت'' تاریخ وفات ہے۔ عربی زبان وادب میں ان کا مقام بہت بلند ہے ان کے قصیدۃ والیہ پر اہل ہند کو ہمیشہ فخر رہے گا:

اطار لبی حذین الطائر الغرد وهاج لوعة قلبی التائه الکمد
واذکرتنی عهودا بالحمی سلفت حمامة صدحت من لاعج الکبد
باتت تورقنی والقوم قدهجعوا من بین مضطجع منهم و مستند
مازار طرفی غمض بعد بعد کم ولا خیال سرودار فی خلدی
لیت الهوی لم یکن بینی وبینکم ولیت حبل و دادی غیر منعقد
کانت مراسم ایام وغرتها ولت سراعا علی رغم و لم تعد
عشنا بها و عیون البین راقدة والقلب فی جزل والدهر فی رقد
والهم منصدع والکرب مندفع والجد مرتفع کالا نجم السعد
والشعب ملتئم والعهد منهزم والشمل منتظم لم یرم بالبدد
حتی استهل غراب البین فارتحلوا عند الصباح و شدوا العیس بالقدد
من کل هو جاء مر قال غذافرة تبدی النشاط علی الاعیاء والنجد
کانه لم یکن بین الحمی انس الی اللواء وکانه الحمی لم یفد
صاروا احادیث بعد ما ملؤوا مسامع الدهر بالانعاظ کا لشهد
بقیت فردا وراح الناس کلهم کالسیف یبقی بلا اغماره الفرد
لا عیش بعد لیلات اللوی وغدا ولا وصول الی ذاك الحمی بیدی
خل الاحادیث عن لیلی وجارتها وارحل الی السید المختار من ادد

Marfat.com

وليس فى الدنيا والدين و آخرتى ... سوى جناب رسول اللّٰه معتمدى
محمد احمد الهادى لامته ... الى الصراط صراط غير ملتحد
بــرؤف رحيم سيد سند ... سهل الفنار رحيب الباع والصفد
افديك بالروح والقلب المشوق معا ... والنفس والمال والاهلين والولد
رب الندى والجدى والصالحات معا ... طفلا و كهلا و فى شب و فى مرد
قد عا فنى البعد عزمى اومله ... وطال شوقى الى لقياك يا سيدى
بالعلم مكتنف بالحلم متصف ... باللطف ملتحف بالبر متسد
بالخلق مشتمل بالرفق مكتحل ... بالحق متصل بالصدق منفرد
بالشرع معتصم الدين منتقم ... فى اللّٰه مجتهد باللّٰه مقتصد
بالفقر مفتخر بالزهد مشتهر ... بالشكر متزر بالحمد منجرد
ارجوالوفادة فى ارض حللت بها ... يا لهف نفسى اذا ماكنت لم افد
عطفا على ورفقا بى و مرحمة ... فليس غيرك يا مولاى ملتحدى
يا رب صل وسلم دائما ابدا ... على النبى، نبى الحق و الرشد
وصحبه و ذويه الطاهرين ومن ... احبهم، شغفا فى الغيب والعند
مالاح برق وماسح الغمام على ... رُبى الفلا فكساها حلة القتد
وماتفرد غريد على فنن ... غض الارومة مخضل و ملتبد

Marfat.com

مجاهدین آزادی

کوتوال شرف الحق عاجز

کوتوال شرف الحق تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ وہ شیخ جلال الدین تھانیسری (۹۸۹ھ) کی نسل سے تھے حضرت عمر فاروق تک ان کا سلسلۂ نسب پہنچتا ہے۔ دلی میں دربار شاہی سے منسلک ہوئے۔ اور دہلی کے کوتوال بنائے گئے اور ایک طویل عرصہ تک اس منصب پر فائز رہے انقلاب ۱۸۵۷ء میں یہی دہلی کے کوتوال تھے ''پیر جی'' کے لقب سے شہرت پائی کوتوالی کے علاوہ بھی وہ مختلف مناصب جلیلہ پر فائز رہے۔ خدمت شاہی سے پہلے فکر سخن بھی کرتے تھے مرزا قادر بخش صابر لکھتے ہیں:

''تفویض عہدۂ کوتوالی کی ابتدا سے ابتک امور مفوضہ کو نیک نامی و دیانت کے ساتھ سرانجام دیا۔ ہوشیار خرامی وغور مقدمات دائرہ تبیان سے خارج ہے حق رسائی خلائق اور پاس مرضیات خالق ہر کام میں پیش نہاد خاطر ہے علم ضروری سے مایہ دار اور فہم وتمیز میں یگانہ روزگار تفویض عہدہ سے پہلے گاہ گاہ شعر کا اتفاق ہوتا تھا اب کہ صرف انتظام امور عباد و بلاد میں اوقات صرف ہوتی ہے اس طرف توجہ کم ہے پہلے واردات زمین سخن کا فکر دامنگیر تھا اب اون واردات کا کہ زمین ربع مسکون میں سانح ہوتے ہیں اندیشہ لاحق رہتا ہے اول صرف گفتار تھی اب محض کردار ہے ہر چند روز مرہ شعر کا روزگار قدیم کے موافق ہے لیکن صفائی اور متانت سے خالی نہیں'' (۱)

(۱) مرزا قادر بخش صابر: گلستان سخن، ص ۳۴۹، ۳۵۰

Marfat.com

کوتوال شرف الحق عاجز تخلص کرتے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں بڑی خوش اسلوبی سے انہوں نے دہلی کے انتظامی امور سرانجام دیئے لیکن انگریزی فوج کے تغلب کے بعد یہ بھی عتاب کی نذر ہوئے۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

مژگاں پہ نکل لخت جگر آئے ہیں کیا کیا
یہ خار وخس اب دیکھ ثمر لائے ہیں کیا کیا

سنبل کو آج باغ میں ہے زندگی محال
اس سروقد کی زلف گرہ گیر دیکھ کر

ترے ھجر کا اب علاج اے مسیحا
اگر دیکھتے ہیں تو سم دیکھتے ہیں

مدت سے چھوڑ بیٹھا اس جسم ناتواں کو
دم تیرے دیکھنے کو آنکھوں میں آرہا ہے

خوف ہے اسکی جبیں پر جو تری رھتی ہے
تیغ ابرو پہ یہ کیوں آب دھری رہتی ہے

کس کے یہ دیدۂ گریاں کی نظر کا ہے اثر
کاہ جو دشت میں بے آب ہری رہتی ہے(۱)

(۱) عبدالغفور نساخ: سخن شعراء، ص ۳۱۳
انتظام اللہ شہابی: ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء، ص ۱۲۵

Marfat.com

حمید الدین تھانیسری

حمید الدین تھانیسری مولانا امام بخش صہبائی کے نواسے تھے۔ تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک عظیم علمی خانوادہ کے فرد، اور عظیم مجاھد آزادی تھے۔ انکے خاندان نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں زبردست جانی اور مالی خسارہ برداشت کیا تھا۔ اس سلسلہ میں سرسید کو انہوں نے تھانیسر سے ایک خط میں لکھا تھا:

''مولانا امام بخش صہبائی مرحوم جو اس عاجز کے نانا تھے ایام غدر میں ان کے بے گناہ قتل ہونے پر عالی حضرت نے جناب نانی صاحبہ و دیگر درماندگان کا وظیفہ سرکار انگریزی سے مقرر کرا دیا تھا۔ جب تک نانی صاحبہ زندہ رہیں بدستور وظیفہ ملتا رہا۔ بندے نے والدین سے سنا تھا کہ جو احسانات آنجناب کے اس خاندان کے ساتھ ہوئے ہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ (۱)

میاں حسینی تھانیسری

میاں حسینی تھانیسری کی ابتدائی کوششیں اور تحریک مجاہدین سے وابستگی انہیں سلسلۂ کا ملان تھانیسر میں شامل کرنے پر ابھارتی ہیں وہ مولانا جعفر تھانیسری کے معاصر و رفیق کار تھے۔ ان پر بھی مجاہدین کی معاونت کا الزام تھا۔ مولانا جعفر تھانیسری جب اپنے بیوی بچوں کو پانی پت چھوڑ کر دہلی روپوش ہونے گئے تو میاں نصیر الدین سوداگر کی کوٹھی پر ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ حسینی ساکن پٹنہ اور عبداللہ بنگالی بھی تھے۔ یہ دونوں حضرات پٹنہ سے چھ اشرفیاں لیکر ادھر آئے تھے۔ اور میاں حسینی تھانیسری ان اشرفیوں کو مجاہدین کے بیت المال

(۱) حالی: حیات جاوید ص ۴۸ ۔ (حاشیہ)

Marfat.com

میں پہنچانے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ پکڑے گئے۔ اور حبس دوام کی سزا ہوئی۔ W.W.Hunter لکھتا ہے:

'It is proved against the prisoner Hussaini of Thaneswar that he was a confidential agent and go-between of the prisoners Muhammad Ja'far and Muhammad Shafi in these treasons, and that he was seized in the act of conveying 290 pieces of gold from Jafar to Muhammad Shafi for remittace to the Queen's enemies.

ترجمہ:

''یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیدی حسینی تھانیسری یقینی طور پر اس غداری میں شامل اور محمد جعفر و محمد شفیع (قیدیوں) کے معاون تھے۔ ان کو محمد جعفر سے ۲۹۰ اشرفیاں ملی تھیں جنہیں بعد میں ضبط کر لیا گیا یہ انہیں حکومت کے دشمنوں کو پہنچانے جا رہے تھے''۔

مولانا جعفر تھانیسری کے ساتھ مشہور مقدمہ انبالہ ۱۸۶۴ء میں یہ ملزم کی حیثیت سے شامل تھے۔ لیکن جب دور ابتلاء و آزمائش آیا تو ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ سرکاری گواہ بن کر نہایت ذلت و خواری کے ساتھ رہا ہوئے ان کے ساتھ درج ذیل پانچ حضرات بھی سرکاری گواہ بن کر رہا ہوئے (۱) محمد شفیع انبالوی (۲) عبدالکریم (۳) الٰہی بخش (۴) عبدالغفور (۵) حسینی عظیم آبادی، یہاں کاملان تھانیسر میں ان کا تذکرہ بے معنی تھا لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے ان کی ابتدائی کوششوں نے ہمیں ان کا ذکر بھی شامل کرنے پر آمادہ کیا نیز اس میں سر زمین تھانیسر سے ہماری بے پناہ عقیدت کا بھی دخل ہے (۱)۔

Marfat.com

اس خاک پاک سجدے نے اتنا کیا ذلیل
میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

مولانا جعفر تھانیسری

مولانا جعفر تھانیسر میں پیدا ہوئے ان کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۲ء کے قریب بتائی جاتی ہے، وہ ایک ھندی الاصل شریف برادری ''ارائین'' کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد میاں جیون کا انکی کمسنی ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ اس لئے ابتدائی عمر میں تعلیم کی طرف توجہ نہ ہوسکی مولوی محمد جعفر خود لکھتے ہیں:

''میں نے دس برس کی عمر تک کوئی تعلیم حاصل نہیں کی اپنے باپ کے فوت ہو جانے کے بعد جب کہ میری عمر دس بارہ برس کی تھی اور میرا چھوٹا بھائی چھ مہینے کا تھا ہم اپنی والدہ کی سرپرستی میں تربیت پانے لگے میری والدہ بالکل ناخواندہ تھیں۔ انہیں کوئی مذھبی تعلیم نہ دی گئی تھی لڑکپن میں تعلیم کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور آزاد پھرتا رہا مجھ میں تھوڑی سی عقل آگئی تو تعلیم کی طرف توجہ کی''

تعلیم:

مولوی محمد جعفر نہایت ذھین تھے جب تعلیم کی طرف توجہ کی تو نہایت توجہ اور محنت وسعی کا ثبوت دیا۔ ان کی مستقل تعلیم کے متعلق تفصیلات نہیں ملتیں، اندازہ ہے کہ عربی میں ان کی تعلیم بہت اعلی معیار کی نہ تھی ان کے معاصرین نے انہیں منشی محمد جعفر لکھا ہے ہاں فارسی میں ان کی پختگی کا احساس ہوتا ہے۔ طب سے بھی مناسبت تھی، انبالہ جیل میں

(۱)(W.W. Hunter. The Indian Musalmans, p.89-90)

محمد ایوب قادری: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء۔ محمد جعفر تھانیسری کالا پانی

Marfat.com

جب وہ بیمار پڑے اور انگریزی علاج سے کچھ افاقہ نہ ہو تو انہوں نے طب یونانی کے مطابق اپنی ادویہ تجویز کیں جن سے طبیعت درست ہو گئی۔

ان کی والدہ اگر چہ تعلیم یافتہ نہ تھیں لیکن صوم صلوٰۃ کی پابند تہجد گذار نیک و صالح خاتون تھیں۔ انہیں کے مذھبی اثرات نے مولوی محمد جعفر میں اثر کیا۔ قرآن و حدیث سے انہیں خاص شغف تھا سینکڑوں احادیث حفظ یاد تھیں، اور قرآن کریم کا معتد بہ حصہ ازبر تھا۔ تہجد کے وہ بچپن سے عادی تھے۔

ذریعۂ معاش:

مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۵۶ء میں مولوی محمد جعفر نے مقامی عدالتوں میں عرائض نویسی شروع کر دی اور کچھ دنوں کی مشق کے بعد قانون میں ایسا کمال پیدا کیا کہ دور دور تک ان کی شہرت ہو گئی۔ مختلف عرائض نویس، ماہرین قانون، وکلاء ان سے مشورہ لیتے قرب و جوار کے بعض زمینداروں نے انہیں اپنا قانونی مشیر مقرر کر لیا۔ (مولوی محمد جعفر کی قانون میں مہارت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ مقدمۂ انبالہ میں پیروی کیلئے انہوں نے کوئی وکیل مقرر نہیں کیا تھا۔ بلکہ خود ہی جواب دہی کی اور ایسی شاندار جرح کی کہ مخالفین تنگ آ گئے) اس طرح ان کا ذریعہ معاش اچھا چل رہا تھا۔ یوں بھی وہ خاندانی رئیس تھے۔ ان کے والد ماجد میاں جیون کا ذریۂ معاش کاشتکاری تھا۔ مولوی محمد جعفر نے جب شادی کی تو اپنی تمام جائیداد بیوی کے مہر میں لکھدی، عرائض نویسی اور قانون دانی کے ذریعے بھی انہوں نے کافی دولت و شہرت حاصل کی تھانیسر سے ایک میل کے فاصلے پر ان کی جدی زمین داری تھی، پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم لکھتے ہیں کہ ھنٹر کا یہ کہنا درست نہیں کہ مولوی محمد

Marfat.com

جعفر ایک بہت ہی غریب گھرانے میں پیدا ہوئے (ھنٹر نے یہ بات اپنی تصنیف انڈین مسلمانس ص ۹۷ میں لکھی ہے) خود مولوی محمد جعفر اپنے حال پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

''میں ہزاروں روپے کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قابض تھا بیسیوں آدمی میری رعیت رہتے تھے۔ ایسے بڑے شہر کا نمبردار گھوڑے اور گاڑیوں میں سوار پھرتا تھا، ہر کام کے میرے گھر میں نوکر چاکر تھے''

تحریک مجاہدین سے تعلق:

مولوی محمد جعفر سید احمد شہید کی جاری کردہ تحریک کے سلسلے کی کڑی ''تحریک علمائے صادقپور'' کے خاص رکن تھے۔ ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۹ء میں جب جماعت کا نظام مولوی محمد یحییٰ کے سپرد ہوا تو مولوی محمد جعفر اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ ہوسکتا ہے کہ مولوی یحییٰ کی تحریک پر ہی وہ اس میں شامل ہوئے ہوں۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ ۱۸۵۰ء سے قبل وہ اس تحریک میں مکمل طور پر شریک تھے اور اپنی شادی کے موقع پر بطور حفظ ماتقدم کے اپنی پوری جائیداد بعوض مہر اپنی بیوی کے نام لکھدی تھی، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھی انہوں نے حصہ لیا تھا انگریزی فوج کو اس کے نتیجے میں بہت سی مشکلات پیش آئی تھیں، نوشہرہ اور مردان کے فوجیوں میں کچھ شورش اور بغاوت بھی ہوئی لیکن جب دہلی میں آزادی کے متوالوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں تو مولوی جعفر تھانیسری واپس آ گئے۔

مولوی محمد جعفر تحریک جہاد کے ایک اہم رکن اور بڑے رازدار تھے۔ ان کا اصطلاحی نام ''پیر و خاں'' یا ''پیر خلیفہ'' تھا۔ سرحد پر مجاہدین کو روپیہ پیسہ انہیں کے ذریعے پہنچتا تھا۔ تھانیسر میں ان کے مکان پر مجاہدین ٹھہرتے اور پیامبر جن کے ذریعے رازدارانہ خط و

Marfat.com

کتابت ہوتی تھی ان کے ہاں آتے رہتے تھے۔

ایوب قادری مرحوم لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ سرحد اور صادق پور کے مرکزوں کے درمیان تھانیسر بھی ایک خاص مرکز تھا مولوی محمد جعفر اکابر صادق پور کے معتمد علیہ اور ان کے راز ہائے سربستہ کے امین ومحافظ تھے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی (۱۹۰۲ء) سے بڑے تعلقات تھے چنانچہ جب ۱۸۶۵ء میں میاں نذیر حسین راولپنڈی میں نظر بند ہوئے تو ان کے کاغذات میں مولوی محمد جعفر تھانیسری کے بھی تین خط نکلے۔

گرفتاری:

مولوی محمد جعفر کے مجاہدین سے تعلقات اور معاونت کی داستان ایک سپاہی غزن خان نے انگریزی حکومت کو بتادی کہ سرحد پر مجاہدین کے پاس رقم اور آدمی یہ بھیجتے ہیں ۲۱ دسمبر ۱۸۶۳ء کو تھانیسر میں واقع ان کے گھر کی تلاشی ہوئی مولوی محمد جعفر فرار ہو گئے ان کی گرفتاری کیلئے انگریزی حکومت نے دس ہزار روپے کے انعام کا اشتہار جاری کیا۔ بالآخر علی گڑھ سے گرفتار کر لئے گئے اور انبالے میں مقدمہ چلا ۲ مئی ۱۹۶۴ء کو فیصلہ سناتے ہوئے جج نے کہا کہ ان کی تمام جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ ضبط کر لی جائے اور پھانسی دیدی جائے۔ جج نے مولوی محمد جعفر سے مخاطب ہوکر ان الفاظ میں فیصلہ سنایا:

''تم بہت عقلمند ذی علم اور قانون داں اور اپنے شہر کے نمبر دار اور رئیس ہو تم نے اپنی ساری عقلمندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا تمہارے ذریعے سے آدمی اور روپیہ سرکار کے دشمنوں کو جاتا تھا تم نے سوائے انکار بحث کے کچھ حیلۂ بھی خیر خواہی سرکار کا دم نہیں بھرا اور باوجود فہمائش کے اس کے ثابت کرنے میں کچھ

Marfat.com

کوشش نہ کی اس واسطے تم کو پھانسی کی سزا دیجائیگی، تم کو پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر میں بہت خوش ہونگا''

مولوی محمد جعفر تھانیسری نے جواب دیا:

''جان دینا اور لینا خدا کا کام ہے آپ کے اختیار میں کچھ نہیں ہے وہ رب العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے تم کو ہلاک کردے'' مولوی محمد جعفر کے یہ الفاظ ایک ایسے وقت میں کہے گئے تھے جب اجابت دعاء کا وقت تھا۔ خدا نے حرف بحرف انہیں پورا کردیا اور چند روز بعد وہ جج اپنی موت مرگیا۔

اس کے بعد چیف کورٹ میں اپیل کی گئی اور ۱۹/دسمبر ۱۸۶۴ء کو پھانسی کی سزا حبس دوام بعبور دریائے شور میں بدل گئی ستمبر ۱۸۶۴ء سے فروری ۱۸۶۵ء تک مولوی محمد جعفر انبالہ جیل میں رہے ۲۲ فروری ۱۸۶۵ء کولاہور جیل روانہ ہوئے۔ اکتوبر کے اخیر میں ۱۸۶۵ء کو انڈمان روانگی ہوئی ۱۸۶۶ء کو انڈمان پہنچے۔

مصائب:

جزیرۂ انڈمان جلا وطن ہونے سے قبل ہندوستان کی مختلف جیلوں میں بھی مولانا جعفر تھانیسری نے مصائب کا سامنا کیا۔ وہ علیگڑھ سے پہلی بار گرفتار کیے گئے۔ علی گڑھ جیل سے بیڑی، ہتھکڑی اور طوق ڈال کر اور طوق میں بطور باگ ڈور ایک زنجیر ڈالے انکو دہلی لے جایا گیا۔ طوق میں پڑی زنجیر کا سرا ایک مسلح سپاہی کے ہاتھ میں تھا جو شکرم میں ان کے پیچھے بیٹھا تھا۔ پارسن نامی ایک انگریز آفیسر اور ایک پولیس انسپکٹر انکے دائیں جانب بندوق تانے ہوئے یہ وارننگ دیتے جاتے تھے کہ ''اگر تم ذرا بھی حرکت کروگے تو بندوق سے اڑا دیئے جاؤگے''۔ مولانا جعفر خود لکھتے ہیں:

Marfat.com

''علیگڑھ سے چلکر دہلی تک کھانا پینا تو درکنار کسی سخت ضروری حاجت کے واسطے بھی ہم نہ اتارے گئے۔ جب نماز کا وقت آتا تھا تو میں بلا طلب و اجازت تیمّم کر کے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز پڑھ لیتا تھا اور گاڑی بدستور چلی جاتی تھی اور وہ چپ چاپ میری نماز کا تماشہ دیکھا کرتے تھے''۔

بالآخر بصد مصیبت دہلی پہنچے وہاں سے کرنال کی جیل اور پھر انبالہ جیل میں ڈال دیئے گئے۔ انبالہ جیل میں ان پر زبردست مظالم ڈھائے گئے۔ انبالہ کے ڈپٹی کمشنر کپتان ٹائی، پارسن، سپرنٹنڈنٹ آف پولیس، میجر ونکفیل، ڈپٹی انسپکٹر، جنرل آف پولیس نے یکے بعد دیگر انکو خوب زدوکوب کیا۔ حتیٰ کہ مولوی محمد جعفر زمین پر گر پڑے۔ اور انہیں یقین ہوگیا کہ یہ لوگ انہیں زندہ نہیں چھوڑینگے۔ موت کا مکمل یقین ہو جانے کے بعد انہوں نے آخرت کی تیاری شروع کر دی۔ انکے ذمے رمضان کے کچھ روزے باقی تھے۔ جیل میں ان مابقیہ کی قضا رکھنے لگے۔ وہ خود لکھتے ہیں:

''دوسرے دن جب میں روزے سے تھا علی الصباح پارسن صاحب پھر آیا اور وہی کارروائی شروع کی مگر تھوڑی زدوکوب کے بعد مجھکو اپنی بگھی میں بٹھلا کر ٹائی صاحب ڈپٹی کمشنر کے بنگلے پر لے گیا۔ جہاں پر وہ دونوں صاحب یعنی ٹائی صاحب اور میجر ونکفیل صاحب بھی موجود تھے۔ اس دن انہوں نے میرے بڑی چاپلوسی کی اور کہا کہ ہم تحریری عہد کرتے ہیں کہ اگر تم دوسرے شرکا اور معاونین جہاد کو بتلا دو تو تم کو سرکاری گواہ کر کے رہا کر دینے کے سوا بڑا عہدہ بھی دیوینگے اور بصورت نہ بتلانے کے تم کو پھانسی ہوگی۔ میں نے اس چاپلوسی پر بھی انکار کیا تو پھر پارسن صاحب ان دونوں سے انگریزی میں کچھ باتیں کر

Marfat.com

کے مجھکو ایک الگ کمرے میں لے گیا جہاں لے جا کر پھر مارنا شروع کیا۔ آٹھ بجے فجر سے آٹھ بجے رات تک مجھ پر اس قدر مار پیٹ ہوئی کہ شاید کسی پر ہوئی ہو لیکن بفضل الٰہی میں سہہ گیا مگر اپنے رب سے ہر دم یہ دعا کرتا جاتا تھا کہ اے رب یہی وقت امتحان کا ہے تو مجھکو اس وقت ثابت قدم رکھیو۔ جب وہ ہر طرح مایوس ہو گئے تو لاچار بعد آٹھ بجے رات کے مجھکو جیل خانہ واپس بھیج دیا۔ میں تمام دن روزے سے تھا۔ بنگلہ سے باہر نکل کر درخت کے پتوں سے روزہ افطار کرلیا اور جیل میں پہنچ کر جو میرے حصے کا کھانا رکھا تھا اس کو کھا کر اور شکر الٰہی کر کے سو رہا''۔(۱)

۲۲ر فروری ۱۸۶۸ء کو وہابی کیس کے قیدیوں کو لاہور جیل منتقل کیا گیا۔ مولانا تھانیسری بھی قیدیوں میں تھے۔ انہوں نے اسکا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

''جوگیانہ گیروا لباس کالا کمبل اوڑھے ہوئے، بیڑی، ہتھکڑی کے زیور سے آراستہ پیراستہ ہم منزل درمنزل اور کوچ درکوچ لاہور کو چلے جاتے تھے دو ایک گاڑیاں بھی میرے ساتھ تھیں بقدر تیس چالیس قیدیوں کے ہم جیل انبالہ سے روانہ ہوئے تھے سب پاپیادہ چلتے تھے.........

اتفاق حسنہ سے جس دن ہم نیا گیروا لباس پہن کر اول منزل سے روانہ ہوئے تو مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب والیٔ پٹیالہ کی برات بڑی دھوم دھام سے اسی راہ سے عین ہمارے آگے کو جنوب سے شمال کو جاتی تھی۔ اس وقت سورج نکلتا تھا، فجر کا سہانہ وقت اور اخیر فروری کے گلابی جاڑے تھے۔ ایک طرف سورج کی کرنوں میں برات کے سونے چاندی اور تاش بادلہ اور ہیرہ مرصع کی چمک، دوسری طرف ہماری بیڑی ہتھکڑی کے لوہے کی دمک ادھر دوشالوں اور کمخواب و بانات کا

(۱) کالا پانی: ص ۲۹-۳۰

Marfat.com

رنگ ادھر ہمارے جوگیانہ لباس اور کمبلوں کی سرخی اور سیاھی کا ڈھنگ ادھر ہاتھی گھوڑوں کی ھنکار ادھر ہماری بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کی جھنکار ایک دوسرے کے مقابل اس دنیائے فانی کی عزت و ذلت اور کمی بیشی مدارج کا فرق عجب خوبی سے دکھلا رہی تھی"۔(۱)

جزیرۂ انڈمان میں:

جزیرۂ انڈمان میں اس تحریک کے اہم رہنما پہلے ہی سزا کاٹ رہے تھے انہوں نے اپنے اہم رکن مولوی محمد جعفر تھانیسری کا استقبال کیا، مولوی احمد اللہ (۱۸۸۱ء) ان سے چھ ماہ پہلے انڈمان پہنچ چکے تھے۔مولوی محمد جعفر ان کے ہمراہ منشی غلام نبی محرر کے مکان پر پہنچے وہاں مولوی محمد جعفر کی بیڑیاں کاٹی گئیں اور عمدہ لباس پہنایا گیا اس کے بعد مولوی محمد جعفر منشی اکبر زماں اکبر آبادی کی کوشش سے وہیں چیف کمشنر کے دفتر میں نائب میر منشی ہو گئے۔تنخواہ کے علاوہ رہائش گاہ اور ملازم بھی ملا اور ساری پابندیاں اٹھا دی گئیں، ۲۷ سال کی عمر میں مولوی محمد جعفر تھانیسری جزیرۂ انڈمان پہنچے تھے، عین عالم شباب تھا۔اولاً انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو تھانیسر سے بلانے کی کوشش کی جب اس میں ناکام رہے تو ایک کشمیری خاتون سے نکاح کر لیا، لیکن ۳۰ اپریل ۱۸۶۸ء کو ان کا انتقال ہو گیا یہ بیوی نہایت دیندار متبع سنت تھیں۔اس کے بعد ایک اور خاتون سے جو الموڑہ کی برہمن زادی تھیں اور مولوی محمد جعفر تھانیسری ہی کی دعوت پر مسلمان ہو گئی تھیں مولانا کا نکاح ہوا یہ دوسرا نکاح ۱۵ اپریل ۱۸۷۰ء کو ہوا ان سے دس اولاد ہوئیں جن میں آٹھ زندہ رہیں جزیرۂ انڈمان میں آپ نے ملازمت کے ساتھ ساتھ تجارت بھی شروع کر دی تھی لیکن اس میں نقصان ہوا تو پھر اس طرف رخ نہ کیا اس دوران

(۱) کالا پانی: ص ۶۳۔

Marfat.com

مولوی نذیر حسین دہلوی سے بھی خط و کتابت جاری رکھی اور بعض مرتبہ ان کے ذریعے تجارتی اشیا کتابیں وغیرہ بھی منگوائی تھی انہوں نے خرید کر یہ تمام چیزیں مولوی جعفر تھانیسری کے کہنے کے مطابق ارسال کی تھیں۔ ایک فتوی بذریعہ خط ان سے معلوم کیا تھا وہ یہ کہ ایک عورت جس کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی ہے اس کی رہائی کی کوئی امید نہیں اور وطن میں اس کا شوہر زندہ ہے ایسے حالات میں انڈمان میں اس عورت کا کسی دوسرے سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان دنوں وہاں یہ مسئلہ کافی اہمیت رکھتا تھا، اسی طرح ایک خط مورخہ ۲۹/اپریل ۱۸۶۷ء میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تصنیف ''ردنصاری'' کی فرمائش کی تھی۔

انگریزی کی قابلیت:

مولوی محمد جعفر تھانیسری نے اپنا تمام زمانۂ اسیری سرکاری ملازمت میں گذارا وہیں انگریزی زبان پر عبور حاصل کیا، ایک شخص رام سروپ سے انگریزی پڑھی اور ایک سال کے عرصے میں لکھنے بولنے میں خاصی مہارت حاصل کر لی فرصت کے اوقات میں وہ انگریزوں کو فارسی اردو اور ھندی وغیرہ سکھایا کرتے تھے۔ اس سے بھی انگریزوں کے ساتھ کافی مشق کا موقع ملا ہوگا اور خاصی استعداد پیدا ہوگئی، وہ انگریزی عرضی اور اپیل بھی لکھا کرتے تھے۔ جزیرۂ انڈمان میں ان کے سوائے کوئی انگریزی داں مسلمان نہ تھا۔ ان کی انگریزی سے لوگوں کو بڑے فوائد حاصل ہوئے مسلمانوں کے بہت سے مقدمات میں مدد کی، بعض کی پھانسیاں منسوخ ہوگئیں انگریزی کے بارے میں وہ اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''جو انگریزی نہیں جانتے وہ بلاشبہ دنیا کے حالات سے بخوبی ماہر نہیں، اور بے انگریزی سیکھے پکا دنیا دار اور طرار نہیں ہو سکتا،

Marfat.com

اور نہ سوائے اس زبان کے آج کل کوئی آلہ زر کمانے کا ہے''

والدہ کی وفات:

۱۸۶۴ء میں جبکہ مولوی محمد جعفر تھانیسری قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے کہ آپ کی والدہ کو سانپ نے کاٹ لیا لوگوں نے اس کے علاج کیلئے مشرکانہ رسوم تجویز کیں تو اس ضعیفہ نے ان پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور کہا:

''میرے گھر سے شرک و بدعت مدت ہوئی اٹھ گیا اب میں اپنے بیٹے کی غیر حاضری میں اپنے گھر میں شرک نہ ہونے دونگی ایسی بے ایمانی کی حیات سے موت افضل ہے''

پروفیسر ایوب قادری مرحوم لکھتے ہیں:

''مئی ۱۸۶۴ء میں اس دین دار خاتون کا انتقال ہو گیا ایسی موت پر لاکھوں زندگیاں قربان''

رہائی:

۱۸۸۳ء میں مولوی عبدالرحیم صادق پوری (متوفی ۱۹۲۲) کی بیوی نے اپنے شوہر کی رہائی کیلئے درخواست دی جس کے نتیجے میں ''وہابی کیس'' کے جملہ ملزمان کا مسئلہ زیر بحث آ گیا اس وقت ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ رین تھے جو لبرل پارٹی سے تعلق رکھتے تھے ان کی حکومت نے ''وہابی کیس'' کے سبھی ملزمان کی رہائی منظور کر لی، مولوی محمد جعفر کو اپنی رہائی کی اطلاع ۲۲/جنوری ۱۸۸۳ء کو ملی جبکہ ان کی بیوی کو (جو اپنے میکے پانی پت میں تھیں) اس کی اطلاع ۳۰/دسمبر ۱۸۸۱ء کو مل گئی تھی، انڈمان سے رخت سفر باندھنے میں ابھی ایک اڑچن حائل تھی وہ یہ کہ ان کی بیوی (جن سے انڈمان میں نکاح ہوا) بھی عمر قید کی سزا بھگت رہی تھی ان کی رہائی ابھی باقی تھی، مولانا نے ان

Marfat.com

کی رہائی کیلئے درخواست دی یکم مئی ۱۸۸۳ء کوان کی رہائی کا حکم بھی ہو گیا۔ اتفاق سے ان کواس وقت چھ ماہ کا حمل تھالہذا چھ ماہ اور ٹھہرنا پڑا اس دوران مولانا نے اپنا تمام اسباب فروخت کیا اور وطن جانیکی تیاری شروع کر دی وہ مکان جس میں رہا کرتے تھے ان کا ذاتی تھا مولانا نے چاہا کہ اسے وقف کر کے مسجد بنا دیا جائے لیکن ڈپٹی کمشنر نے اس کی اجازت نہ دی بالآخر ۹ رنومبر ۱۸۸۳ء کو کلکتہ پہنچے ۲۰ رنومبر ۱۸۸۳ء کی شب میں نو بجے انبالہ اسٹیشن پر اترے اس طرح تقریباً اٹھارہ سال بعد ایک مردمجاد اپنے وطن پہنچا۔

وطن میں :

مولانا جعفر تھانیسری اپنا احوال خود لکھتے ہیں :

''اتفاق حسنہ پورے بیس برس کے بعد وہی ۱۳ ردسمبر میرے پانی پت سے دہلی کو بھاگ جانے کی تاریخ تھی کہ جب میں ۲۰ ربرس پہلے تھانیسر سے سوار ہوکر بوقت صبح اپنی بیوی کو پانی پت میں چھوڑ کر اور پانی پت سے یکہ پر سوار ہوکر دہلی کو بھاگا، جب میں پانی پت کے جانب مشرق وجنوب کی سڑک پر شام کے وقت دہلی سے پانی پت کو چلا آتا تھا تو وہی سڑک اور وہی موسم اور وہی تاریخ دیکھکر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج فجر میں اپنی بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر دہلی کو گیا تھا اور آج ہی واپس آ گیا۔ خیر مغرب کی نماز کے بعد میں بمقام پانی پت اپنے گھر میں پہنچا۔ میری بیوی اور لڑکے مجھکو دیکھکر باغ باغ ہو گئے بروز فرار جس لڑکے کو میں نے چند مہینے کا چھوڑا تھا اب اسکو بیس برس کی عمر میں دیکھا پانچ روز وہاں ٹھہرنے کے بعد پھر میں براہ کرنال تھانیسر آیا اور ایک شب چند گھنٹے تھانیسر میں ٹھہر کر پھر انبالہ کو لوٹ آیا''۔

Marfat.com

پرتپاک استقبال:

مولنا جعفر لکھتے ہیں:

''جس جس شہر میں یہ عاجز گیا، ہزاروں خلقت اس شہر کی میرا آنا سنکر میرے دیکھنے کو آتی تھی۔ اور تھانیسر میں تو ایسا اژدہام خلائق کا ہوا کہ میں اس رات کو سونے بھی نہیں پایا بلکہ بسبب تنگی وقت کے بہت سے آدمی میری ملاقات سے محروم رہ گئے۔ اور انبالہ میں چند مہینوں تک منزلوں سے لوگ میرے دیکھنے کو آتے رہے اور میرا منہ دیکھ کر خدا کی قدرت پر تعجب کرتے تھے''۔

آبائی مکان کی آخری زیارت:

مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:

''شہر تھانیسر کو میں نے دیکھا کہ ۱۲/دسمبر ۱۸۶۳ء کو اس سے میرا قدم اٹھانا تھا کہ اس پر زوال شروع ہوا اس بیس برس میں ساتویں حصے سے بھی کم اس کی آبادی رہ گئی۔ مکانات گرکر راہ کوچے بند ہو گئے اور بجائے آدمیوں کے بندر اور چینٹیوں نے اس میں اپنا دخل کر لیا لیکن خداوند کریم نے مجھکو قرائن سے معلوم کرا دیا کہ یہ شہر عنقریب بڑی دھوم دھام سے پھر دوبارہ آباد ہوگا۔ جب میں تھانیسر میں گیا تو میں نے اپنے مولد اور مکان مسکن پر جاکر مالک مکان سے جو اس میں آباد تھا بہ عاجزی تمام یہ اجازت چاہی کہ اپنے زنانوں کو کسی ایک کمرے میں علیحدہ کر کے مجھکو اس مکان کے اندرونی قطعات کی زیارت کر لینے دو مالک مکان نے مجھکو شناخت کر کے بڑے اخلاق سے اندر آنے کی اجازت دے دی مجھکو اس جگہ بھی قدرت الٰہی یاد آئی کہ جس مکان کو میں نے خود ہزاروں روپیہ خرچ کر کے تعمیر کیا تھا اب اس کے اندر میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا''۔ (۱)

(۱) مولوی محمد جعفر تھانیسری: کالا پانی، ص ۱۵۳-۱۵۴

Marfat.com

رہائی کے بعد:

مولوی محمد جعفر کی پہلی شادی پانی پت سے ہوئی تھی گرفتاری کے وقت ان کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی، بڑا لڑکا محمد صادق ان کے سامنے ہی بعہد اسیری فوت ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ چھوٹا لڑکا اور ایک لڑکی ان کی رہائی کے وقت زندہ تھے۔ رہائی کے بعد آپ انبالہ کینٹ میں ایک مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے ان کا ایک شاگرد کپتان ٹمپل ان دنوں انبالہ میں مجسٹریٹ تھا اس نے ان کی بڑی مدد کی اپنی ضمانت پر حکومت کی طرف سے عائد کردہ پابندیاں ختم کرائیں۔ اور بیس روپے ماہانہ مقرر کر دیئے، اس کے علاوہ مولانا تھانیسری انگریزوں کو پڑھاتے تھے اس سے تیس روپے اور مل جاتے تھے۔ اپریل ۱۸۸۴ء کو کپتان ٹمپل کا تبادلہ ہوگیا تو پولس کی نگرانی ہوگئی لیکن ۱۸۸۸ء میں حکومت نے خود بخود یہ پابندی اٹھالی، انبالہ ہی میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے ان سے ملاقات کی تھی، ۱۹۰۵ء میں اس مرد مجاہد کا انتقال ہوگیا ان کے صاحبزادے مولوی محمد اسماعیل وکیل انبالہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں شہید کر دیئے گئے، مولوی اسماعیل بن مولوی محمد جعفر تھانیسری کے صاحبزادے ۱۹۶۱ء تک لاہور میں کسی سرکاری محکمے میں ملازم تھے۔

تصانیف:

مولوی محمد جعفر تھانیسری کو تصنیف و تالیف کا خاص ذوق تھا انہوں نے کئی کتابیں لکھیں:

(۱) نصائح جعفری:

اس میں انہوں نے اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں جو ۱۸/ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ (۱۵/جون ۱۸۶۲ء) سے لکھنا شروع کئے تھے یہ

Marfat.com

نوشتہ حکومت کے ہاتھ لگ گیا ولیم ھنٹر نے اپنی کتاب ''انڈین مسلمانس'' میں اسے شامل کرلیا ہے:

(۲) ترجمہ آئین پورٹ بلیر:

پورٹ بلیر کے آئین کا ترجمہ مولوی محمد جعفر تھانیسری نے کیا تھا یہ چھپ چکا ہے، پورٹ بلیر کے ڈپٹی کمشنر میجر پراتھروٹ نے پورٹ بلیر کے آئین سے متعلق ایک کتاب مرتب کی تو اس کی تیاری میں بھی مولوی محمد جعفر تھانیسری نے پوری مدد کی تھی بلکہ اس کتاب میں پورٹ بلیر کے سبھی نقشہ جات اور رپورٹیں مولانا تھانیسری کی مرتب کردہ ہیں۔

(۳) تاریخ پورٹ بلیر:

اس کا تاریخی نام ''تاریخ عجیب'' ہے یہ کتاب اپریل ۱۸۷۹ء کو مکمل ہوئی مولانا تھانیسری اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

مدت دراز سے بہت سے صاحب لوگوں کی جو مجھ سے زبان اردو، ناگری، اور فارسی سیکھتے تھے یہ فرمائش تھی کہ اردو مروجہ پورٹ بلیر میں کوئی ایک کتاب تصنیف کی جائے کہ جس سے یہاں کے لوگوں کو اردو سیکھنے میں مدد ملے اور اس کے سوائے اور بہت سے لوگوں کی مدت سے یہ تمنا تھی کہ ایک کتاب تاریخ پورٹ بلیر جس میں یہاں کی آبادی اور اوضاع واطوار بندوبست وقانون وزمان مختلفہ پورٹ بلیرو حال جنگلیاں جزائر ہذا کا مفصل درج ہو تصنیف کر کے غیر جانبدار ھند کے لوگوں کو بھی یہاں کے عجائبات سے آگاہ کیا جاوے سو ان دونوں غرضوں کے رفع ہو جانیکے واسطے اس خاکسار محمد جعفر میر منشی سدرن ڈسٹرکٹ نے یہ مختصر کتاب تحریر کر کے اس کا تاریخی نام ''تاریخ عجیب'' رکھدیا۔

Marfat.com

(۴) سوانح احمدی:

سید احمد شہید اور ان کے خلفاء کے حالات میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے لیکن اس میں ایک اہم بات واقعہ کے خلاف ہے وہ یہ کہ مولوی محمد جعفر تھانیسری نے سید احمد شہید کی تحریک کو محض سکھوں کے خلاف جہاد ثابت کرنیکی کوشش کی ہے اور یہ بتانا چاہا کہ انگریزوں سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا، سید احمد شہید اور جماعت مجاہدین کے سرگرم ارکان کو انگریزوں سے کوئی پرخاش یا دشمنی نہ تھی حالانکہ حقیقت بالکل عیاں ہے مولوی محمد جعفر تھانیسری کا یہ طرز عمل شاید اس وجہ سے رہا ہو کہ وہ اپنی زندگی کے اٹھارہ سال قیدی کی حیثیت سے گذار کر آئے تھے اور جہاں آئے یعنی ھندوستان میں وہاں اسوقت انگریزوں کا اقتدار تھا، مولانا نے مصلحت کے قلم سے بقول پروفیسر ایوب قادری مرحوم نقش ونگار بھرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ وہ جماعت کے اہم راز دار تھے اور سب کچھ جانتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ خوفناک تکالیف عزت و دولت سے محرومی بیوی بچوں کی طویل مفارقت کے آلام سہہ چکے تھے اب ان کے قلم نے شاید مزید کسی جوکھم میں پڑنا مصلحت کے خلاف سمجھا۔ مولانا غلام رسول مہر وغیرہ نے مولانا تھانیسری کی وہ کسر پوری کردی جو انہوں نے سوانح احمدی میں چھوڑ دی تھی یعنی موصوف نے یہ ثابت کردیا کہ سید احمد شہید کی تحریک نہ صرف سکھوں کے خلاف تھی بلکہ انگریزوں کے خلاف بھی تھی۔

(۵) تائید آسمانی:

قادیانیت کی رد میں ہے ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی۔

(۶) کالا پانی:

یہ پورٹ بلیر کی تاریخ کا گویا تتمہ ہے مولانا

Marfat.com

تھانیسری جب انڈمان سے واپس آئے احباب واعزہ نے اس اسارت کے حالات دریافت کئے مولانا نے اس مختصر سی کتاب میں مقدمات، قید، سفر انڈمان، اور انڈمان کے احوال لکھے ہیں۔

(۷) برکات اسلام:

اسلام کے محاسن و برکات، عبادات وغیرہ پر مشتمل ہے، اس میں حکومت برطانیہ کی بعض خوبیاں بھی گنوائی ہیں اس تصنیف کے بعد ہی مولوی محمد جعفر تھانیسری پر سے انگریزی حکومت کی پابندیاں اٹھالی گئیں۔

Marfat.com

فارسی شعراء

مولانا نسبتی

مولانا نسبتی تھانیسر کے سید خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے والد بزرگوار ولایت سے قصبہ تھانیسر میں آرہے تھے۔ نسبتی کا نام شاہ محمد صالح ہے نسبتی تخلص کرتے۔ اہل فقر وفناء سے تھے استغناء و توکل پر ان کا گزارہ تھا، تھانیسر سے باہر اپنی خانقاہ میں مشغول ریاضت رہتے اور اکثر گریہ طاری رہتا، شہزادہ داراشکوہ نے انہیں اپنے ہاں طلب کیا لیکن انہوں نے اپنی خانقاہ سے باہر جانا پسند نہ کیا اور یہ شعر لکھ کر بھیجدیا:

نمی پرم بہ پر وبال عاریت چوں تیر
نشستہ ام چو کمان روز وشب بخانۂ خویش

ترجمہ: میں تیر کی طرح عاریت کے بال و پر سے نہیں اڑتا، کمان کی طرح روز وشب اپنے گھر بیٹھا ہوا ہوں۔

جب ظفر خان احسن کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا تو اس نے مولانا نسبتی پر بڑی نوازشیں کیں ہمیشہ معتقدانہ انداز میں پیش آیا۔

نسبتی فارسی زبان وادب کے مسلم الثبوت استاد و شاعر تھے، مجمع النفائس میں آرزو نے لکھا ہے "میں نے پچیس ہزار اشعار پر مشتمل دیوان نسبتی دیکھا ہے" گیارھویں صدی ہجری کے وسط میں وفات پائی۔ ھندی بھاکا میں بھی شاعری کرتے تھے اس میں سپتی تخلص کرتے: منتخب کلام:

Marfat.com

هم ز دل و ز دیده صبرو هم دوانه را
دزد مابا خانه می دزد متاع خانه را

دیده ام درغنچه گی چندان جفائی باغبان
بعد گل گشتن نمی دانم چه می خواهد شگفت

ای که دامن میزن از ناز بر شمع سحر
باش تابان و پروپرانه خاکستر شود

مارا چوخس و خار معین وطنی نیست
برهر سر خاکی که فتادیم وطن شد

آب تیغت را مگر از آتش گل داده اند
بر سر زخم تو بلبل می خورد خون مرا
حرف زنار سرزلف تو وردزاهدست
از کجا این مار گیر آموخت افسون مرا

مردیم و بود حرفی دردل که باتو گویم
در خاک رفت باما راز نهانی ما

نمود وعدهٔ قتلم دوچشم اولکن
چه اعتماد تو ان کرد قول مستان را
کسی جانب من ندارد نگاه

Marfat.com

دل و دیده هم نسبتی سوی اوست

بهار رفت وز دیوانگی ندانستم
کدام باغ و کدا مین چمن کدام گل است

می باقی و ماهتاب باقیست
مارا بتو صد حساب باقیست

از بسکه لاله رسته زخاک مزار او
بر تربت شهید تو جای چراغ نیست

قیمت عاشقی چه می پرسی
عاشقی صد زیان و یک سودست

نسبتی ما بنو ایاں کا فران مفلسم
گر یکی را بت میسر می شود زنار نیست

یا غم دوست یا غم دشمن
هیچ در زمانه بی غم نیست

دل ما همچو لاله باغ است
نیمه ای خون و نیمه ای داغ است

Marfat.com

نسبتی مکتوب مارا تا برزمین افگنده ایم
ہمچو مرغ نیم لسبمل خود بخود پر می زند

آتش افسردۂ از کاروان وا مانده ام
هم رہان رفتہ و خاکستر نشینم کرده اند

قامت اوسایہ را سرو خراماں می کند
نقش پای او زمین را گل بداماں می کند
از سرزلف سیاہش خون دلہا می چکد
شام گوئی گریہ بر حال غریباں میکند

نیست گویا در سرمن سرنوشت دوستی
آشنا می جویم و بیگانہ پیدا می شود

کار پروانہ کار آسان نیست
بلبلان فکر سوختن نکنید

پری خوان رانجو انیدای عزیزان
پرن زادان مرا دیوانہ کردند

دل تمنا ئے وصل او دارد
چہ بلامشکل آرزو دارد

Marfat.com

دل گر وزبد معاملگی
بیشم انداخت کین رفو دارد

بلبلان هم مزا جدان نشدند
کس ندانست گل چه خود دارد
شور تحسین دست و خنجر تست
زخم ها زخم گفتگو دارد
نسبتی دل بدرد معتبرست
لاله از داغ آبرو دارد

در صیدگاه چشم سیاهی نشست ایم
امیدوار تیر نگاهی نشسته ایم

پارهٔ دل بر جگر لخت جگر بر روی دل
پارها را دوختم اما پریشان دوختم

گر یار شود بخت تو بر خاک من آئی
آن رفت که بر خیزم و درکوئی تو آیم

میگذارم دل بآن کو چون بغربت می روم
بعد من تا چند روزی گرم دارد جای من

Marfat.com

گر نیاید درد دل ما بینوایان وای او
ور بیاید منزل او خانۂ جای او

نسبتی قاتل باین خوبی نمی باشد ببین
دست خون آلودۂ او دامن رنگین او

دل را بہای سہل نہادی و نرخ کم
معلوم می شود کہ خریدار نیستی

مہت گفتم زرخ برقع فلگندی
مرا ازروی خود شرمندہ کردی

تو اگر دماغ داری دل نسبتی بکن بو
بہ ازین نچیدہ باشی گل باغ آشنائی

لالہ حکیم چند ندرت

لالہ حکیم چند تھانیسر میں پیدا ہوئے بیسووی قوم سے ان کا نسبی تعلق تھا۔ ان کے والد بزرگوار ہردی رام تھانیسر میں مشہور قانون گو تھے، فارسی نظم ونثر پر انہیں یکساں طور پر قدرت حاصل تھی لالہ حکیم چند نے اپنے والد سے فارسی شاعری میں اصلاح لی علاوہ ازیں فارسی کے مشہور شعراء مرزا بیدلؔ، شاہ گلشنؔ اور خان آرزو کی صحبت اٹھائی۔ ایک مدت تک بخشی الملک امیر الامراء صمصام الدولہ کی صحبت میں رہے غرض انہوں نے اپنے وقت کے مسلم الثبوت اساتذۂ فارسی

Marfat.com

سے تحصیل علم کیا۔ اس کے باوجود قدرت اللہ گوپاموی نے ان پر یوں تبصرہ کیا ہے "لیاقت و قابلیت نقش مرادش خاطر خواہ نہ بست" ندرت تخلص کرتے بارہویں صدی ھجری کے وسط میں انتقال ہوا:

سوز د بخاک ہمہ زتب عشق تن مرا
چوں صبح آتشی است نہاں در کفن مرا

گلستان می شود صحرا بود گر جام مے بر کف
برنگ عینک سرخیکہ در پیش نظر باشد

شیخ عبدالواحد تھانیسری

شیخ عبدالواحد تھانیسر حجۃ الاسلام امام غزالی کے پوتوں میں ہوتے ہیں تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ فارسی زبان و ادب میں ان کا ایک خاص مقام ہے فارسی میں ان کی شاعری اھل ھند کیلئے سرمایہ افتخار ہے۔ نازک خیال اور خوش مقالی میں اپنی نظیر آپ تھے بلکہ اپنے داد کے ہم پہلو تھے۔ قدرت اللہ گوپاموی لکھتے ہیں: درمساحت روزگار آزادہ بکمال بی تعلق زندگانی می نمود وا زچمن و ارستگی ہموارہ گلچیں یکرنگی می بود۔ گیارہویں صدی ھجری کے اواخر میں اس جہانی فانی کو خیر باد کہا حسرت تخلص کرتے

نمونہ کلام:

چشم را خالی کن از دیدن تماشا نازک است
آرزو در سینہ بشکن جلوہ آرا نازک است
صد بیابان نالہ پرداز از خموشی گشتہ ایم
سر میداند کہ فریادی دل ما نازک است (۱)

(۱) قدرت اللہ گوپاموی: نتائج الافکار۔ ص ۲۰۔

Marfat.com

وحشت تھانیسری

وحشت تخلص اور نام عبداللہ یا غلام نبی ہے وہ مرزا عبدالقادر بیدلؔ کے معاصر تھے اور نظم ونثر میں انہیں کے متبع ۔

جام تہی بدست زنرگس گرفتہ است
چشمی گشا کہ میطلبد بوستان شراب

پیام وصل بے قاصد بفرماسوی من آمد
برائے خواب از خود رفتنی افسانہ می خواہم
توای رم آفرینِ از حلقہ ٔ چشم تماشائی
برنگی کردہ ای وحشت کہ دریا دم نمی آئی(۱)

صہبائی

مولانا امام بخش صہبائی ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے، ان کا آبائی وطن تھانیسر تھا والد کا نام مولوی محمد بخش تھانیسری ہے۔ سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے والدہ کی جانب سے شیخ عبدالقادر جیلانی سے سلسلہ جا ملتا ہے۔ صہبائی نے مشہور محقق فارسی مولوی عبداللہ خان علوی (م۱۲۶۲ھ) سے فارسی کی تعلیم پائی اور اسمیں اتنی مشق بہم پہنچائی کہ بہت جلدی وہ فارسی کے نادرالوجود محقق اساتذہ وشعراء میں شمار ہونے لگے سر سید ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کمالات ظاہری اور جلائل باطنی، حسن خلق اور حمائد اطوار میں پسندیدۂ خالق ومقبولِ خلائق خلق نوازش آپ کا آئینۂ بہار اور

(۱) مولوی مظفر حسین صبا: روز روشن ص ۸۹۵، میدان بہارستان طہران ۱۳۴۳)

Marfat.com

اوضاع حمیدہ آپ کے محمود روزگار، ایسا فرد زمان ایسی جامعیت کے ساتھ کم کوئی نظر سے گذرا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ فنون متعارفہ وسخن دری مثل تحقیق لغت واصطلاحات زباں دری اور تدقیق مقامات کتابی اور تکمیل عروض وقافیہ واستکمال فن معمہ وغیرہ میں ایسا کمال بہم پہنچایا کہ ہر فن میں یک فنی کہنا چاہئے''

''بر یرفتہ از ہر فنی روشنی
جداگانہ در ہر فنی یک فنی''

سراپا: قد درمیانہ کھلتا ہوا کندمی رنگ منہ پر چیچک کے داغ مہندی سے رنگی ہوئی سرخ داڑھی سفید انگرکھا سفید پاجامہ کشمیری کام کا جبہ، سر پر چھوٹا سا سفید صافہ دبلے پتلے لاغر اندام۔

دلی کالج میں تقرر سے پہلے صہبائی اپنے گھر طلباء کو پڑھاتے تھے، جب ان کی محنت اور فارسیت کا غلغلہ دہلی میں بلند ہوا تو مختلف جگہوں پر وہ رؤسا کے لڑکوں کے اتالیق مقرر ہوئے۔ ان کا پورا دن درس وتدریس میں بسر ہوتا تھا اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ نواب حامد علی خان بہادر (والئی رامپور) کے لڑکوں کے اتالیق بھی رہے۔

ناقدردانی روزگار: مولوی عبدالقادر غمگین رامپوری نے اپنے وقائع میں لکھا تھا ''علم وھنر کی کسادبازاری کی وجہ سے (صہبائی کی) معلّمی پر گذر اوقات ہے ایک ھندو سیٹھ کے دو لڑکوں کو جنہیں دوسرے معلم ان کی تعلیم ''طوطی کی زبان کوے کے بچوں کو سکھانا'' سمجھ رہے تھے ایسا لکھنا پڑھنا سکھایا کہ گفتار میں انسان جیسے ہو گئے لیکن لڑکوں کے [illegible] [illegible]ت باپ نے جس معاوضے کا وعدہ کیا تھا اس کے پورا کرنے میں پہلو تہی کی اور اس مظلوم (صہبائی) نے اپنا حال صاحب عدالت تک پہنچایا معلوم نہیں فریادرسی ہوئی یا نہیں''

Marfat.com

مفتی صدرالدین آزردہ اور صہبائی: وقائع عبدالقادر خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صدرالدین آزردہ سے صہبائی کی (فارسی سے متعلق غالبا) علمی بحثیں ہوا کرتی تھیں۔

دہلی کالج کی مدرسی: ۱۸۴۰ء میں لفٹنٹ مسٹر ٹامسن نے دلی کالج کا معاینہ کیا تو تجویز رکھی کہ ایک فارسی کا مدرس بھی ہونا چاہئے، مفتی صدرالدین آزردہ صدرالصدور نے عرض کیا کہ ہمارے شہر میں فارسی کے استاد صرف تین ہیں ایک مرزا نوشہ (مرزا غالب) دوسرے حکیم مومن خاں مومن تیسرے امام بخش صہبائی۔ لفٹنٹ گورنر نے تینوں کو بلوایا مرزا نوشہ تو اس کیلئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ مومن خان مومن نے سو روپے ماہانہ سے کم تنخواہ نہ لینے کی شرط رکھی، مولانا امام بخش صہبائی کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا انہوں نے ۱۸۴۰ء میں چالیس روپے ماہوار تنخواہ پر یہ خدمت قبول کر لی بعد کو پچاس روپے ہو گئے اور کچھ عرصے بعد آپ مدرس اول بنا دیئے گئے اور ایک عالم نے فیض پایا۔

سرسید اور صہبائی: سرسید سے صہبائی کے بڑے گہرے تعلقات تھے انہوں نے آثار الصنادید کی ترتیب میں سرسید کی بڑی مدد کی تھی آثار الصنادید کا پہلا ایڈیشن جو ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا تھا اس میں عمارتوں کے حالات صہبائی نے لکھے تھے سرسید سے ان کی دوستی اخوت کے درجے کو پہنچی ہوئی تھی سرسید کے مکان پر وہ طلباء کو فارسی بھی پڑھاتے تھے۔

قلعۂ شاہی سے تعلقات: شاہی خاندان کے بعض افراد سے بھی صہبائی کے اچھے مراسم تھے کئی شہزادے ان سے شعر سخن میں مشورہ لیتے اور ان کے شاگرد تھے۔ مشہور تذکرہ نگار مرزا قادر بخش صابر انہیں

Marfat.com

کے شاگرد تھے۔ گلستان سخن کی ترتیب میں بھی مولانا صہبائی نے تعاون دیا تھا بعض حضرات نے اسے صہبائی ہی کی تصنیف لکھا ہے۔

شہادت: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں جن حضرات پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ان میں صہبائی، ان کے فرزند گرامی عبدالکریم سوز اور اس خانوادۂ علمی کے اکیس افراد شامل تھے، مولانا صہبائی کے بھانجے مولانا میر قادر علی جو مولانا صہبائی کے ساتھ رہا کرتے تھے بیان کرتے ہیں:

''میں صبح کی نماز اپنے ماموں مولانا صہبائی کے ساتھ کٹرہ مہر پرور میں پڑھ رہا تھا کہ گورے دن دن آن پہنچے پہلی رکعت تھی کہ امام کے صافے سے ہماری مشکیں کس لی گئیں، شہر کی حالت نہایت خطرناک تھی۔ اور دلی حشر کا میدان بنی ہوئی تھی، ہماری بابت مخبروں نے بغاوت کی اطلاعیں سرکار میں دے دی تھیں اس لئے ہم سب گرفتار ہوکر دریا کے کنارے پر لائے گئے ایک مسلمان افسر نے ہم سے آکر کہا کہ موت تمہارے سر پر ہے گولیاں تمہارے سامنے ہیں اور دریا تمہاری پشت پر ہے تم میں سے جو لوگ تیرنا جانتے ہیں وہ دریا میں کود پڑیں۔ میں بہت اچھا تیراک تھا مگر ماموں صاحب یعنی مولانا صہبائی اور ان کے صاحبزادے مولانا سوز تیرنا نہیں جانتے تھے اس لئے دل نے گوارا نہ کیا کہ ان کو چھوڑ کر اپنی جان بچاؤں لیکن ماموں صاحب نے مجھے اشارہ کیا اس لئے میں دریا میں کود پڑا پچاس یا ساٹھ گز گیا ہوں گا کہ گولیوں کی آواز میرے کان میں آئی صف بستہ گر کر مر گئے''

مولانا صہبائی کے ساتھ ان کے کنبے کے اکیس افراد شہید کئے گئے۔ صہبائی کوچہ چیلان میں رہا کرتے تھے (یہ محلہ اہل علم کا مخزن تھا یہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مکان تھا یہیں شاہ عبدالعزیز محدث

Marfat.com

دہلوی رہے، دلی کالج میں مدرسی کے دوران مولانا مملوک العلی نانوتوی بھی اسی محلے میں رہتے تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی جن دنوں دلی کالج میں پڑھتے تھے ان ایام میں ان کا قیام بھی اپنے چچا مولانا مملوک العلی کے مکان واقع کوچہ چیلان میں رہا۔ سرسید احمد خان کا آبائی مکان بھی اسی محلے میں تھا منشی ذکاءاللہ بھی یہیں رہتے تھے)۔

صہبائی کی شہادت اہل علم کے لئے ایک عظیم سانحہ تھی ان کی اس مظلومانہ شہادت پر بہت سے اہل علم وسخن نے مرثیے کہے لیکن ان کے دیرینہ رفیق مفتی صدرالدین آزردہ نے جب یہ جانکاہ خبر سنی تو بے اختیار کہہ اٹھے:

کیوں نہ آزردہ نکل جائے نہ سودائی ہو
قتل اس طرح سے بے جرم جو صہبائی ہو

اور پھر ایک درد بھرا مرثیہ کہا:

ندانم کجا رفت آں نعش پاک — فلک بردیا ماند برروئے خاک
ندانم چہ کر دست با وسپہر — زجامہ کفن کردی یا تاب مہر
بخاکش نمود ندا ورا نہاں — وبا مرتفع کردند سوئے آسماں
کسے فاتحہ ہم بروخواندہ است — بعطر گلابی برافشاندہ است
کدامی گل وبلبل و باد ودشت — بخاکش بحسن عقیدت گذشت
الٰہی بیا مرز مظلوم را — کلاہ شہی دہ بملک بقا
بفردوس اعلی بود جائے او — بہشت بریں باد ماوائے او

تصانیف: صہبائی طب، عروض علم معمہ اور فارسی میں کمال رکھتے تھے۔
ترجمہ حدائق البلاغت: انہوں نے شمس الدین فقیر کی فارسی تصنیف حدائق البلاغت کا اردو میں ترجمہ کیا جو ۱۸۴۳ء میں سید

Marfat.com

عبدالغفور (برادر سرسید محمد خان) کے اہتمام سے مطبع سید الاخبار کوچہ چیلان دہلی سے شائع ہوا اور پھر ۱۸۴۹ء میں اسے مولوی کریم الدین پانی پتی نے اپنے مطبع رفاہ عام واقع حوض قاضی سے شائع کیا۔

شرح سہ نثر ظہوری: یہ بھی سرسید کے برادر بزرگ سید محمد خان بہادر (منصف دہلی) کے مطبع سے یکم جمادی الاول ۱۲۶۰ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۸۴۴ء کو سید عبدالغفور کے اہتمام سے شائع ہوئی۔

کافی: علم قوافی میں ایک مختصر اور بیش قیمت رسالہ

وافی: علم عروض وقوافی میں رسالۂ بے نظیر

شرح وافی:

انتخاب شعرائے اردو: یہ ۱۸۴۴ء میں طبع ہوا

شرح الفاظ مشکلہ: ۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی۔

گنجینۂ رموز: چون آن مہ روے خود از پردہ بنمود
دل از ما برد آخر کرد نابود

اس شعر سے ۳۵۰ نام مستخرج ہوتے ہیں اسی شعر کی شرح میں صہبائی نے یہ رسالہ تحریر فرمایا اور اس سے سات سو نام نکالے۔

مخزن اسرار علمیہ: علم معمہ میں بے نظیر رسالہ

جواہر منظوم: یہ بھی معمہ ہی میں ہے اسمیں ہر دو شعر سے ایک اسم الٰہی مستخرج ہوتا ہے۔ جیسے ''ملک'' خدا کا نام ہے درج ذیل شعر سے بطور معمہ نکلتا ہے۔

عمرے بنہاد آن صنم کافر کیش
زالماس ذخیرہ باز بہر دل ریش

آخر ز دہان او بصد دشوارے
نیم لبش آمدہ بکام دل خویش

Marfat.com

درج ذیل سے اسم الٰہی سلام مراد ہے۔

خوبان کہ شکیب از دل ناکام برند از چشم تو طرز غمزہا دام برند
جائے کہ رخ تو ہست از مہ چہ سخن بشمار خ مہوش ار زمہ نام برند

مہیمن

ہر کس تاب سہیل راشد بندہ برخیزگی نگاہ اوزن خندہ
کو جہرہ یار بین و زدیدہ بپوش بر جائے سہیل بین مہ تابند

''جائے سہیل'' سے زمین کا کنایہ ہے اور جب لفظ ''یمن'' پر ''مہ'' آجائے تو مہیمن ہو جاتا ہے۔

عزیز

خورشید بخویش داشت زین پیش گمان کاین چرخ نیاوردہ نظیرش بجہاں
چوں قصہ آفتاب رویش گفتم خوریافت رخ چوخویش رانام ونشاں

باری

اے از تو چمن زخرمی گیرد کام وے از تو بہار سرخرو از ایام
ہر مرغ کہ در چمن زند نالۂ شوق ے سا زداز توھر یکے از برنام

خافض

حسنش کہ برنگ ماہ انور بینی چون خور بینی اگر مکرر بینی
آخر زان شوخ بین اند ازش زان گونہ کہ ھر دمش فزون تر بینی
یارب گنہم زبسکہ ازحد افزود گفتی لا تقنطوا ویاسم نزدود
آرے ناجی شد آن کسی کش ازشرم باعفوتو راز دیدہ جز اشک نبود

درج ذیل اشعار مین بتایا ہیکہ لفظ علی سے اللہ اور لفظ اللہ سے علی برآمد ھوتا ھے

Marfat.com

منم نصیرے آنجا وے سبل کہ بود — زبحیب شاهد کنعان قدس چهره کشائے
دلت چو سخره بازیچه هاے وهم دوی است — علی یکے چه شماری زنه نود اسما
چنین که جاده وحدت سپرده است بود — انا الحق از وے واز حق انا علی زیبا
علی است منتج نام اله ونام اله — بود زچهره نام علی نقاب کشا
مزن جراحت منکر بر این سخن ز انکار — دلیل قاطع من بس بود بر این دعوا
که عین هم الف وهم الف نماید عین — زلام لام و زیا ویا زها پیدا
زهر دو نام چو گیری حروف ملفوظے — حروف مفرده اش گردد از دگر گویا
دگر بقلب بری آن حروف را دانی — که این طریق توانی سپرد در همه جا
سخن که رهرو ملک وسیع اسرار است — عنان براه دیگر پیچیدم ازین ماوا
اگر باہل سخن تازه نغمه زد قلم — شگفت نیست که گویا طلب کند شنوا
حروف مفرد ملفوظے علی است علی — حروف مفرد ملفوظے خدا ست خدا
به بین بقاعده کاصل اصول این فن است — فروع را بود از اصل برگ نشو ونما
الف یک است وهمان یک سی است وسی باشد — گہے بلام وگھے سوے عین راہنما
زلام زلف توان کرد حاصل وآن زلف — تو خواه جیم شمر خواه دال کو عمدا
زعین شمس واز آن سین بگیر دسین شصت است — زشصت گاه نود گاه پنجه جلوه نما
نود بچشم تو صاد ست ومیم وپنجه نون — زنون بیا سوے حوت وز حوت جانب یا
هم از نود بسوے فی توان شتافت ولے — چو فی ست اسم تو اں یافت زد مسمی را
چو یا ده ست زده راه گیر جانب نه — وگر تو خواهی ازان ده دو گیر واز دو با
زنه بطار رود هم نه چو هست پنجه وپنج — ازان به پنج رواز پنج رو بجانب با
زبا که شش بود اشار واو پیدا کن — زشش دو حرف شمار و بخا معجمه آ
چو طا گرفته و طا نه است حا بر گیر — چو حا بد ست تو افتاد ره بپر سوے زا
زیا اماله دو یا هست ده بر دو بست بود — زبست کاف بر آور دنت بود بملا
رتب دگر ز الف گیر کان یکے ست وزان — چهل شمار و ازآن جا بسوے میم بیا

Marfat.com

ہم از الف بسے از سی برو بشہر وزشہر
بماہ رہ برداز ماہ روبجانب را
اشارتے چو بہ تصحیف نیست غیر از ہشت
کہ آن ست تا و ثا ذال و شین و ضاد و ظا
دگر ازان ہمہ غین است و قاف این جملہ
زیکدگر بدر آیند چون قمر زد جا
دو اسم کان بشمار حرفی متفق اند
بایں حساب یک از دیگر ست چہرہ کشا
بر آمد ست ز ز ہرا حسین بہر مثال
بدان ضعف بر آید حسین از زہرا
ہم از حسین بزہرا چناں فتد راہت
کہ از پسر رہت افتد بسیرت آبا
ازین طریق عنان قلم بگر دانم
چو کرباد دراین رہ کجا شدم زکجا
علی بود در شہر علوم و کس در شہر
بغیر درنتواند کہ واگذارد پا
حدیث لحمک لحمی نیوش و چشم مپوش
بدن چگو نہ تواند جدا شد از جزا
نصیریم نکنی ظن ازین سیاق سخن
کہ این طریقہ توان بود سنت الشعراء
بشعر بندہ اصنام گشتن آئین است
چہ شد کہ بندہ شدم پیش خواجہ دوسرا
گماں مبر کہ شدم شیعہ اندرین قطعہ
نعوذ باللہ ازین شیعہ بودن و حاشا
قدم زہر کہ بود از مدیح بر فلک ست
رخ سخن سوے داور چراست ناز یبا
سخن کہ جادہ دیگر گرفت از رہ رفت
بیا بسوے حقیقت بگیر راہ ھدیٰ
پس از رسول ابوبکر و بعد از وست عمر
سپس ز جامع قران علی عقدہ کشا
قدم چگونہ توانم درآن طریق نہاد
کہ نیک آگہم از عشوہ ہائے ابن سبا
قریب او نجد اع زیری ماند
کہ رخنہ کرد درایوان ملت عیسیٰ

صہبائی نے کبھی اردو شعر کی طرف توجہ نہ کی وہ ہمیشہ فارسی میں شاعری کرتے تھے ان کے کلام میں غزل، قصیدہ، مرثیہ، مخمس، مسدس اور قطعات کا تنوع ہے ایک غزل میں کہتے ہیں:

یارب آکن بجنون دلِ دیوانۂ ما
کہ شود بال پرے نالۂ مستانۂ ما
منکر کفر مشو گر سر ایمان داری
کعبہ یک پارۂ سنگ است ز بتخانۂ ما

Marfat.com

چون شرر حاصل مادرگردوست فناست برق باریشہ کند سر بد راز دانۂ ما
حسن بر آیینۂ وقف است ونگہ واقف نیست ہمہ بر خویش بود جلوۂ جانانۂ ما
وائے گرناز عنانش بہ تغافل ندہد ہست نشتر بکف شوخی افسانۂ ما
طرفہ کان بت برخ کعبہ روان ہم خندد دست درگردن غیراست زجانانۂ ما
عقل ے ناز دواز سریقین آگہ نیست نسخۂ جہل بود مبحث فرزانۂ ما

غزل

کن آشنا اے لب دوسہ حرف عتاب را از بہر مادو آتشہ سازاین شراب را
رنگ رخم چو گل پر پروازی زند دارم خزان رسیدہ بہار شباب را
دارداثر زچین جنین موج خندہ ات یک رنگ کردہ نازتو لطف وعتاب را
امروز تا کرشمۂ لطفش چہ می کند رحمت فگندہ است بفردا حساب را
چون شمع آرمیدن عمرست اضطراب دارد بسبز رنگ بہارم شتاب را
لبریز حرف شکوۂ دلدار می روم خواہم درازمدت روز حساب را
صہبا بیابوسعت رحمت نگاہ کن یک نبہ شمار گناہ و ثواب را

اور یہ شعر:

نہ ہوائے کعبہ دردل نہ سرکنشت مارا چوازوشدیم دیگر چہ زخوب وزشت مارا
بنظارہ گاہ محشر دل ودیدہ باز بخشند بشدیم خاک وآخرغم اونبشت مارا

درج ذیل غزل ملاحظہ فرمائیں مطلع پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
صہبائی کی شہادت پر یہ شعر کتنا صادق آتا ہے۔

پرد براہ فنایم مجال عنقا نیست بگوشۂ منم راہ دیگر ے وانیست
بکن مسکن بحضورت فضول نتوان شد تو خود بمی کنی آنزا کہ درخور ما نیست
تو نیز پائے تراز شوق خویش وان رم دوست بہر کجا کہ رسیدی نشانش آنجا نیست
مکوی بہ تقسیم اے خرد بہ خویش بیا کہ باب خاطر نازک دلان تقانیست

Marfat.com

گذشتہ ایام کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یا دایامیکہ شور عشق در سر داشتم — دل بغم می سوختم در سینہ اخگر داشتم
شدنمی غماز و عالم را بطوفان بر درخت — ورنہ من یک عمر پاس دیدۂ تر داشتم
در دلم شیرین و لیلی ہر کہ شد زخم تو برد — بسکہ در دل نیش مژگان تو کافر داشتم
شب خطا ہانکہ رفت از دست من عذرش بنہ — آرزو بے اختیار و شوق مضطر داشتم
صحبت ام الخبائث کرد صہبائیم نام — ورنہ پاس عصمت شرع پیمبر داشتم

صہبائی قصائد بھی کہے ہیں ایک قصیدہ بطور نمونہ پیش ہے:

صبح بز عم صوفیاں از پی بیچ جام رز — میفگند ز آستین رنجہ زرشش سری
موج پیالہ دام کن عیش رمیدہ صید تست — کاہوئے زرد در بربرہ کند چراخوری
نقطہ زر بہ پہلوے صفر حمل نہادہ اند — تارقم یک از برش ہم زمات بشمری
خاک چمن بصبح گاہ گشتہ زباد عطر خیز — ہچو زباد گریہ بید کردہ بمشک یاوری
کلخنہ سائے دہر شد نافہ کشائے صبحدم — طبلۂ مشک شد مشام این نفس از معبری
گاہ چو چشم عاشقان گریہ بر آردابرتر — گہہ چو دہان گلرخان خندہ کند گل طری
گوہر زالہ صبحدم بررخ شاہ اسفرم — بردہ زرد شان چرخ رونق آب پیکری
بلبل ژندخوان بصبح زمزمہ زد چوز دہشت — شاخ لقب ببر سمش شہرت آذری
از چہ باین ملایمی دل نکشد بادہ ات — سنگ نمودہ شیشکے کردہ بلور ساغری
از پی جمع شاہدان خواستہ بر بساط بزم — مے ز حباب ا فسری ساز زپردہ معجزی
ساقی سیم ساق را در بر شاخ بستد ین — لعل مذاب موج زن گشتہ بجام گوہری
عصمت مہر بکرے غنچہ نگہ نداشتند — دخت رزست بے حجاب دست چرائی بری
از پی جام مے مکن ابروے کود پراز گرہ — از پی مہر عقدہ را خاصیت است اژدری
چون متعلم وادیب گشتہ بمکتب نشاط — ساغر بادہ جملہ گوش بلبلہ درسخنوری
کاوسفالی از دہن گوہر شب چراغ ریخت — عنبرا ا، برفشان تا بر از ودگر خوری
گر نہ بقصر نیلگون رسم عزاست مستمر — بر سر این سہ دختران از چہ جنازہ بنگری

Marfat.com

بلبلہ مرغ خوش نواست آتش تر غذائے او — گنبدۂ حباب ے کردہ بہ پیشش اخگری
خیک تنے است بے رواں جان جہانش درنہان — بوئے تنش چو انگزد نکہت جانش عنبریں
زاغ شبہ مثال را نور ے لعل در شکم — دیوزنے سیاہ روحاملہ گشتہ از پری
تازنوال مطربان چاشت زنغمہ واکشد — آمدہ کاسۂ رباب غیرت کعب ننگری
چنگی آتشین زبان زمزمہ برلبش دوان — دادہ بآتش فغان باد مسیح را تری

رحمت علی رحمت

رحمت علی رحمت فارسی و اردو کے شاعر ہیں۔ انکے مختصر حالات شعرائے اردو کے ذیل میں آئینگے۔ فارسی کلام کا نمونہ درج ذیل ہے:

مدتے شدتا فراہم آمداین چاک جگر — یارب بیرحمی خنجر گزران چہ شد
غفلت اہل ہنر را چارہ نتوان یافتن — نیم رنگ آمد سخن معنی نگاراں را چہ شد

بدل نہ رغبت کفر و نہ میل دین دارم — نہ مہر کعبہ نہ بابت پرست، کیں دارم
جہاں بلرزہ شداز جنبش زمیں کہ بگور — بخویشتن دل بیتاب ہمنشیں دارم
تو درکناری واندوہ ہجری کشدم — کہ ہمچو طالع خود خصم درکمیں دارم
نہ کفر دانم و نے دین ہمیں قدر دانم — کہ دل بہ بند غم الفت بتاں دارم
اگر چہ پائے رسانم ندادہ اندولے — سری بقافلہ چوں گرد کارواں دارم

برائے سوختنہا با حریفان ساختم رحمت — بہر جا رفتہ ام چون شمعہای انجمن رفتم

Marfat.com

خمار بادۂ غم درسرش بین　　برنگ لالہ داغ اندر برش بین
دلم برد از نگاہ و از نگاہے　　دل اندر سینہ چون مضطرش بین
ادائے شوخی و انداز جورش　　جدا از نرگس جادو گرش بین
لب نازک کز واز حسرت اکنون　　لبۂ واین آرزوے خاطرش بین
ہجوم آہش اندر سینہ بنگر　　وفور گریہ در چشم ترش بین
چنا کز پہلویم نازش جدا داشت　　بعشق از خود بجائے دیگرش بین

جنس دل گرچہ عزیز است بہیچش نخرند　　این ستم پیشہ نکویان جفا گستر ما

ساقی بریز درقدح من شرابۓ را　　دستے بگردن افگن وافگن نقاب را

Marfat.com

تو وصد گردش چشم و من وصد آرزو در دل   تو و چشمک باغیار و

من و رعنا جوان شوخی کہ چشم مست او رحمت   بکافر ماجرائے م

در خور حوصلۂ شوق بنا شد جامے   بہر ما وقف تو ان

گر ہمیں نالہ پس از مرگ کشد سر ز دلم   دمد از خاک من

غمزہ و شوخی و انداز و ستم کردہ ہجوم   یک جگر دارم و جمع

رحمت و کوہکن و قیس بہم آمدہ اند   چہ تماشاست کہ ز

Marfat.com

شعرائے اردو

امام بخش تھانیسری

امام بخش تھانیسری عہد اکبری کے ایک مشہور شیخ طریقت قمیص الاعظم قادری کی اولاد میں سے ایک بزرگ کے مرید و خلیفہ تھے ان کی تاریخ پیدائش و وفات اور مفصل حالات نہیں ملتے ان کے ایک شاگرد عبدالرضا رضا تھانیسری کا ذکر ہم آیندہ اوراق میں کریں گے البتہ ان کے ایک معاصر بزرگ شاہ محمد غوث قادری لاہوری (متوفی ۱۱۵۲ھ) کا ذکر ان کے رسائل میں کئی جگہ ملتا ہے تھانیسری کی ایک نظم ''ڈھندورا'' میں بھی ان کا ذکر آیا ہے اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شاہ امام بخش تھانیسری بارہویں صدی ھجری کے اوائل میں پیدا ہوئے ان کی کئی منظوم تصانیف ورسائل کے متعدد قلمی نسخے پاکستان و ھند کے کتابخانوں میں مل جاتے ہیں۔ ان میں معجزۂ پیغمبر و شاہ یمن''، ''معجزۂ ساپن''، ''معجزۂ دردسر''، ''معجزۂ درخت''، ''ڈھندورا'' ترجمہ ''اردو پندنامہ سعدی'' وغیرہ ان کی تصانیف ہیں جن سے شاہ امام بخش تھانیسری کی تصانیف کا اپنے دور میں قبولیت کا پتہ چلتا ہے اس سے قطع نظر کہ ان میں بیان کردہ معجزات، ضعیف اور نہایت کمزور بلکہ بعض موضوع روایات پر مشتمل ہیں لیکن اس سے مشرقی پنجاب میں اردو کے عام چلن کا احساس ہوتا ہے اور یہ نتیجہ نکالنا غلط نہیں کہ اردو زبان کے اہم مراکز مشرقی پنجاب کے عام قصبات تھانیسر بٹالہ، سرھند، سنام، سامانہ، ہانسی روھتک حصار، پانی پت وغیرہ تھے انہیں قصبات میں عہد وسطی کے ھندوستان میں اردو کے اہم مراکز قائم ہو گئے تھے اب یہی قصبات اردو تہذیب اور عہد اسلامی کے مزارات ہیں۔

Marfat.com

شاہ امام بخش، تھانیسری تخلص کرتے ان کے چار شعر عام تذکروں میں ملتے ہیں:

اس جہاں میں اوس جہاں میں کون ہے
ہر نہاں میں ہر عیاں میں کو ن ہے
ہے جو دکھلا تا تجلی دم بدم
ہر جمال دلبراں میں کون ہے
تو کہے میں گفتگو سے پاک ہوں
پس یہ گویا ہر زباں میں کون ہے
لوگ کہتے ہیں خدا ہے لامکاں
پھر زمین و آسماں میں کون ہے

''معجزۂ حضرت رسالت پناہ و شاہ یمن'' میں تقریباً چھ سو اشعار ہیں۔ ابتدا اس طرح ہے:

اول تعریف سو ہے اس خدا کوں
کہ جس پیدا کیا ہے مصطفیٰ کوں
دوجی تعریف سو ہے اس رسل کوں
کہ حق تعریف میں جس کی ازل سوں
عجب خاوند کہ جس کا یہ عہد ہے
ایسی فہمید میں سب عقل رد ہے
کہ جس کی شان میں قرآن ساجے
چھتر لولاک کا سر پر براجے
عجب صورت عجب سیرت عجب شاہ
کہو صلوٰت بس اللہ اللہ
غلامی چار یاروں کی قبولوں

Marfat.com

خوارج رفض کے جھگڑوں کو بھولوں
کروں دن رین سمرن پنج تن کی
رضا مندی یہ ہے ذوالمنن کی

قصہ معجزے کا آغاز:

عجب ایک روز کا قصہ سناوں
کہ اس قصے سے سب جگ کو لبھاوں
جمعہ کی رات تھی گوشہ قبولا
جو کچھ تھا کام سب دنیا کا بھولا
پہن پوشاک اور خوشبو لگائے
خدا کے نام کی تسبیح پھرائے
گئے پڑھتے ہوئے جب رات آدھی
ولے تھی چاندنی سیں دل کشادی
نہ تھی وہ راحت لیکن شب قدر تھی
نہ تھی وہ چاندنی نوری چدر تھی
عجب اٹھتا تھا دل سے جوش پر جوش
ہوا آخر کو اس حالت سے بے ہوش
جو کیا دیکھوں عجب ہے ایک میداں
کھڑے ہیں دست بستہ جن وانساں
ہوا میں دیکھ کر بس خرم و شاد
جو تھا اس وقت پر کلمہ نبی یاد
گیا ان پاس یوں پوچھا میں سب سے
کھڑے ہو دست بستہ کیوں ادب سے
کہ ہے گا کون اس جاگہ کا والی

Marfat.com

یہ ہے کس کیلئے میدان خالی
مجھے تب دیکھ کر آیا اونھیں جوش
کہیا خاموش ہو خاموش خاموش
موکل ہم جو ہیں بھیجے خدا کے
یہ استقبال حضرت مصطفیٰ کے
یہاں ہوگا رسولوں کا اوتارا
ملائک اور حوروں کا نظارا
ادب سے جاکہیں گوشہ کھڑا ہو
نبی جی کا اگر دیدار چاہو
یہ پاکوں واسطے جاگہ بنائی
نہیں ہے اور کی اس جا سمائی
وہاں سے میں نے جا پکڑا کنارا
لگا پھر دور سے کرنے نظارا
لگے اوترن پیغمبر پالکی میں
لگے اوترن ولی پر نالکی میں
لگے اوترن فرشتے آسماں سے
خدا نے اپنی قدرت سے سنوارے
نہ دیکھا آنکھ نہ کانوں سنا تھا
جو کچھ اسباب اس جاگہ بنا تھا
اترا حوروں نے جاباوں سے جھاڑی
صفائی پھر کئی فردوس واری
انھوں کے بعد اترا تخت عالی
کیا عالم کے تئیں ظلمت سے خالی

Marfat.com

لئے حوروں کھڑی تھیں مور چھل ہاتھ
لگے کہنے ملک صلوات صلوات
کئے مجلس نے اٹھ تعظیم و تسلیم
ہوئی چاروں طرف صلواۃ و تسلیم
کئی جا کر لگے نعلین جھاڑن
لگے بے ہوش ہو تن من کو وارن
ہوئے چودہ طبق آکر سلامی
کریں تھے چاند سورج بھی غلامی
وہ بیٹھے بیچ مجلس کے جو سو ہین
ستارون بیچ جیسے چاند ہوئیں
لگے اس معجزہ کا درس پڑھنے
گویا منھ سے لگے تھے پھول جھڑنے
وہ صورت دیکھ کر ہم نے بچارا
یہ ہے تحقیق پیغمبر ھمارا
کہ اس مجلس میں اک مرد خدا نے
عصا لے ہاتھ میں ہو یا روانے
وہ آیا پاس میرے پھر یکایک
نجانوں تھا بشر یا تھا ملائک
پکڑ کر ہاتھ میرے خوب مضبوط
لگا فرمانے سن اے مرد فرتوت
نصیحت پر نصیحت کہہ سنائے
کہ اے تھانیسری گر کچھ کمائے
کہ کر تصنیف اب اس معجزہ کی

Marfat.com

اگر خواہش ہے جنت کے مزہ کی
سمجھ کر یاد رکھ اب اس کو مت بھول
کہ ہے یہ معجزہ حضرت کا مقبول
جسے خواہش ہو مجلس مصطفیٰ کی
خدا کے دوست احمد مجتبیٰ کی
اول اول دریا میں جاکر خوب نہاوے
نئی پوشاک اور خوشبو لگاوئے
پڑھے یہ معجزہ چاہئی جمعہ رات
اگر باور نہ ہو دیکھو کرامات
اگر کوئی پڑھے سیکھے سکھاوئے
کھلے رستے چلا جنت کو جاوے
یہ کہہ غائب ہو یا وہ خضر ثانی
بجا گرنش نصیحت اس کی مانی
گئی اس خواب سیں اکھین مری کھل
کہاں ساقی کہاں پیالہ کہاں مل
لگا دل میں فکر کا بیج بونے
لگا یہ شعر موتی سے پرونے
سنو یارو عجب یہ معجزہ ہے
مزہ اوپر مزہ اور پر مزہ ہے
نبی پاس ایک دن جبریل آیا
کہا مالک کا حضرت کوں سنایا
کہ ہے اک ملک نام اس کا یمن ہے
بڑا اوس بیچ کافر کا تمن ہے

Marfat.com

ولید اس سخت کافر کالقب ہے
سراسر فتنہ گیر اور بے ادب ہے
وہ ہے دل جان سیں دشمن تمہارا
کیا اس جنگ کا سامان سارا
وہ کہتا ہے نبی کو پکڑ لاؤں
قسم ہے مجھکو تب میں ناج کھاؤں
یہ نہ سمجھا وہ بے ایمان مردود
کہ ہار اور جیت کا مالک ہے معبود
یہی فرمان آیا ہے تمن کو
کہ خالی ہاتھ جاؤ تم یمن کو

پھر حضورؐ شاہ یمن کو پیغام حق سناتے ہیں وہ قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اور غصہ میں آپ پر تلوار سے وار کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے ہاتھ شل ہو جاتے ہیں پھر بھی وہ آپ کو جادوگر بتاتا اور آپ کا مذاق اڑاتا ہے قدرت حق اور آپ کے معجزہ سے ایک سوکھے درخت میں سیب لگتا ہے اور وہ آپ کے نبی برحق ہونیکی گواہی دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت شیث کی امت میں ہوں اور ابو حال میری کنیت ہے یہ معجزہ دیکھ کر شاہ یمن کے قدموں میں گر جاتا ہے اور عفو و کرم کا طالب ہوتا ہے اس کے بعد ابو حال سے آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

یہ کہہ کیا تیرے تیں دنیا پیاری
دیا چاہتا ہے دیں کی سرفرازی
جو کچھ چاہتا ہے توں کہہ مرد طالب
یہاں موجود ہے تیرا مطالب
کہا بوڑھے نے اے سرتاج ارسال

Marfat.com

سنا میں کربلا کا شیث سیں حال
یہی چاہتا ہوں اے ہادی کامل
حیات اور موت میں اون کی ہو شامل
سنی جب بات اس کے مدعا کی
نبی نے اس کے حق میں تب دعا کی
کہ بخشے تجھکو میرا رب معبود
کہ ہو توں کربلا کی جنگ موجود
پس اے دل تو غلام حسنین کا ہو
غلام خاص شاہ دین کا ہو
الہی کردم آخر کون یاری
رہے کلمہ شہادت دل میں جاری
لقائے حق شفاعت ہو نبی کی
یہی ہے التجا تھانیسری کی
یہی چاہتا امام بخشی عاصی
قیامت کو ہو جا میرے خلاصی
الہی اس کو پڑھنے سننے والے
قیامت کو ہو ویں جنت حوالے

تھانیسری کی دیگر تصنیف:

انکی تصنیف ''ساپن نامہ'' میں بارہ سوتمیں شعار ہیں۔ ابتداحمد سے ہوتی ہے:

اول یاد کر اوس خدا پاک کو
کہ جن جی دیا اس تن خاک کو
کہ لایق ہے اوس کو ثنا اور صفت

Marfat.com

سزوار ہے حمد غفار کو
کہ ہے آسرا مجھ گنہگار کو
نہ جاوے کیا وصف بیچون کا
کرن بار ہے وہ گونا گون کا
رکھے کس طرح بے ستوں یہ فلک
سورج چاند تارے جڑے یک بیک
میں اوس کی صفت کا کروں کیا بیاں
جو کہنے کی طاقت نہ رکھے زباں
تکبر کیا تھا جو نمرود نے
سزا پائی اس مرد مردو نے

اب معجزہ کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

عجائب ہے یہ معجزہ مومنو
اسے صدقِ دل سے پڑھو اور سنو
کسی کو جو یہ معجزہ یاد ہو
قیامت کی دوزخ سے آزاد ہو
جمعرات کے روز جو امتی
پڑھے اور سنے اس کو سب دل ستی
عبادت ملے پانچ صد سال کی
خدا کی رضا اور شفاعت نبی
اسی معجزہ کا بڑا ہے ثواب
قیامت کے دن کو نہ دیکھے عذاب
نبی پاک مکہ کی مسجد منے
صحابی تھے اور یارسارے جنے

Marfat.com

وہاں سب تھے حاضر صحابی تمام
نصیحت کے کرتے تھے حضرت کلام
اچانک بڑا ایک عرب کا پسر
بیٹھا آئی مجلس منے خوب تر
وہ دیکھن میں رستم کا ثانی جوان
شجاعت میں تھا وہ بڑا پہلوان
سجے ہاتھ میں اوس کے تلوار تھی
نہ تلوار تھی بلکہ خونخوار تھی
تھی چمڑے کی تھیلی باویں ہاتھ میں
وہ مسجد میں آیا نبی سامنے
صحابوں کی تئیں دیکھ اس نے کہا
حبیب خدا تم میں ہے کون سا
سنا ساری مجلس نے اوس کا پیام
اٹھا اس جماعت سے سلمان نام
نبی کے اوپر جیسے قربان تھا
اسم اس صحابی کا سلمان تھا
کہا اس یہودی کو یوں جان کر
نبی جی نہیں آئے تجھ کو نظر
مگر تجھ سے اندھے کو دستا نہیں
ستاروں منے چاند چھپتا نہیں

یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اپنے علم سے بتائیں اس تھیلی میں کیا ہے؟ اگر آپ نے بتا دیا تو میں اپنے قبیلے سمیت مسلمان ہو جاؤں گا ورنہ تلوار آپ پر چلا دوں گا آپ کو حضرت جبرئیل نے بتایا کہ

Marfat.com

اس تھیلی میں سانپ ہے اور اس یہودی کا نام سعد بن قیس ہے۔ آپ نے جب یہودی کو بتایا تو وہ کہنے لگا آپ بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں پھر اس نے کہا اچھا اب آپ اگر اس سانپ سے اپنے لئے درود پڑھوا دیں اور سجدہ کرالیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا ایسا ہی ہوا وہ یہودی آپ کے قدموں میں جا گرا اور اپنے قبیلے کے ۴۷۳ آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا:

گر جا کے قدموں میں ہو بے قرار
پوکارن لگا یا رسول کیار
میں اب دین اپنے سے بیزار ہوں
صدق سے حضرت کا کلمہ پڑھوں
گناہوں ستی دل ہوا ہے شگاف
جو کچھ میں کہا مجھ کو کیجو معاف

سانپ نے رو کر اپنی آپ بیتی یوں سنائی:

جو کچھ حال گذرا ہے میرے تئیں
وہ مالک کسی کو دکھاوے نہیں
سنو اب وہ ساپن لگی بولنے
کپٹ بھیدوں کی وہ لگی کھولنے
کہ موسیٰ کی امت میں انسان تھا
وطن میرے رہنے کا یونان تھا
مجھے علم توریت کا تھا کمال
نہ کوئی تھا اوس بیچ میرے مثال

Marfat.com

بالآخر حضور کی دعاء سے وہ ساپن انسان بن گئی:

یکا یک رہے دیکھ حیران ہو
کہ ساپن کی صورت سے انسان ہو

اخیر میں یہ اشعار درج ہیں:

نہ کر خوف اے یار تھانیسری
وہ مالک ہے جس خلق پیدا کری
مجھے کیا ہے دو جگ میں محتاجگی
کہ مالک ہے میرا محمد نبی
میری آرزو تم سے ہے یا رسول
یہ تصنیف ہو معجزہ کی قبول
الٰہی بحق مدد پنج تن
قیامت کو جنت میں پاؤں وطن
جو کوئی سنے اس کو بہر خدا
وہ تھانیسری کو کہے مرحبا
ہوا معجزہ مصطفیٰ کا تمام
بحق محمد علیہ السلام

معجزۂ درخت کی ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے:

اے دلا اخلاص سے کہہ قل ہو اللہ احد
ہے یہی توحید کافی یعنی اللہ الصمد
لم یلد تحقیق لم یولد بقران ہے سند
اکتنا کن لم یکن یعنی لہ کفوا احد
با ادب کچھ حمد احمد بول اے تھانیسری
کیا کہے اوس کو نہایت سخت مشکل ہے پڑی

Marfat.com

ہو غلام خاص اے دل جگر گوشان بتول
رستگاری روز محشر سئیت جز آل رسول
صد ہزارہی تحائف ہم صلوات والسلام
باد از ما بر نبی وآل واصحابش کرام
مرحبا تھانیسری کیا خوب تو برذوق ہے
یعنی تیری تئیں محمد کی صفت کے شوق ہے
کون ہے اور کس شمار اندر ہے تو تھانیسری
ہے تصدق شاہ محمد غوث سید قادری

معجزہ کا آغاز:

اے مسلمانو! سنو یہ معجزہ دل جان سے
چاہتے ہو تم جو اپنا خاتمہ ایمان سے
جو پڑھے گا یا سنے گا کوئی اس کو ایک بار
ہو روایت میں ثواب اس کا برس اسی ہزار
پھر روایت یوں ہے اس کا حد سے زیادہ ثواب
اس میں شک ہوسے جسے یاوے وہ جنت سے جواب
ہے روایت مالک بن انس سے اے موناں
ہم نے یہ تصنیف شاہ مولا رومی سے سناں
ایک دن مکہ کی مسجد بیچ تھے ختم الرسل
تھے حضوری بیچ حاضر یار سارے جزو کل
ہو اکٹھے تب رئیساں کافراں قوم عرب
مصطفیٰ کے پاس آئے پر غضب ہو بے ادب
دیکھ کر حضرت کو بولے اے محمد مصطفیٰ
گر ہے پیغمبر تو اب ہم کو دکھا اک معجزا

Marfat.com

یعنی ایک جنگل فلانے میں پڑا ہے سنگ سخت
چل ہمارے ساتھ اوس پتھر کنیں اے نیک بخت
جھاڑ ایک چھ شاخ کا، چھ پھل کر اوس سے آشکار
سیب انجیر نیشکر انگور امرود و انار
ہو لکھا ہر پات پر بوٹی کے کلمہ بید رنگ
پھول سو پنکھڑی کا ہو ہر ڈالی میں سونے کے رنگ
پھر اس بوٹی میں پیدا ہووے دھولا جانور
چونچ زریں لعل پنجہ ساق سیمیں خوب تر
ہوں لکھے پر آیت قرآں سے اوس کے کے بازوں
پھر سناوے ہم کو وہ جو تیرے بینوں کا بیان
گر چہ ہو اس طور تب جانے تھیں نائب خدا
صدق سے ہوں ہم مسلماں کفر سے ہونویں خفا
سن کے حق سے ہو رجوع حضرت نے باعجز و ادب
دیکھیے یعنی کہ اب اس وقت کیا ہو حکم رب
دم نہ گندر ترت آوارد ہو اپیک جلیل
کر دعا صفت مثنا حضرت کو بولا جبرئیل
یعنی اے دو جگ کے سید یوں کہے ہے مجھکو حق
کہہ تو میں کس کے لیے پیدا کئے چودو طبق
اے مرے محبوب پیارے کس لئے دلگیر ہے
میں تو ہوں تجھ پاس کیسی سوچ دامن گیر ہے
فکر و اندیشہ کو اپنے دل سے دے جلدی اوٹھا
چل تو اوس پتھر کنے بر آوے اون کا مدعا
مخبر صادق نے سن جبرئیل سے امداد رب

Marfat.com

جلدی اوس پتھر پہ آئے ساتھ لے قوم عرب
کر اشارت ہاتھ سے پتھر کے کر ڈالے دو پھل
اوس کے اندر سے اوسی ساعت درخت آیا نکل
شاخ چھ ظاہر ہوئی ہر شاخ پہ یکساں ثمر
سیب انگور انجیرو امرود نیشکر
تھا لکھا ہر پات پہ نام خدا نام رسول
پھر تبھی آئے وہاں ہر شاخ میں صد برگ پھول
پھر اونہیں شاخوں میں یک پیدا ہوا مرغ سفید
تھم تھما کر بانگ ونج دیتا تھا وہ مرغ نوید
آیت قرآن تھی زنگاری لکھی بازو اوپر
پنڈلیاں پاندی کی پنجے لعل تھی منقار زر
مرغ نے پہلے کہا آواز اللہ الصمد
کافرون محبوب کو بولا کہ برحق ہے احد
دوسری کی مرغ نے آواز الا اللہ بلند
کامزاں سے پھر یہ بولا اے یسئماں ناپسند
تیسری آواز کی اوس نے کہ اللہ پاک ہے
اور نبی اوس کا محمد مالک لولاک ہے
تم نے جو مانا نہیں ایسا نبی صاحب وقار
آہ میرے قول پر آوے گا کیونکر اعتبار
اب تلک تم آپ سا بوجھو ہو ان کی آڑ میں
مجھسے کیا پوچھو ہو یہ انصاف کر لینا تمہیں
کیا کبھی پیدا ہو پتھر سے ایسا بھی شجر
ڈالیا سونے کی سی میوہ ہے مجھ سا جانور

Marfat.com

معجزۂ دردسر میں سو سے زاید اشعار ہیں آغاز اس طرح ہے:

اولاتعریف کہہ غفار کی
پھر صفت کہہ مصطفیٰ کی
رات دن یہ وردکر دل جان سے
بعد از صدتحیات و سلام
برنبی بر آل و اصحابش تمام

اب معجزے کا آغاز ہوتا ہے:

شہر مکہ بیچ تھے خیرالانام
پڑھ نمازان صبح بایاران تمام
پھر کیا رخصت خواص اور عام کوں
جالگے سبھ اپنے اپنے کام کوں
ایک حضرت یار ہا صدیق یار
درد سر حضرت کے ہوا بے شمار
دوڑ کر صدیق نے حضرت کا سر
رکھ ادب سے اپنے زانو کے اوپر
بے قراری سے پکارا یا رسول
اس قدر کیوں آپ کے خاطر ملول
یہ کہا مجھ سر منے ازار ہے
اس سبب میری طبع بیمار ہے
کچھ سنا ایسے مجھے اے یار غار
درد سے شاید مجھے ہووے قرار
تب کہا صدیق نے اے پاک تن
ایک مجھ کو یاد آیا ہے سخن

Marfat.com

آپ بولے جلد کہہ مت دیر کر
دیر سے میری طبع مت زیر کر
یوں لگا کہنے نبی سے بوبکر
دور ہو جس سے سنے سے دردسر
یا رسول اللہ عجب یک دور تھا
اس سے آگے یک زماں اور تھا
عمر میرے تھی نہایت خوردسال
مجکون تھا بکرے چرانے کا خیال
ایک دن میں قدر تن وقت سحر
لگیا میں بکریاں جنگل پتھر
لے کے ریوڑ جب گیا بستی سے دور
یا نبی سن اوس کی قدرت کا ظہور
اتنے میں ایک گھوڑا دو اس پر سوار
دوڑ کر مجھ پاس آ پکڑا قرار
تھے وہ دونوں ایک عورت ایک مرد
لیکن اون کا خوف سے تھا رنگ زرد
ایک سے جوڑے اور ایک سی عمر
ایک سا جوبن جواں تھے سر بسر
کیا کہوں میں ان کی صورت کا بیاں
جوت ایسی چان و سورج میں کہاں
دیکھ چھب اون کی اولٹ جاوے زمیں
بارک اللہ و احسن الخالقین
پر اسی ساعت اٹھا گر دو غبار

Marfat.com

فوج آئی اس جنگل میں بے شمار
پہنچ کر جلدی سے اوس افواج سخت
لئے وہ پکڑ دونوں نیک بخت
اوس جواں کو پکڑا بی بی کو چھوڑا
عاشق اور معشوق کو کیا جدا
کیا کہوں میں آن اوس قوم پلید
بے خطا اس مرد کو کیا شہید
کھود کر مائی کیا اوس کے دفن
دیکھ کر بی بی لگی سر کو پٹن
ظالموں کو دیکھ یوں بولی پکار
گر اجازت ہو تو جاؤں بر فرار
دل سے بیچاری کو چوموں ناک کو
عاقبت میری بھی شاید پاک ہو
سن کے بعضوں نے کہا مختار ہے
وہ ہے مردا یہ نپٹ لاچار ہے
چشم گریاں سینہ بریاں پارسا
یوں کیا اوس گور پر ماتھا نوا
پیٹ کر چھاتی کو سر اپنے کو پھوڑ
کہ میرے مظلوم مجکو مت بچھوڑ
مجکو تجھ بن دن اندھیری رہن ہے
تجھکو مجھ بن کیوں قبر میں چین ہے
آسماں کو دیکھ ایسی آہ کی
آہ نے پھر عرش اوپر راہ کی

Marfat.com

یوں لگی کہنے ز دل باصدق خاص
کہ غیاث المستغیثین الغیاث
مجھ نمانی سی کی تجھ سے داد ہے
داد ہے بے داد ہے فریاد ہے
ہے تجھے معلوم پیدا او نہاں
تجھ سوا مجکوں بتا جاؤں کہاں
دے سزا اس قوم بدکردار کوں
حق سے ناحق کردیا مقدار کوں
کر زمیں کو حکم لے مجکوں چھپا
مجکوں میرے یار محرم سے ملا
مرد بیگا نے اس جاگہ بچوں
روز محشر حق سے شرمندہ ہوں
یا نبی وہ گور جلدی سے پھٹی
دوڑ کر بی بی وہ جا اس میں چھپی
اتنے ہی میں اس قبر کا منہ ملا
ہو گئے وہ مرد عورت ایک جا
مشر کوں نے ترت جا کھولی قبر
اوس میں دونوں کا نہ پایا کچھ اثر
ذکر کیا تھا مرد عورت کا وہاں
وہ تو قدرت تھی او نہیں پاوے کہاں
دیکھ مشرک سیاہ رو بیزار ہو
پیٹ سر گھر کوں گئے لاچار ہو
جس کا حق تھا حق نے اوس کو حق دیا

Marfat.com

کر کے رسوا ناحقوں کو رکھ دیا
سن کے حضرت کا گیا تب درد سر
اوٹھ کے پوچھا آپ نے اے بوبکر
اب بھی ہے کچھ یاد تجھ کو وہ مکاں
اوٹھ شتابی سے مجھے لے چل وہاں
سن کہا صدیق نے اے پاک رو
وہ جگہ تم کوں دکھا دوں ہو بہو
صاحب خادم چلے دل شاد ہو
اوس جنگل کو درد سے آزاد ہو
پہنچ کر صدیق بولا اوس مکاں
یا نبی اوس گور کا ہے یہ نشاں
دیکھ حضرت اوس جگہ کو باخشوع
آکے پکڑی حق تعالی سے رجوع
ترت آوازہ ہوا پیک خلیل
کردعاء حضرت کو بولا جبرئیل
اے خدا کے دوست کہو کیا چاہئے
وہ کروں موجود جو فرمائیے
آپ بولے یہ ہے دل کی آرزو
اون شہیدوں کو لیاوے روبرو
سن کے جبرئیل نے تب حکم صاف
کر دیئے فی الفور وہ جاگہ شگاف
آگئے وہ شخص دونوں روبرو
آپ نے پوچھا بتا تم کون ہو

Marfat.com

فوج تھی کس کی وہ کیا تھا ماجرا
کیوں کیا تھا قتل تجھ کو بے خطا
کر کے کورنش آپ کوں بولا جواں
یا نبی ہے اس طرح میرا بیاں
تھا چچا میرا نہایت مال دار
مال اور گھوڑے تھے اوس کے بے شمار
باپ بھی سردار تھا میرا بڑا
مال و دولت میں بھی تھا اوس کے سوا

پھر وہ اپنی چچازاد بہن سے محبت کرنے لگتا ہے اور چچا کے مظالم سے پریشان ہو کر اپنی محبوبہ کے اصرار پر وہ دونوں راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن چچا کے آدمی انہیں گرفتار کر لیتے ہیں نوجوان کو مار کر دفن کر دیتے ہیں اس کی محبوبہ غموں کی تاب نہ لا کر خدا سے پردہ پوشی کی دعاء کرتی ہے پھر زمین میں سما جاتی ہے اس طرح یہ شہیدان محبت جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔ حضورؐ ان سے فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو میں خدا سے تمہارے لئے دوبارہ دنیا میں بھیج دینے کی دعاء کردوں وہ کہتے ہیں:

عرض کی پھر ان سبھی نے یوں پکار
ہے کہاں دنیا میں جنت سی بہار
ہم بہت ہیں تنگ قید جسم جاں
ہم کو فرماں جاویں ہم اپنے مکاں
ہو وداع حضرت سے تب اوس کار میں
کر دعا غائب ہوئے اس غار میں
آپ نے دونوں نشانی کی قبر

Marfat.com

اون کی پھر زیارت کا فرمایا امر
تب اولٹ کر آوے مکہ میں نبیؐ
یہ کریں تاکید یاروں کو نبیؐ
جو سنے یہ معجزہ با عتقاد
درد سر ہو دور اور پاوے مراد
یا نبی تھانیسری سے سر بسر
دین اور دنیا کا جاوے درد سر

امام بخش تھانیسری نے یہ حکایت حضور کی طرف منسوب کی ہے حالانکہ کتب احادیث بلکہ موضوعات میں بھی اس کا وجود نہیں ملتا خیال ہے کہ فقراء وشعراء کی من گھڑت کہانی ہے لیکن اردو ادب میں قدیم اور تاریخی اہمیت کی حامل ہونیکی بنا پر اس کی اہمیت اسے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اے اشعار پر مشتمل ایک نظم امام بخش تھانیسری کی ''ڈھندورا'' ہے اس میں اکثر پانچ اشعار کے بعد یہ شعر آتا ہے:

''ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں''

نظم کی ابتدا بھی اس شعر سے ہوتی ہے:

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا جنگل میں
ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں
اے بھوندو نہ پھر ہرگز خلل میں
پڑا ہے کیا کتابوں کے شغل میں
خدا کی دید گر چاہے تو دل میں
دکھاوں تجھ کو ذات اللہ کی پل میں
خدا ہے گرچہ ظاہر جزو کل میں

Marfat.com

ولے توں حق میں حق تیری اصل میں
مثل جل برف میں ہے برف جل میں
وفی انفسکم پوکارا حق ازل میں
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا جنگل میں
ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں
کھولا تاراں جو ہم پر جلوۂ ذات
ہو یا وارد تحیر کا مکانات
وہاں دیکھا عجب عالم خیالات
نہ رنگ وروپ شش جہت نہ طلسمات
نہ کفر اسلام نہ نورو نہ ظلمات
نہ حیوان و نباتات و جمادات
نہ ساعت وقت فجر و شام دن رات
نہ گرم و سرنہ خشک وہ نہ برسات
پکاروں کیا نہ کچھ کہنے کی ہے بات
کہ منہ کی منہ رہی اور ہات کے ہاتھ
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا جنگل میں
ڈھندورا شہر میں لڑکا بغل میں
کدورت کو اول دل سے بدر کن
تو ہر پیش اور پس اپنے نظر کن
کہ پاویں روشنی باہر اور اندر
نگاہ کر نیچے اور اوپر
غرض توں ہر طرف کر اور تصور
خدا کی ذات کو بھی دیکھ آخر

Marfat.com

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا جنگل میں
ڈھندورا شہر میں لڑکا بغل میں
ہوئی جب مدعا تیری جو حاصل
توں پھر حضرت محمد غوث میں مل
جو حضرت تک نہ پہنچا جائے عاقل
تو ہوں حضرت ضیاء الدیں کے شامل
کے رنگے ہاتھ سے توں ہوئے بسمل
کہ ہواک طعت با جانان و اصل
یہ حق تھانیسری نے کہہ سنایا
ڈھنڈو را دین کا گھر گھر پھرایا
جو بے رنگی میں چاہے آشنائی
تو ہو اس طور جو دریا میں ماہی
یہ منصور پر حالت جب آئی
جو دیکھا ہر طرف نور الٰہی
سراسر عقل گیرا کو گواہی
لگا کہنے اناالحق کی دہائی
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا جنگل میں
ڈھندورا شہر میں لڑکا بغل میں
سمندر ذات کا بے انتہا ہے
نہ پار اور اور ارنا کچھ اسکی تھا ہے
عمیق طول عرض کیتوایا ہے
کہیے آخر میاں یہ بات کیا ہے
کہے توں کہہ چکا ھندی زباں میں

Marfat.com

نہ بوجھا اب تو کیا بولوں بیاں میں
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں
ڈھندورا شہر میں لڑکا بغل میں

خدا ہے جان اور سب کو تن ہے
یہی توحید ہے اور سب سے فن ہے
ترے کیا گرد دریا موج زن ہے
سمک جیوں جل میں کہیں تیرا بن ہے
یہی تو مرنے سے آگے مرن ہے
اسی رہ میں ترا اصلی وطن ہے
وطن تیرا نہ کچھ خوف و حزن تھی
نہ بندہ نہ خدا نہ پاپ پن تھی
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں
ڈھندورا شہر میں لڑکا بغل میں

اہاہا واہ واہ یا حی دایم
عجب منظر عجائب سردائم
سنا تھا نحن اقرب کا ترنم
جو دیکھیں اوہیں نزدیک قایم
نہ دیکھوں حق کو ان آنکھوں سے ہر دم
نہ ہوئی جب تلک خاطر فراہم
کہیں سیں جھانک لوں آکھوں سے عالم
نہ دیکھا ہے نہ دیکھے گا کوئی از جن آدم
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں
ڈھندورا شہر میں لڑکا بغل میں

Marfat.com

کہ جس سے کوئی نہیں بولے جہاں میں
وہی آپ ہے زمین و آسماں میں
یہی ہے ذات حق کردم عیاں میں
سمجھ لے اے میاں نت رہ رضا میں
کہ اوس کو دیکھ لے ہر چشم و دل میں
نہاں میں لا مکاں میں کیا نشاں میں
غلط بولا کہ کیا کون و مکاں میں
وہ سب حق ہے زبان درمیاں میں
کھلے توں کہہ چکا ھندی زباں میں
نہ بوجھا اب تو کیا بولوں بیاں میں
ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں
ڈھندورا شہر میں لڑکا بغل میں

تھانیسری کا منظوم ترجمۂ پند نامہ سعدی اردو میں ہے اس ۱۱۴۵ اشعار ہیں اس کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہے نمونہ کلام درج ذیل ہے:

کرم سے ہمیں اپنے بخش اے خدا
کہ ہیں ہم گرفتار حرص وہوا
نہیں ہے ہمیں دادرس تجھ سوا
تو ہی بخشدے عاصیوں کی خطا
گنہ سے مجھے باز رکھ اے خدا
گنہ بخش اور راہ نیکی دکھا
زباں کو دہن بیچ جب تک ہے جا
ہے مقبول دل لو نبی کی ثنا

Marfat.com

ہے نبیوں میں بہتر حبیب خدا
کہ عرش بزرگ اوس کا ہے تکیہ گاہ
تری عمر کے گذرے چالیس سال
نہ طفلی کا اب تک گیا وہ خیال
ہوا و ہوس میں گذاری سدا
نہ تو نیک کاموں میں ایک دم رہا
بھروسہ نہ کچھ عمر فانی پہ کر
زمانے کی بازی سے مت ہو نڈر

در مدح کرم می گوید:

سن اے دل رکھا جس نے بخشش جواں
جہاں میں ہوا نامور بے گماں
کرم نام جگ میں کرے بیشتر
امانت سے تجھکو کرے بہرہ ور
کرم کا سدا گرم بازار ہے
کرم سے دل خلق کو تازہ رکھ
جہاں کو کرم سے پر آوازہ رکھ
کرم کا تو ہر وقت رکھ دل میں دھیان
صفات خدا سے کریمی کو جان
چلے جو کرم اور تلطف کی راہ
تو ملک سخاوت کا ہو بادشاہ
ہے صاحب دلوں کا سخاوت سے کام
یہی مقبلوں کا ہے پیشہ مدام
سخاوت ہر اک درد کی ہے دوا

Marfat.com

ہے بے شک مس عیب کو کیمیا
جو کنجوس کے حسب کام ہو فلک
اور اقبال بندہ بھی ہو چاند تک
خزانہ جو تاروں کا ہاتھ اوس کے آئے
جو سارے جہاں کی حکومت وہ پائے
سبب بخل کے نام کون اس کالے
اگر چہ زمانہ اطاعت کرے
جو زاہد ہو کنجوس تو جنتی
نہووے گا ہر گز بقول نبی
اگر مال سے عمدہ ہووے بخیل
تو مانند مفلس کے ہووے ذلیل
سخی جو کہ ہیں مال سے میوہ کھائیں
غم زر میں کنجوس جی کو کھپائیں

در فضیلت تواضع می گوید:

تواضع تری آبرو کو بڑھائے
کرے روضۂ خلد میں تیری جائے
تواضع کرے قدر تیری یہاں
معزز دلوں میں کرے مثل جاں
تواضع کی عادت ہے جس کو دلا
اوسے جاہ سے منفعت ہو سدا

غرور کی مذمت:

بڑا بول مت بول اے بے شعور
گرے ہاتھ سے اس کے اک دن ضرور

Marfat.com

خردمند کرتے نہیں ہیں غرور
عجب ہے کریں یہ جو اہل شعور
بڑا بول عادت سفیہوں کی ہے
عزازیل شیطان ہوا عجب سے
پڑا طوق لعنت کا اوس کے گلے

علم کی فضلیت میں :

شرف پاوے ہے علم سے آدمی
نہ مال وحشم جاہ سے ہو کبھی
تو پڑھنے میں جوں شمع تن کو جلا
کہ بن علم کب تو پہچانے خدا
سیانا طلب گار ہے علم کا
سدا گرم بازار ہے علم کا

صفت عدل :

کیا عدل کسری نے جو اختیار
تو ہے نام نیک اوس کا اب یادگار
عدالت سے عالم کو آباد رکھ
دل خلق کو داد سے شاد رکھ
تو بد گوئی سے خلق کو مت ستا
کہ ناگاہ ہو تجھ پہ قہر خدا
جو باندھے کمر بندگی کے لئے
تو دروازہ دولت کا تجھ پر کھلے
ادا صدق سے کر نماز اے جواں
کہ تجھ کو ملے دولتِ جاوداں

Marfat.com

گنہ سے کرے ہے ذکی احتراز
کہ پانی سے ہوتی ہے شکر گداز
گنہ سے کرے ہے سعید اجتناب
کہ چھپ جاوے ہے ابر میں آفتاب
جدا ہونا ہے دوستوں سے برا
کہ قطع محبت نہیں ہے بھلا (۱)

عبدالحکیم بسمل

عبدالحکیم بسمل مشہور حکیم پیر بخش کے فرزند گرامی ہیں ان کے والد اور چچا مولوی امام بخش صہبائی (۱۸۵۷ء) اپنے وقت کے ناموروں میں شمار ہوتے تھے۔ حکیم پیر بخش اپنے وقت کے مشہور و حاذق طبیب، اور صہبائی فارسی کے نامور ادیب تھے ان کا آبائی وطن تھانیسر ہے سکھوں کے عہد میں جب بے شمار مسلم گھرانے ترک وطن پر مجبور ہوئے اور دہلی اور اس کے ان اطراف میں سکونت اختیار کی جہاں پنجاب کی بنسبت امان تھا انہیں ایام میں غالباً یہ خاندان تھانیسر سے دہلی میں مقیم ہوا۔

عبدالحکیم بسمل اپنے والد کی طرح حاذق طبیب اور اپنے چچا صہبائی کی مانند ذہین اور فارسی کے ادیب تھے اردو کے صاحب دیوان شاعر تھے بسمل تخلص کرتے اپنے عم بزرگوار مولوی امام بخش

(۱) کریم الدین پانی پتی۔ طبقات شعرائے ہند

قدرت اللہ قاسم: مجموعہ نغز ص ۹ ۔ ۲۲۳ مرتبہ حافظ محمود شیرانی

خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعراء ص ۳۹ تا ص ۲۱

Marfat.com

صہبائی کے شاگرد تھے مزار قادر بخش صابر نے ۱۲۷۱ء کو اپنا تذکرہ شعراء ''گلستان سخن''، مکمل کیا ان دنوں یہ نوجوان تحصیل علم میں مشغول تھے وہ لکھتے ہیں:

''فن فارسی میں سلیقہ معقول حاصل اور تحصیل علم طب میں بجان و جنان مائل جوان وجیہ خوش قیافہ فصیح زبان صاف دل پاک طینت ثمرہ جوانی سے متمتع اور حلاوت کامرانی سے لذت چش، آئینہ خاطر کی صفائی سے پردگیان ضمائر بے نقابی میں ناچار ہیں اور فکر رسا کی دور گردی سے وحشی نثر دان اسرار صید ہوتے ہیں بے اختیار اہلیت اور صلاحیت اسقدر کہ گویا مجموعہ اخلاق اور فرق تا قدم نسخہ وفاق ہے۔ اور استعداد خداداد کا یہ حال کہ اوس کے کلام جواہر نظام میں خوبی معنی اور خوشی اسلوبی تراکیب اور تنگدرزی کلمات اور رشاقت تشبیہ اور حسن استعارہ حد طاقت بشری سے باہر ہے''

نمونۂ کلام:

نوائے بلبل و بوئے چمن تو آجائی — قفس کے گر مرے نزدیک گلستان ہوتا
اگر نہ تیغ نگہ سے اُسے بچاتا میں — تو ہدف کیلئے آج دلکہ ہوتا
وہ اتنا بدگمان ہو تو نہ تڑپینگے نہ تڑپینگے — خدا کے واسطے منہ کھول زخموں پر نمکداں کا
مرے بالیں پہ وقت نزع لاؤ ایکدم اوسکو — رہیگا حشر تک سینہ میں ورنہ داغ ارماں کا
تعجب ہے تمہاری شان سے کچھ حال تو کہتے — کہاں تم حضرت بسمل کہاں رستا بیاباں کا
قصہ سنے ہے کون عذاب و ثواب کا — ساقی شتاب دے مجھے ساغر شراب کا
میں اور روز شب کی اٹھانی مذلتیں — یارب بُرا ہو اس دل خانہ خراب کا
لائے گا سر پر دیکھئے کیا کیا قیامتیں — رخ سے یکایک اوسکا الٹنا نقاب کا
ہے آج کون بام پہ جلوہ نما جو یوں — اوڑتا ہے رنگ میری طرح ماہتاب کا
دیر و حرم میں جا کے جو دیکھا بچشم غور — پایا کچھ ایک رنگ عذاب و ثواب کا

Marfat.com

کر دینگے ہم زمانہ پیری کو صرف زہد — اب کیوں نہ مے پئیں کہ ہے عالم شباب کا
ساقی ہے اور شراب ہے اور یار ماہ وش — اور اس پہ لطف دے ہے ترشح سحاب کا
انداز گر یہی رہے ظالم ترے تو گھر — اوجڑے گا آج کل کسی خانہ خراب کا
کعبہ اگر بنا ہے اسی سنگ سے تو کیا — زاہد کو بتکدہ سے سبب اجتناب کا
عہد شباب حضرت بسمل ہے مے پیو — جھگڑا سنا کرو نہ کسی شیخ و شاب کا

چین دیتا ہی نہیں آٹھ پہر میں اکدم — آفت جان ہوا یہ دل مضطر نہ ہوا
دیکھ دینا نہ بتوں کو تو دل اپنا بسمل — یہ وہ ہیں جنکے کوئی ہاتھ سے جاں بر نہ ہوا

ہزار حیف کہ سمجھے نہ تم ہمیں اور ہم — ہمیشہ کرتے رہے دل تلک نثار اپنا
شب فراق میں آوے اجل شتاب کہیں — کہ کر رہے ہیں عدم والے انتظار اپنا
ہم ایسے کیا تھے کہ یوں سہتے طعنۂ اغیار — پہ کیا کریں کہ نہیں اسمیں اختیار اپنا
بتوں سے دل کے لگانے کا ہے ثمر بسمل — کہ ہاتھ سے ہی دیا مفت اعتبار اپنا

کس شوق سے پہنچے ہم اے پیر مغاں تجھ تک — پر خوبی طالع سے ماہ رمضاں آیا
کیا بنتی ہے اب دیکھئے بلبل کے دل وجاں پر — پھر خار نظر آئے پھر وقت خزاں آیا
وحشت سی برستی ہے آوارہ سے پھرتے ہو — دل آپ کا اے بسمل سچ کہیئے کہاں آیا
دیر و مسجد میں خرابی پڑگئی دل کی طرح — جس طرف سے او بت کافر گذر تیرا ہوا
حضرت بسمل کی حالت دیکھ کر بولا یہ قیس — پیر و مرشد خیر تو ہے آپ کو یہ کیا ہوا

ستم کے کرنے سے تمکو نہ کچھ حیا آئی — ستم اوٹھانے سے ہم کو نہ ننگ و عار آیا
یقیں نہ تھا مجھے کچھ فتنۂ قیامت کا — پہ تیرے قد کو جو دیکھا تو اعتبار آیا

Marfat.com

عاشقوں پر ترے کب حشر سا بر پا نہوا اک قیامت ہوئی ظالم ترا چلنا نہوا
ساقی ہے آرزو کہ ترے لطف سے کبھی بیٹھیں جو شام سے تو پئیں تا سحر شراب

صبر و قرار تاب و تواں سب چھٹے رفیق اک دل یہ رہ گیا ہے سو کیا کیا اٹھائے دل
دزدیدہ اون نگاہوں نے شاید چرالیا آتی نہیں ہے پہلو سے میرے صدائے دل
دل نام کو تھا اپنے سو وہ بھی نہیں ہے اب مدت ہوئی کہ داغ ہے بر میں بجائے دل
شیخ مے کو برا بتاتے ہو اسکا تمکو مزہ چکھائنگے ہم
ناصحا توبہ لے خدا کا نام دل لگانے سے باز آئنگے ہم
عاشقوں پر ترے کب حشر سا برپا نہو اک قیامت ہوئی ظالم ترا چلنا نہوا
جنوں نے کچھ نہیں باقی رکھا اب جیب و داماں میں کہ میں کچھ اس طرح سے اندنوں بیکار پھرتا ہوں
مرے شوق شہادت کو تو دیکھو اوسکے کوچے میں خود اپنے قتل کی خاطر لئے تلوار پھرتا ہوں
مجھے ڈر ہے کہیں عالم نہ ڈوبے جوش طوفاں سے لئے جوں ابر ساتھ اب دیدہ خونبار پھرتا ہوں
نہ جی چاہے کعبہ کو نہ بت خانہ کو اے بسمل کروں کیا اضطراب دل سے میں ناچار پھرتا ہوں
اس بیکسی میں آبلہ پا تھا ایک رفیق دولت سے خار اراہ کے وہ بھی رہا نہیں
بلبل کی طرح سے ہے مرا برق وہ گل عذار جس میں کہ بوئے وفا نہیں
سو بار آسماں کو جلایا پہ ہمنشیں کچھ اندنوں میں ضعف سے نالہ رسا نہیں
بسمل تم اوسپہ دل دیئے بیٹھے ہو کس لئے وہ بت کبھی کسی کا ہوا آشنا نہیں
کیا عشق کا بھی حوصلہ اب ہو چلا ہے تنگ کچھ اندنوں وہ سوز نہیں چشم تر نہیں
ہر ہر نگہ میں نازفروشی ہے کس لئے اپنا تو اب وہ دل ہی نہیں وہ جگر نہیں
قاصد پھرا ہے یوں کہ خدا خیر ہی کرے میری طرح سے کچھ اوسے اپنی خبر نہیں
تاثیر شوق کی مرے حق میں ہوئی ہے زہر ٹکتا زمین پر قدم نامہ بر نہیں
سنکر مرے فسانۂ ہجراں کو دیر تک چپ تھا وہ اس طرح سے کہ گویا خبر نہیں
ہر ہر جگہ ہے بسمل شوریدہ سر کی دھوم تیرے جگر فگار کے چرچے کدھر نہیں

Marfat.com

گریہ سے میرے کچھ تو بجھی آتش جگر
جاری رکھے خدا مری چشم پر آب کو

للدری غفلتیں کہ ہوے ہم تو مر کے خاک
اور تمنے ابتلک نہیں الٹا نقاب کو

بہائے خون عاشق کیا اور اس کا خون کیا صاحب
مجھے تم قتل کر کے کس لئے ہو اب پشیماں سے

کسی دن حضرت دل تیرہ بخشی گل کھلاویگی
اولجھنا روز کا اچھا نہیں زلف پیچاں سے

ملے گا جس جگہ حق ہم وہیں سر کو جھکا دینگے
نہ ہمکو ربط کچھ کافر سے نے نفرت مسلماں سے

بتوں کا گھر ہے کعبہ سبحہ سے زنار کو رشتہ
کھلا یہ ماجرا زاہد ہمیں تحصیل ایماں سے

گلی کوچہ میں پھرتا روز کا اچھا نہیں حضرت
ہوا کیا تم کو اے بسملؔ جو ہوا ایسے پریشاں سے

اے بلبلان باغ رہائی سے فائدہ
سر پر خزاں ہی آ گئی جب ہم رہا ہوئے

اوسکی گرہ بھی کیا مرے دل کی ہے اک گرہ
بند قبا جو ہمسے نہ اک روز وا ہوئے

بسملؔ اونہیں کی یاد میں سب کچھ بھلا دیا
نادان یہ صنم نہ ہوئے کچھ خدا ہوئے (۱)

---

(۱) مزار قادر بخش صابر، گلستان سخن ص ۱۵۰ تا ۱۵۳
عبدالغفور نساخ، سخن شعرا، ص ۲۲

رحیم بخش طربؔ

مولوی رحیم بخش تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ وہ شیخ نور محمد قادریؒ تھانیسری کے نواسے تھے مرزا قادر بخش صابر نے جب تذکرۂ شعراء ''گلستان سخن'' ترتیب دیا تو یہ نوجوان تھے، فارسی کی کتب متداولہ بڑی تحقیق سے پڑھی تھیں مولوی امام بخش صہبائی کے شاگرد تھے شاعری میں صہبائی کے فرزند ارجمند مولوی عبدالکریم سوز شہید سے اصلاح لیتے طربؔ تخلص تھا تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا مرزا قادر بخش صابر نے ان کے بارے میں اسوقت درج ذیل رائے قائم کی تھی:

''اگر مشق سخن کا سلسلہ یوہیں دراز رہے گا تو یقین ہے کہ پایۂ کلام ارتقا اور فرق سخن سنجی اعتلا بہم پہونچاوے کہ طبیعت تحقیق طلب اور سلامت ذہن رھنما ہے اور تاریخ گوئی میں تو مبداء فیاض نے ایسا ید طولی عطا کیا ہے کہ اوسکی مدح تقریر سے خارج ہے''

مرغ دل مشتاق ہے تیری مژہ کے تیر کا
دل نہ توڑا چاھئے صیاد اس نخچیر کا

برگشتگی سے طالع بلبل کے خوف ہے
بھر جائے آتے آتے نہ موسم بہار کا

آتش مزاجیوں کا نتیجہ ہے مفلسی
خالی رہے ہے پنجہ ہمیشہ چنار کا

Marfat.com

قتل تو کرتا ہے مجھکو پر میں برگشتہ بخت
خوف یہ ہے منہ نہ پھر جائے تری تلوار کا

سمجھتے ہیں کہ ہے صیاد در پئے آزار
اور اسپر دھیان ہے گلشن میں آشیانے کا

دو ہی دن میں کچھ سے کچھ احوال میرا ہو گیا
جو مجھے دیکھے ہے کہتا ہے تجھے کیا ہو گیا

ہمصفیرو چھوٹنا کیسا کہ آتی ہے بہار
اور دو نا ظلم میری جان پر ہونے لگا

ملیگی دیکھیں گے کس کس ستم زدے کی داد
کبھی جو عرصۂ محشر میں فتنہ گر آیا

اے طرب عشق سے پرہیز ہے لازم تجکو
جان جائیگی کسی بت پہ اگر دل آیا

آفت زدے تھے اور بھی دنیا میں اے فلک
کیا خاک میں ہمیں کو ملانا ضرور تھا

بخت ہی ملتی ہے اس کی طرب سے کچھ صورت
موا پڑا ہے ترے در پہ اک جواں کیسا

Marfat.com

لیویگا کیا طربؔ تو کوئے بتاں میں جا کر
مرد خدا کوئی دن بیٹھا خدا کرے

آگے کو دل لگانے کی توبہ ہے اے طربؔ
پر اب کسی طرح مرے قابو میں آئے دل

اور ملتا ہی نہیں مجکو ٹھکانا کوئی
پھر پھرا کر ترے دروازے پہ آجاتا ہوں

ایک دم کی تو ہے کل زیست طربؔ مثل حباب
اور پھر موج حوادث کے ہیں کھٹکے لاکھوں

نہ پھیکا اس طرف تیر نگہ اس نے تغافل سے
تو ہم سمجھے کہ ہم پر رحم آیا نوک افگن کو

ہمارے سینے میں دل ہمارا ہمیں یہ آفت اٹھا رہا ہے
عدو کے جوروں کی کیا شکایت کہ دوست اپنا ستا رہا ہے
ہوائے شوق سے اڑ کر چمن پہونچینگے
نہیں سہی ہم اگر بال و پر نہیں رکھتے

کیوں کرو ترک ملاقات کو رفتہ رفتہ
یوہیں کہدو کہ ترے ملنے سے ہے عار مجھے (۱)

مرزا قادر بخش صابر: گلستان سخن ص ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳۔
عبدالغفور نساح: سخن شعراء ص ۳۰۴
خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعراء، ص ۲۶۰، ۲۶۱۔

Marfat.com

عبدالرضاء

مولوی عبدالرضا تھانیسر میں پیدا ہوئے وہیں نشو و نما پائی بحیثیت شاعر شہرت پائی رضا تخلص تھا شاہ امام بخش تھانیسری کے مرید تھے جو بارہویں صدی ہجری میں صوفی سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مؤقر شیخ طریقت گذرے ہیں: نمونۂ کلام درج ذیل ہے:

آدمی بلبلا ہے پانی کا
کیا بھروسا ہے زندگانی کا
کبھو ہنسنا کبھو دکھانا آنکھ
یہی شیوہ ہے دلستانی کا

اب تو تھانیسری رضا کو شاہ
دیجئے حکم کا مرانی کا

مولوی محمدی بسمل

مولوی محمدی تھانیسر میں بارہویں صدی ہجری کے مشہور عالم تھے۔ میاں کے لقب سے معروف ہیں دہلی کے مشہور عالم اور شیخ طریقت مولانا فخرالدین دہلوی ان کے دوست تھے مولوی محمدی دہلی میں واقع ان کے مدرسہ میں ادب عربی اور منقولات پڑھاتے تھے فارسی اور اردو میں شعر بھی کہتے تھے بسمل تخلص تھا ان دونوں زبانوں میں انہوں نے دو

(۱) قدرت اللہ قاسم: مجموعۂ نغز، ص ۳۸۷، ج ۲
خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعراء، ص ۶۲
کریم الدین پانی پتی: طبقات شعرائے ہند ص ۲۶۴

Marfat.com

دیوان چھوڑے عربی میں بھی بہت سے رسائل تصنیف کئے حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار کا اردو میں ترجمہ کیا غالبا اردو میں اس کتاب کا یہ پہلا ترجمہ ہے حبل المتین کا بھی اردو ترجمہ کیا، علوم شرعیہ میں چند مختصر مثنویاں ان سے یادگار ہیں۔ مولانا فخر الدین دہلوی کے مدرسہ میں اخیر عمر تک درس و تدرس میں مشغول رہے ان کے مدرسہ کے اکثر اساتذہ نے انہیں سے علم حاصل کیا تاریخ وفات کا علم نہ ہوسکا (مولانا فخر الدین دہلوی ولادت ۱۱۲۶ھ وفات ۱۱۹۹ھ یہی دور مولوی محمدی بسمل تھانیسری کا ہے) مولوی محمدی کی مسائل شرعیہ میں درج ذیل مثنویاں بشکل مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہیں: (۱) کنز المصلی: اس میں ۱۷۸ سے زائد اشعار ہیں۔ ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

خدا کی ثنا اور صفت کر تمام
کہوں میں نبی پر درود سلام
صفت پھر کروں آل و اصحاب کی
کہ تابع ہیں جنکے سبھی امتی
ابو بکر صدیقؓ عادل عمرؓ
ہیں تس بعد عثمانؓ علیؓ نامور
جو اس مختصر میں ہیں مسلے تمام
تو ''کنز المصلی'' رکھا اس کا نام
سنو مومنو یہ بیاں دل ہیتی
کہ ہے یادگاری یہ بسمل سیتی

وضو کے فرائض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فرائض وضو کے جو آئے ہیں چار

Marfat.com

اول مونھ کا دھونا ہو ایک بار
دونوں ہاتھوں کو کہنیوں ساتھ دھو
مسح سر اوپر کر تو اے نیک خو
جو چوتھائی سر کا مسح کر چکے
تو ٹخنوں تلک پانو کو دھوئیے

فرائض غسل:

سن اے یار ہیں غسل میں فرض تین
اول کلی کرنی ہے اے اہل دین
دویم ناک می ڈالنا ہیگا آب
بدن دھونا ہے سارا پیچھے شتاب

فرائض نماز کس عمدہ انداز میں نظم کئے ہیں:

یقین جان تیرہ ہیں فرض نماز
نہیں اس سے ہرگز کوئی بے نیاز
بدن اور لباس اور جا پاک ہو
ستر عورت اور طرف قبلہ کو رہ
ہر اک وقت پہچاننا ہے ضرور
نیت کرنی دل سے ہوئی ہے ضرور
اول ہے کی تکبیر آخر قعود
قیام اور قرأت رکوع اور سجود

واجباتِ نماز: درج ذیل اشعار میں نظم کئے ہیں:

نہیں ہیں گی بارہ سے واجب زیاد
رکھ ان کو سمجھ کر کے توں خوب یاد
پڑھ الحمد اور ساتھ سورت ملا

Marfat.com

قرأت کو اول دو رکعت ملا
پڑھ آہستہ پیشیں میں دیگر میں یار
سوا ان کے باقی میں پڑھ توں پکار
دونوں قاعدوں میں تحیات ہے
قنوت اور اول قاعدہ یوں بات ہے
رکوع اور سجدہ میں آہستگی
ہے واجب نہ کر ترک اس کو کبھی
ہیں تکبیر عیدین واجب تمام
فرائض ہیں ترتیب لفظ اور سلام

تیمّم کے بارے میں لکھتے ہیں:

جو پانی ہووے دور اک کوس بھر
مرض یا کہ بیمار گی ہو بتر
ہووے خوف جاڑے سے یا مرگ کا
ہووے یا کہ پانی پہ دشمن کھڑا
درندہ ہووے راہ میں یا کہ ڈر
ہووے یا کہ چوروں کا رہ میں خطر
تو غسل اور وضو کو بدل اے عزیز
تیمّم ہی کر گر تجھے ہے تمیز

مستحبات وضو کا بیان:

وضو بیچ ہیں پندرہ مستحب
مسلماں نجانے تو ہیگا غضب
اعوذ اور بسم اللہ اول کہو
دوم بیٹھو قبلہ طرف کر کے رو

Marfat.com

ہے سید ہی طرف سے شروع مستحب
درود اور شہادت پڑھو باادب
جو ہووے انگوٹھی تو اوسکو ہلا
مسح کرنا گردن کا ہے گا چھٹا
جو اعضاء دھووے ہاتھ اوس پر پھرا
بھووں موچھوں کی جڑ میں پانی ترا
نویں مونھ کو دھو ماتھے کی اور سے
دونوں ہاتھ پا انگلی کی کور سے
نیت کرنی وسمیں ہوئی جیبھ ساتھ
وضو کرنا ہے مستحب اپنے ہاتھ
وضو بعد شکرانہ ہے مستحب
جدی پنج وقتی وضو باادب
وضو کر کے مونھ کر فلک کی طرف
شہادت کا کلمہ پڑھو باشرف

مکروہات وضو:

وضو بیچ مکروہ بارا ہے جان
اول بات دنیا کی کہنی پچھان
وضو بیچ پانی ہوا ڈیڑھ سیر
نہ کر تین باری سے زیادہ تو دیر
نہ پانی کو منھ پر تو سختی سے مار
ہے ہاتھ سے بنی ہرگز نہ جھاڑ
نہ کر دھوپ میں گرم پانی کے تئیں
نہ بنتا وضو بلکہ نہانے کے تئیں

Marfat.com

نہ کر بند آنکھوں کو تا سخت تو
کہ مکروہ ہوتا ہے اس سے وضو
وضو مت کر استنجہ کی جا منے
نہ باسن جدا رکھ تو اپنے کنے
اگر ناک اور منھ میں پانی کو لے
بائیں ہاتھ سے وہ بھی مکروہ کرے
نجس جا میں کرنا وضو خوب نئیں
کمی تین باری سے اسلوب نئیں
نہ استنجا پیشاب کی جامیں کر
یہ مکروہ ہے اس سیتی کر عذر

نواقص وضو کا بیان:

وضو جس سے جاتی ہے ہیں بیس چیز
سمجھ گر تجھے، ہے گی عقل و تمیز
دونوں راہوں سے کچھ کہ ظاہر ہووے
ترا اے مصلی وضو کب رہے
لوہو پیپ زرد آب تن پر اگر
رواں ہو وضو کا ہے تیرے ضرر
جو قے آوے مونھ بھر کے یا نیند آئے
دیوانہ ہووے کوئی یا ہوش جائے
ہنسے یا نمازوں میں آواز سے
وضو تازہ لازم ہے پھر سے کرے
ہنسے کوئی بالغ جو آواز سے
نماز ایسی میں جسمیں سجدہ کرے

Marfat.com

جو نابالغ ہووے ہنسے اس نمو
نماز اوس کی جاوے نہ جاوے وضو
جو عورت کی تاں استحاضہ ہووے
ہمیشہ لوہوں اوس کے جارے رہے
یہی حال ہو یا کسی زخم کا
ہوے بول یا باد میں مبتلا
گذرتا نہیں پاک وقت اک اوسے
کہ اوس میں نماز اپنی وقتی پڑھے
وضو تازہ لازم ہے اوس کو دوام
پڑھے فرض اور نفل اوس سے تمام

مفسداتِ نماز کا بیان:

جو رووے نمازی کوئی زار زار
کرے گریہ یا درد سے آہ مار
مصیبت سے دنیا کی رودے اگر
نماز اوس کی فاسد ہووے سربسر
جو آواز رونے کی ظاہر نہیں
تو مکروہ ہے کر مصلی یقین
جہنم کا ڈر کر کے رووے اگر
نماز اوس کی میں کچھ نہیں ہے خطر
جو بے عذر کھانسے تو بھائی مرے
ہے مفسد اگر حرف پیدا کرے

Marfat.com

اگر حرف نے اور فقط ہے صدا
تو مکروہ ہے خوش نہیں یہ ادا
جو آوے تجھے چھینک یا ہو ڈکار
نہ کر حرف پیدا تو اے باوقار
مصلی اگر چھینک کا دے جواب
نماز اوس کی جاتی رہے گی شتاب
جو دو ہاتھ سے کام کوئی کرے
مناز اوس کی اے مومنو کب رہے
کرے کام ایک ہاتھ سے تین بار
نماز اوس کی فاسد ہوے اختیار
نہ رکھ آستیں بیچ توں اپنا ہاتھ
تکبر کی ظاہر نہ کر کوئی بات
نہ زنہار مٹھی کے تیئں بند کر
جبھائی جو آوے دہن بند کر
نہ سجدہ کی جاگوں سے مٹی کو جھاڑ
نہ زنہار تو مونھ سیتی پھونک مار

(۲) مسائل فقہ (۳) مختصر منظوم بھی ان کی تصانیف ہیں۔ دانشگاہ پنجاب لاہور ذخیرہ شیرانی میں ۵۷۲۸، ۱۲۹۹ اور ۱۳۹۷ پر ان کی قلمی

Marfat.com

نسخے محفوظ ہیں۔
مولوی محمدی بسمل تھانیسری کی ایک غزل عام طور پر تذکروں میں ملتی ہے:

تری گالیاں میں بہت کھا چکا
مزا عشق کا خوب میں پا چکا
ذرا اب تو کھل کر مل اے مہرباں
بہت مدتوں تک تو شرما چکا
پھر اب پاؤں کو کیوں لگائی دنا
قیامت تو سر پر مرے لا چکا
ہوا سبز اب تک نہ تخم امید
بہت مینھ آنسو کے برسا چکا
عبث کہنے کا فائدہ کچھ نہیں
یہ دل ہاتھ سے بسمل اب جا چکا

اور یہ دو شعر:

ہوتے ہی وہ سلسلہ موروبرو
بندہ گیا جوں شانہ مرامو بمو

اس لب کی سدا یاد میں پنجے میں مژہ کے
نہیں اشک یہ تسبیح عقیق جگری ہے

Marfat.com

مولوی میاں محمدی بسمل تھانیسری نے تمام عمر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا افسوس کہ انکے تفصیلی حالات ناقدری روزگاری کی نذر ہو گئے۔ ان کے تلامذہ کا حال بھی کچھ معلوم نہیں۔ میر قدرت اللہ قاسم صاحب مجموعۂ نغز ان کے تلامذہ میں تھے وہ لکھتے ہیں: ''بڑے محقق دانشمند، علوم عربیہ کے ماہر اور علوم شرعیہ کے فاضل، منقولات میں کامل اور معقولات سے بقدر ضرورت واقف، ہمیشہ عربی کتابوں کا درس دیتے، مولانا فخرالدین دہلوی کے دوستوں میں تھے اور ان کے مدرسہ کے کل استادان بزرگ انہیں کے شاگرد تھے راقم حقیر نے بھی عربی کی درسیات ان سے پڑھی ہیں''

مولوی میاں محمدی شرح وقایہ، ہدایہ، مشکوٰۃ المصابیح اور بخاری شریف کا درس دیتے تھے علم الصرف میں انہوں نے چند رسائل تصنیف کیئے، مذکور بالا کتب و رسائل مزید براں، لیکن ان کے فرزندوں میں کوئی بھی اس قابل نہ ہو سکا کہ باپ کی وراثت و آثار علمی کی حفاظت کرتا مولوی کریم الدین پانی پتی لکھتے ہیں:

''افسوس صد افسوس کہ کوئی فرزند لئیق اس کے خاندان میں ایسا نہ ہوا کہ علم باپ کا سیکھتا بلکہ کتابیں اوس کی میراث میں جو پہنچی تھی اونکو راس المال جانکر فروخت کر کے چٹ کر گئے'' (۱)

---

(۱) میر قدرت اللہ قاسم: مجموعۂ نغز ص ۱۰۴۔۱۰۵، ج۔۱، مرتبہ حافظ محمود شیرانی
مولوی کریم الدین پانی پتی: طبقات شعرائے ھند ص ۱۵۱، ۱۵۲
خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعراء ص ۶۳ تا ۶۹،
عبدالغفور نساخ: سخن شعراء ص ۱۲۶۔

Marfat.com

حافظ امام بخش

حافظ امام بخش تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے چھ ماہ بعد چیچک سے ان کی بینائی جاتی رہی۔قرآن مجید حفظ کیا عربی فارسی کی تعلیم پائی علم موسیقی میں انہیں کامل دستگاہ حاصل تھی عربی صرف ونحو پر مکمل عبور حاصل تھا حالانکہ اس دور کے مطابق ان کی تعلیم مکمل نہ ہوسکی لیکن جو کچھ پڑھا وہ اخیر تک حافظے میں محفوظ رہا مشکوۃ المصابیح کا نصف حصہ پڑھ پائے تھے کہ فکر سخن کی طرف متوجہ ہو گئے اور زار تخلص اپنایا شاعری میں وہ شیخ امام بخش صہبائی کے شاگرد تھے فارسی کی کتب درسیہ بھی انہی سے پڑھی دیوان جلال اسیر منصف علیخان سے اور دیوان ناصر علی سرھندی وغیرہ باضابطہ صہبائی سے پڑھے، علم کیمیا سے بھی واقف تھے، مذاق شعر فہمی ایسا تھا کہ فارسی کو فارسی اور ریختہ کو ریختے کے مرتبے میں سمجھکر اس کی ایسی داد دیتے تھے کہ شاعر کو یقین ہو جاتا کہ مخاطب اس کی منزل اوج تک پہنچ گیا ہے۔طبیعت میں شوخی وظرافت تھی مرزا قادر بخش صابر جوان کے ہم استاذ تھے، لکھتے ہیں:

''ظرافت طبع کا یہ حال کہ اس قول مشہور کے موافق الھزل فی الکلام کالملح فی الطعام کوئی سخن لطیفے سے خالی نہ ہوتا اس مقام میں خامۂ خام رقم ایک حکایت طرفہ اور ایک نقل غیب لکھتا ہے کہ ایک شخص کی زوجہ نے بیس برس پہلے اس واقعہ سے انتقال کیا تھا اور اس ناھم سے کسی منجم ظریف طبع نے یہ کہا تھا کہ بعد ایک مدت کے ایک شخص سے تجھ کو ملاقات ہوگی اور اس کی شکل وشمائل بھی بیان کردی اور کہا وہ شخص تیری جورو کشور عدم سے پھر دار الملک وجود میں لے آئیگا حسب اتفاق اس نے حافظ موصوف (امام بخش زار) کو ایک جگہ کسی تقریب سے دیکھا اور وہ صفات اپنے وہم کے موافق ان بزرگوار میں

Marfat.com

فراہم پائیں پانوں پر گرا اور مدعا بیان کیا اس بزرگوار نے اول تو انکار محض کیا اور کہا کہ ظالم ایسی حرکات سے توبہ کر اور اس عقیدۂ فاسد کو دل سے نکال کہ یہ امر سوائے رب قدیر کے کسی کی حیز قدرت میں نہیں اوسکو اس منجم کا قول ایسا خیال میں جما ہوا تھا کہ اس کلام کو عذر لنگ سمجھا اور ہرگز نہ مانا اس وقت بعض آشناوں کے اشارے اور اپنی ظرافت طبع کے اقتضا سے کہا کہ یہ کام دیوالی کی شب کے سوا اور ایام میں ممکن نہیں کہ سرانجام ہو وہ شخص ہر ایک دیوالی کی شب اپنے مدعا کے واسطے حاضر ہوتا اور یہ شریف سخن اسکو لطائف الحیل سے اس طرح ٹال دیتا کہ اس کا الزام بھی اسی کے ذمے ہوتا یہ مخمصہ بارہ برس تک یوہیں چلا کیا اور اس کو وہم تک نہ گذرا کہ یہ عذر واقعی ہے یا نتیجہ ظرافت''

حافظ امام بخش شاعر بھی تھے زار تخلص تھا اگرچہ ان کا کلام بہت کم ہے لیکن انتخاب ہے۔ جمادی الاول ۱۲۷۰ھ میں انتقال ہوا نمونہ کلام درج ذیل ہے:

دکھلا وں چارہ گر جو زخم جگر تو وہ
رو رو کے یوں کہے ہے کہ اسکا نہیں علاج

زار یوں دیتا ہوں تسکین اس دل غمناک کو
اب کوئی لاتا ہے اس نا آشنا بیباک کو

آشنا ہوتی ہے اس لب سے جو دشنام تو ہم
دل میں کہتے ہیں کہ دشنام ہمیں کیوں نہ ہوئے

نہ تو آنکھوں میں خواب آتی ہے
اور نہ کچھ دل میں تاب آتی ہے (۱)

---

(۱) مرزا قادر بخش صابر: گلستان سخن ص ۲۵۵ تا ۲۵۸۔ عبدالغفور نساخ: سخن شعراء، ص ۱۹۹۔ خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعراء ۱۴۶۔

Marfat.com

جمیل الدین جمیلؔ

جمیل الدین جمیلؔ شیخ حفیظ الدین تھانیسری کے فرزند اردو کے مزاحیہ شاعر تھے، طبیعت میں شوخی تھی مرزا قادر بخش صابر نے جب ۱۲۷۱ھ میں اپنا تذکرۂ شعراء ''گلستان سخن'' لکھا اسوقت یہ نوجوان تھے، وہ لکھتے ہیں:

''ہر چند عمر اسکی ہنوز بارہ تیرہ برس سے متجاوز نہیں ہوئی لیکن ذہن کی تیزی برق سے اور طبیعت کی شوخی شعلۂ جوالہ سے زیادہ ہے از بسکہ حداثت سن کا اقتضا غالب ہے اشعار میں مضامین خندہ انگیز تسخر آمیز بیشتر باندھتا ہے:

نمونۂ کلام:

رواں جو سوئے فلک آہ کا دھواں ہوتا　　تو ایک جہاز دخانی یہ آسماں ہوتا
چڑہا ہی لیتا اڑنگے یہ اس ستمگر کو　　جو آج کو میں زبردست پہلواں ہوتا

تو نے دیکھیں ہیں غیر کی آنکھیں　　تیری نظروں میں کب سمائنگے ہم

تیرے کوچے میں میں آنے نہیں دیتا ہوں غیروں کو　　بنا میں ھیکوی سے اپنا چوکیدار پھرتا ہوں
تیرے غم نے مجھے بخشا ہے اب سامان عشرت کا　　کہ شکل اپنی بنائے مثل موسیقار پھرتا ہو
کہا میں نے کہ اک دن تو ذرا چہرہ دکھا دیجے　　اسی کے واسطے اتنا ذلیل و خوار پھرتا ہوں
تو ہنس ہنس کر لگا کہنے کہ یوسف تو نہیں پتہ میں　　کہ ہر اک کو دکھاتا جلوۂ دیدار پھرتا ہوں

جو ہو کے جمیل اوسکو چمٹ جاتے ہیں ہم بھی　　ہر چند کہ وہ شوخ پری زاد غضب ہے
بہتی مرے پھوڑے سے پڑی راد غضب ہے　　اور اس پہ تغافل تیرا افصاد غضب ہے
اوسپہ عاشق ہوں پر نہیں یہ خبر　　شکل گوری ہے یا کہ کالی ہے

Marfat.com

سیم کی طرح دل گداز میں ہے میرا سینہ ہے یا کٹھالی ہے
کھو دتی ہے ہر ایک کا سینہ تیری مژگاں ہے یا کدالی ہے
آنکھ پوچھے تو دے جواب وہ لب اک جوابی ہے اک سوالی ہے
زلف سلجھی رہے تو ہے وہ گھاس اور الجھی رہے تو جالی ہے
اوسکے ابرو سے ہمکو فیض نہیں ماہ نو ہے پہ ماہ خالی ہے
ہم غریبوں کا بستر اکیسا اک پرانی پھٹی نہالی ہے
لب لعل اوسکا ہے مسی آلود اور کچھ پان کی سی لالی ہے
لال تو ہے پہ ہے یہ صم' بکم چٹکی سرمہ کی اس نے کھالی ہے

مت برا مانیو جمیل اوسکا
اوسکی گالی نہیں سہالی ہے

عبدالکریم سوز

مولوی عبدالکریم مولوی امام بخش صہبائی کے چھوٹے بیٹے تھے وہ دہلی میں پیدا ہوئے ان کا آبائی وطن تھانیسر ہے۔ کتب درسیہ فارسی کی تحصیل اپنے والد سے اور علوم عربیہ دہلی کالج میں مختلف اساتذہ سے حاصل کئے۔ صرف ونحو معانی بیان و بدیع کو نہایت تحقیق سے پڑھا ۱۲۷۱ھ میں وہ منطق اور طب کی تحصیل میں مشغول تھے، دہلی کالج کے

(۱) مرزا قادر بخش صابر: گلستان سخن ص ۱۸۸
عبدالغفور نساخ: سخن شعراء، ص ۱۱۔
خورشید احمد خان یوسفی: پنجاب کے قدیم اردو شعراء ۲۶۴۔

Marfat.com

طلباء کو اپنے والد کا بوجھ کم کرنے کے لئے پڑھاتے بھی تھے مرزا قادر بخش صابر نے ۱۲۷۱ھ میں جب اپنا تذکرۂ شعرا ''گلستان سخن'' لکھا اسوقت ان کی عمر انیس بیس برس تھی، وہ اگرچہ صہبائی کے فرزند اصغر ہیں لیکن فی الحقیقت اپنے والد کے علوم کے وارث اور حقیقی جانشین تھے افسوس کہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں وہ اپنے والد کے ساتھ کٹرہ مہر پرور کی لال مسجد میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ انگریزی فوج کے چند جوانوں نے سب نمازیوں کو گھیرے میں لے لیا اور امام صاحب کے صافے سے مشکیں کس لیں اور جمنا کے کنارے پر بلا کسی جرم و مقدمہ کے گولیوں سے بھون دیا گیا سب لاشیں دریا برد ہوئیں ان شہداء میں امام بخش صہبائی ان کے فرزند مولوی عبدلکریم سوز اور اسی کنبے کے اکیس افراد شامل تھے۔ تاریخ گوئی اور علم عروض و قوانی میں سوز اپے والد ماجد کے فیض یافتہ اور ان کے صحیح جانشیں ہوتے غزل، تخمیس اور قصیدہ میں ان کا ایک اپنا رنگ ہے جسمیں جدت معنی، سادگی اسلوب اور تازگی تشبیہہ کے ساتھ ساتھ روانی طرز اور بے تکلفی تراکیب کا رنگ جھلکتا ہے۔ مرزا قادر بخش صابر نے لکھا ہے کہ بعض لوگ مشاعرے سے پہلے ان سے غزلیں لکھوا کر اپنی بنا کر پیش کر دیتے تھے ان کی خیال میں یہ ان کے متاع سخن کی زکوٰۃ ہوتی تھی، سوز تخلص تھا نمونہ کلام درج ذیل ہے:

مرزا قادر بخش صابر کے تذکرۂ شعرا، گلستان سخن پر انہوں نے درج ذیل قطعہ کہا:

از کلک صابر این در شہوار برتری درسلک انتظام بصدزیب سفتہ شد
سوز حزین چو کر دتامل بجیب فکر معیار فطرت و ہنرش سال گفتہ شد

۱۲۷۱ھ

Marfat.com

ایضاً در سمت

یہ وہ ہے تذکرہ جسکو پڑھے گر باغ عالم میں　　تو ہر دم نغمۂ مستانہ گائے بلبل معنی
نتیجہ میرزا صابر کی ہے طبع ہمایوں کا　　کہ جنکی فکر روشن سے ہوا روشن دل معنی
جو پوچھا سوز اوس سے کہ ہے تاریخ کیا اسکی　　کہا ہاتف نے سنکر ہے فروغ مشعل معنی

سم ۱۹۱۱

ایضاً در فصلی

صابر انداخت رنگ تذکرۂ　　کہ ازو بہتری نیاری گفت
جوہرے کو کہ قدر اور داند　　کہ بدست قلم چہ دُر ہا سفت
قیمتی گوہرے کہ درجنبش　　درجان راکسے نگیرد مفت
چمنے کو کہ درخیابانش　　بچنیں رنگ و بو گلے نشگفت
منصفے کو کہ بیند و گوید　　کہ چسان بحر را بکوزہ نہفت
سوز دل خستہ درسن فصلی　　سال او ثمرۃ الفواد بگفت

۱۲۶۲ھ

سوز کے چند غزلیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ہوتے ہی ہوگا اثر اس نالۂ شبگیر کا　　راہ پر آنا کوئی آساں ہے چرخ پیر کا
جان کو راہ فنا میں ہو گیا چلنا محال　　بسکہ ہر ہر گام ہے کشتہ تری شمشیر کا
میرے دل میں حسرتیں کارواں درکارواں　　گم نہو جاوے کہیں پیکاں تمہارے تیر کا
سوز یارو نے تو چاہا تھا کہ وہ تجھ سے ملے　　پر نہ وہ آئے تو یہ لکھا تری تقدیر کا
کوئی افسانۂ غم دل کے برابر نہوا　　لکھے سو حرف پر ایک حرف مکرر نہوا
تربیت کے بھی لئے اہل ہیں درکار کہ یاں　　اشک قطرہ ہی رہا اور کبھی گوہر نہوا
ہم تو ہر رنگ میں پہچانتے ہیں تجھکو ولے　　کم نگاہوں سے ترا پردہ یہ بہتر نہوا
انزوا واسطے ناقص کے ہے اکسیر کمال　　قطرہ آیا نہ صدف میں تو وہ گوہر نہوا
دور سے توڑے ہے مژگاں تری سوتو وہ دل　　شکر صد شکر کہ نوک میں ترے پر نہوا

Marfat.com

یہ دل کے جانیکا ماتم مگر ہے جانِ حزیں   اک شور ہے سینے میں ہر زماں ہوتا
چمن سے جاتی ہے اس طرح بہار اور ہائے   کسی طرح نہیں صیاد مہرباں ہوتا
ہم اور بیٹھے پریشانیاں یہاں کھینچیں   تم اور بیٹھے بنایا کرو سنگار اپنا
تو مر نجائے کہیں سوز غم میں رک رک کر   ذرا تو حال کہا کر کسی سے یار اپنا

فکر میں تھے انتہائے عشق کی مدت سے ہم   بارے یہ عقدہ ہمیں آ کر تہ خنجر کھلا
صبا رقیب سے رکھتی تھی راہ کچھ ورنہ   جزا کا کام نہ موقوف حشر پر ہوتا
خدا ہی جانے کہ کیا سوز دل پہ آن بنی   کہ آج صدمے پہ صدمہ ہے جان پر ہوتا

عالم کو چین دیتی نہیں شوخیاں تری   اور اضطراب میرے دل بے قرار کا
ساقی ہوا نہ موسم گل میں تو مہرباں   اور اب جو مہرباں ہے تو موسم ہے خار کا
مرے جنون سے اور ترے حسن شوخ سے   اب کے کچھ اور رنگ ہے ظالم بہار کا
دھوکے میں غیر کے مجھے ساقی نے دی شراب   مجکو ہوا گمان کہ ہے کچھ ڈھنگ پیار کا

ظالم تری تشنوں کا گلو تر نہیں ہوتا   جب تک کہ رواں حلق پہ خنجر نہیں ہوتا

کچھ ترا شہرہ ہوا کچھ میری رسوائی   رفتہ رفتہ یوں ہیں ظاہر راز پنہاں ہو گیا
عشق میں ہو ہی چکے تھے ہم تو بے ساماں مگر   حسرتیں بڑھ بڑھ کے پھر کچھ جمع ساماں ہو گیا
کھل گیا سب رند کم ظرفی سے دم میں جوں حباب   میں تو اتنا ضبط بھی کر کے پشیماں ہو گیا

میں برا بول جو بولا تھا شب وصلت میں   سو وہ آگے مرے ہنگام سحر آ ہی گیا
نہ وہ تم ہو نہ وہ ہم ہیں نہ وہ باتیں پہلی   تفرقہ تھا جو مقدر میں نظر آ ہی گیا

Marfat.com

ابھی دل میں ابھی آنکھوں میں ابھی دامن پر — رشک میں بھی تری شوخی کا اثر آہی گیا
دل جو ہیں کعبہ سے او چٹا تو لگا یا نہ گیا — کر کے بتخانہ کا نا چار سفر آہی گیا
اب کوئی سوز سے نبھنے کی نکالو صورت — خیر تقصیر ہوئی اب تو ادھر آہی گیا

انقلاب دہر کو کبتک کوئی روئے کہ یاں — کیا سے کیا کچھ ہو گیا اور کیا سے کیا ہو جائے گا
آہ میں ہر چند اثر ہونا تو ہے دشوار لیک — ایسی مایوسی میں کچھ تو آسرا ہو جائیگا
سوز کو بیگانہ پر بزم میں رہنے تو دے — رفتہ رفتہ یہ بھی ظالم آشنا ہو جائیگا

وائے قسمت کہ خزاں میں رہے گلزار کے پاس — اور بہار آئی تو صیاد جفا کار کے پاس
پاس آنے میں نہ کشتوں کے لگے دیر کہیں — لے لیا موت نے گھر ہی تری دیوار کے پاس
ناتوانی سے جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے — کچھ نہیں یہ ہے کہ بیٹھیں مری دیوار کے پاس
ناتواں گو ہیں پہ بیتابی دل یہ ہے تو بس — ایک دن آہی رہینگے تری دیوار کے پاس
اللہ اللہ تری صیاد تغافل کیشی — کہ جو بھولے سے بھی آوے نہ گرفتار کے پاس
ہائے رے جذبۂ صیاد کہ بھاگے بھی جو صید — پھر پھر آن رہے ہے اوسی خونخوار کے پاس
سوز خستہ ہی نہو جلد خبر لے ظالم — اک جواں سا ہے تڑپتا تری دیوار کے پاس

اے سوز ابتدا ہی میں بگڑا ہوا ہے حال — آگے کو رنگ دیکھئے کیا کیا دکھائے دل

لگ چلنے کو دامن سے کسی کے دامن سے تو بلا ہیں — گو دیکھنے کو ظاہر مشت غبار ہیں ہم
بد عہدیوں کی تری کیا کیجئے شکایت — جب آپ ہی جہاں میں ناپائیدار ہیں ہم

جتنا جتنا روکا انکو وتنے ہی وے بپھرے اور — طفل تو ہیں یہ اشک ابھی پر اتنی شرارت رکھتے ہیں
یہ تو یقین تم ہم میں ہی ہو پر یہ نہیں کھلتا کسجا ہو — دل میں تمنا سینہ میں ارماں جانمیں حسرت رکھتے ہیں

Marfat.com

یوں ہی آئی عمر اور یوں ہی گئی — ہم خدا جانے رہے کس دھیان میں
سوز تھا آخر کو پھر ناکردہ کار — ظلم سے گھبرا گیا اک آن میں
کثرت حجاب کی ہمیں مانع ہے ورنہ — وہ کونسی جگہ ہے کہ تو جلوہ گر نہیں
اوس پہ اوس دہن کے کہ جسکا نہیں سراغ — ہلتی تری زبان بت بیدادگر نہیں
ارمان ہے کون سا کہ سویدائے دل نہو — امید کونسی ہے جو داغ جگر نہیں

ایک مژگاں کے تصور سے ترے اے کافر — خار سے خار تھے سینے میں کہ کھٹکے لاکھوں
سیکڑوں ہیں تری اس سادہ مزاجی پہ نثار — اور قربان ہیں ظالم تری ہٹکے لاکھوں
مجکو ہر کھٹکے پہ گذرا ترے آنے کا خیال — اور شب وعدہ میں ہوتے رہے کھٹکے لاکھوں
جان سینے میں نظر آنکھوں میں دم ہونٹوں پر — اک نہ آنے سے ترے کام ہیں اٹکے لاکھوں

الفت میں تری ہائے میں اس طرح سے اوجڑوں — اور خانۂ اغیار ہو آباد غضب ہے
منے نہ کبھی چمن سے کی سیر گلستاں — جب فصل بہار آئی تو صیاد غضب ہے
سن سنکے دماغ اپنا تو ہوتا ہے پریشاں — اے سوز تری زاری و فریاد غضب ہے
چرخ کو آبادی دام و قفس منظور ہے — ایک اوجڑا تھا کہ بنتا آشیانہ اور ہے

کھچ گیا شاید تغافل کچھ ترا مانی سے جو — کھچتے کھچتے یہ تری تصویر آدھی رہ گئی
رحم بھی آیا تو کب آیا تجھے قاتل کہ یاں — حلق میں کٹ کر رگ نخچیر آدھی رہ گئی
اوسکے حلقوں میں ہے ضعف پائے سرمہ کا اثر — جو صدائے نالۂ زنجیر آدھی رہ گئی
ہم نے کچھ ہمت تو کی تھی پر کریں کیا لب تلک — آتے آتے آہ کی تاثیر آدھی رہ گئی
آج یاں رسوا ہوا کل واں خرابی میں پڑا — یوہیں گھٹ گھٹ کر مری توقیر آدھی رہ گئی
اللہ اللہ شوخیاں تیری کہ تیرے ناز کی — لوح دل پہ جب بنی تصویر آدھی رہ گئی

Marfat.com

اوسنے چشم قہر سے بھی ہم کو رکھا بے نصیب ہم یہ سمجھے جرم کی تعزیر آدھی رہ گئی
سوز اوسکو دیکھکر حیرت زدہ سارہ گیا کہتے کہتے زیر لب تقریر آدھی رہ گئی

تو بھی دے چاہے جس انداز سے آزار مجھے میں بھی دیکھوں کہ ترے ساتھ ہے کیا پیرا مجھے
جی نے چاہا تو گیا بیٹھ کسی کوچہ میں اور نہ چاہا تو ہے پھرنے سے سروکار مجھے
اوسکو ہے شوق ستم مجکو ستم کی خواہش میں ستم گار کو درکار ستمگار مجھے
اور وہ کونسا عقدہ ہے کہ آسان ہو گیا ایک ملنا تھا تمہارا سو ہے دشوار مجھے
سوز ہے کچھ تو تمنا کہ پڑے پھرتے ہو کیوں یہ کہتے ہو نہیں اوس سے سروکار مجھے

ہیں تو چمن کے اندر پر جور باغباں سے آوارہ پھر رہے ہیں گم کردہ آشیاں سے
حیرت نے ہمکو غنچہ تصویر کا بنایا اس پر بھی ڈر رہے ہیں بیدادی خزاں سے
صیاد پھینک دیوے یا برق پھونک دیوے اب ہاتھ اوٹھا لیا ہے ہم نے بھی آشیاں سے
دیکھا عجب تماشا طرفہ کیا نظارہ گذار جو صبح گاہاں میں صحن گلستاں سے
یعنی کہ ایک بلبل بیٹھی تھی شاخ گل پر رنگ چمن دوبالا تھا اوسکی داستاں سے
جو سوز سوز درد دل اشعار میر بر لب گویا خبر وہ دیتی تھی سوزش نہاں سے
اوس کے سخن میں ہمدم کیا کچھ بھری تھی گرمی گویا کہ آتش دل تھی شعلہ زن زباں سے
گہہ نالہ وفغاں سے عالم کو پھونک دینا گہہ دل ہی دل میں جلنا آہ شرر فشاں سے
گہ فصل گل سے شاداں کوتاہ بینیوں سے گہ پیش بینیوں سے غمگین تھی خزاں سے
اوسکو سمجھ کے اپنا ہمدرد وہم مصیبت پوچھا یہ میں نے اوس سے تو کہہ تو کچھ زباں سے
کیا حال ہے کہ تیرے وہ زمزمے نہیں ہیں اندوہ کیفیاں ہیں ظاہر تری فغاں سے
کہنے لگی کہ جو جو میری حقیقتیں ہیں سو گفتنی نہیں ہیں کیا فائدہ بیاں سے
لیکن نہیں مناسب بالکل بھی چپکے رہنا اب راز دل چھپاؤں اور تجھ سے رازداں سے
میری یہ ہے حقیقت میرا یہ ماجرا ہے یعنی کہ خستہ دل ہوں اور تنگ اپنی جاں سے

Marfat.com

نے بیٹھنے کی جا ہے نے رہنے کا ٹھکانا آزردہ ہوں زمیں سے آشفتہ ہوں زماں سے
ان کے تو جور سہتے اک عمر ہوگئی ہے صیاد سے گلہ ہے شکوہ نہ باغباں سے
ابتو اک اور تازہ آفت ہے سر پہ نازل یعنی بقول میرے دل خستہ آسماں سے
جب کوندھتی ہے بجلی تب جانب گلستاں رکھتی ہے چھیڑ میرے خاشاک آشیاں سے
لالہ اوراس طرح سے چھاتی پہ داغ رکھے سب ڈھنگ اوڑا لئے ہیں یہ سوز خستہ جاں سے

مخمس

پروانے ہی کی جان نہ کچھ شمع پر گئی کچھ شمع ہی جلا کے نہ جان و جگر گئی
میری ہی جان پر نہ یہ آفت گذر گئی تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یاں خاک کرگئی
شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی

ہیں قمریاں سو سرو پہ دل کو فدا کریں اور سرو ہیں سو سب سے وہ آزاد ہی رہیں
اب آگے بلبلیں ہیں سو وہ گل پہ جان دیں دیوانہ کون گل ہے ترا جسکو باغ میں
زنجیر کرنے موج نسیم سحر گئی

بہکی ہی بہکی پھرتی ہے ہر شام ہر پگاہ نے چرخ پر گذار نہ دل میں کسیکے راہ
تو کر کے اسکی بیکسیوں پر ذرا نگاہ کچو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغاں لئے لخت جگر گئی

ہر جا پہ لڑ ہی جاتی ہے کیا ماجرا کہوں جب یہ ہوں اس کے ڈھنگ تو کیونکر بھلا کہوں
کہتا نہیں میں دل کو کہ کیونکر برا کہوں خانہ خراب دل تو ہے لیکن میں کیا کہوں
جیسی بلائے جان ہے یہ آنکھ گھر گئی

اول تو دیکھتا ہی نہ تھا گہہ ادب سے میں اپنی نظر کو روکے ہی رہتا تھا سب سے میں
بالفرض اب جو آگے کسی کے سبب سے میں نظارہ باز بزم بتاں کا ہوں جب سے میں
تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی

منظو رگر تلافی مافات ہو تو خیر کچھ درد اپنا روئیں بھی پھیلا کے خوب پیر
اور گر بھرے ہیں دل میں ترے وہی اگلے بیر مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر

Marfat.com

اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

جوں سوز اوسکو کچھ نہ دیا روزگار نے اور کچھ دیا تو رنج دیا بدشعار نے
جب دیدیا جواب شکیب و قرار نے سودا فغاں کو خط یہ لکھا اوسکے یار نے
جس وقت اوس کے حال کی اوسکو خبر گئی

اور یہ سنا کہ صبر نہیں ہے اوسے ذرا سمجھا وہ یہ کہ راز نہو جائے برملا
ناچار اوس نے اوسکی تسلی کو یہ لکھا سن اے فغان جہان میں عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اسی روش اوسکی گذر گئی

عاشق ستم اوٹھاتے ہی آئے ہیں بیشتر معشوق ظلم کرتے ہی آئے ہیں سربسر
تو اپنے آپ سوچکر انصاف دل میں کر شیریں نے جور کب نہ کیا کوہکن کے سر
مجنون پہ کیا جفا ہے کہ لیلی نہ کر گئی

نالوں کا قمریوں کے رہا غل چمن کے بیچ کھائے دل وجگر پہ نہ کیا گل چمن کے بیچ
اور آگے کیجئے جو تامل چمن کے بیچ کل ہی بڑی سسکتی تھی بلبل چمن کے بیچ
ذرہ نہ اوس کے حال پہ گل کی نظر گئی

دل عاشقوں کے شب کو یہانتک گلے کہ صبح آنکھوں سے کوئی نالے سے نالے چلے کہ صبح
خاکستران لیکے صبا دوش پر گئی

اون کے ستم اوٹھانے کو ہیں جانتے سبھی ان کی ستم گری سے بھی واقف ہے ہر کوئی
آتی قدیم سے بھی یہی رسم ہے چلی کچھ تازہ میں کیا ہے کہ بدنامی کو مری
آواز آہ و نالہ تری گھر بکھر گئی

سوزش سے تیرے نام کو باقی نہیں تری پھرتی ہے تیری آہ سے بجلی ذری ذری
شور و فغاں سے چرخ بھی بھولا ستمگری حرمت رکھی نہ رعد کی فریاد نے تری
رونے سے تیرے آبروئے ابر تر گئی

تو نے بہا کے دل کا لہو چشم تر کی سرخ دامن پہ تیرے بوندیں ہیں خون جگر کی سرخ
پائے فگار سے یہ زمین سربسر کی سرخ لوہو سے تیرے سر کے ہے دیوار گھر کی سرخ

Marfat.com

آنکھوں سے موج خون تری بیرون در گئی

عاشق ہے لائے جس کا جگر تاب درد ہجر　　رکھے ہمیشہ مد نظر تاب درد ہجر
جاں کو گنوا لائے مگر تاب درد ہجر　　دل کو ترے نہیں ہے اگر تاب درد ہجر
تو کار عشق سے تو مری جان کر گئی

اور ایسا ایسا اور لکھا نکلے جس سے بیر　　جس میں کہ شر ہی شر ہو نہو کچھ بھی بوئے خیر
جیسے کلام غیر سے کرتا ہے کوئی غیر　　القصہ خط کو پڑھ کے یہ اونے لکھا کہ خیر
تیرے ہی دل کی مہر نجانوں کدھر گئی

کیا جانیے کہ تیرے ہی خاطر کو کیا ہوا　　دل میں نہ تیرے رحم نہ کچھ عادت وفا
شیریں نے کوہکن پہ ستم گر کیا کیا　　شیریں کی ایک میں نہ کہوں ورنہ بارہا
لیلی جدھر تھی وادی مجنوں ادھر گئی

آخر بھری ہے او سکے تجسس میں جابجا　　جو یا ہو جیسے معنی از یاد رفتہ کا
معنی کی طرح جان کے اک حرف مدعا　　یاں تک تو گھٹ میں لیلی کے مجنوں سما گیا
اس اتحاد سے اونھیں باہم بسر گئی

واں رنگ اوڑ گیا رخ گلگوں سے وقت فصد　　طاقت یہاں گئی دل محزوں سے وقت فصد
رنگین دہاں تو ہاتھ ہوا خوں سے وقت فصد　　جاری ہوا ہے خون رگ مجنوں سے وقت فصد
لیلی کی پوست مال اگر نیشتر گئی

تیرے ہی عہد میں ہے کہ عاشق تو ہو ہلاک　　معشوق اوس کے سوگ میں ہووے نہ دردناک
مر جاؤں جب بھی تجکو تو ہووے نہ رنج خاک　　ظالم کروڑ گل کا گریباں ہوا ہے چاک
ایک عندلیب گر اجل اپنی سے مر گئی

عاشق کو اپنے آپ جلاتی ہے کو کہ شمع　　روشن ہے اوسپہ ظلم یہ کرتی ہے جو کہ شمع
پر اپنے سوز دل سے ہے آگاہ جو کہ شمع　　پروانہ کون سا نہ جلا شام و کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

اب کب تلک یہ رووں ترے آگے ماجرا　　بیٹھا ہوا کلام کو دوں طول تا بہ

کب تک کہا کروں کہ یہ اچھا ہے یہ برا　یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے تجکو کیا
مجھسے جفائے ھجر کی طاقت اگر گئی
میں نے ہی خون دل سے یہ ہے چشم تر کی سرخ　دامن پہ میرے بوندیں ہیں خون جگر کی سرخ
میں نے ہی اپنے پا سے زمیں سر بسر کی سرخ　میرے لہو سے ہے مری دیوار گھر کی سرخ
میرے ہی موج خون کی بیرون در گئی
رویا تھا میں ہی میں نے ہی پھر پاک کرلیا　تو نے تو ہاتھ آنکھ پہ میری نہیں رکھا
بھرا تو میرا بھرا اس سے تجکو کیا　شکوہ تو کیوں کرے ہے مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستین میرے لہو سے بھر گئی

محمد یعقوب نسیم

محمد یعقوب حافظ غلام احمد کے صاحبزادے خانوادہ تھانیسر کے چشم و چراغ تھے۔ شعر و سخن سے دلچسپی تھی نسیم تخلص کرتے مولوی امام بخش صہبائی کے فرزند مولوی عبدالکریم سوز سے اصلاح لیتے۔ ۱۲۷۱ھ میں ان کی عمر تیرہ سال سے زیادہ نہ تھی، حکیم پیر بخش ان کے جد فاسد اور عبدالحکیم بسمل ماموں ہیں ان کا پورا خاندان علمی و ادبی سرگرمیوں کا سر چشمہ تھا۔

چرخ سے آفت کوئی آئی سو مجھی پر　جو درد اوٹھا سو وہ مرے دل کے قریں تھا
عشاق پہ تو نے جو کیے ہیں ستم ایجاد　انصاف سے کہہ تو ہی کہ یہ ظلم کہیں تھا

چرخ رہتا ہے گردشوں میں سدا　یہ بھی گویا غبار ہے اپنا
عشق کس طرح چھوڑ دوں ناصح　یہ کوئی اختیار ہے اپنا
نہ اوٹھا و نسیم کو در سے　جانیو خاکسار ہے اپنا

Marfat.com

ہو گئے ہم ولے ظالم دل میں تیرے غبار ہے ابتک
جاں بلب ہے نسیم دل خستہ پر ترا انتظار ہے ابتک

کوئی نبھتی ہے اس طرح کہ سدا اک نہ اک بات پر لڑائی

غلام احمد نکہت

غلام احمد نکہت خانوادہ تھانیسر کے چشم و چراغ تھے وہ دہلی میں پیدا ہوئے امام بخش صہبائی کے چچازاد بھائی اور ۱۸۵۷ء سے قبل دہلی میں تھانیسری الاصل نامور حکیم پیر بخش کے داماد تھے۔ صہبائی سے تعلیم حاصل کی حافظ قرآن اور علوم رسمیہ وادبیہ کے واقف شعر وسخن کے دلدادہ تھے فارسی و اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔ نکہت تخلص ہے منتخب کلام بطور نمونہ پیش ہے:

رخصت آہی اگر بخشی من مجہور را　　میکنم تعلیم افغانہا صدائے صور را
ظرف می باید کہ درمستی حریف من شوی　　این مے پر زور از جامی برد منصور را
محتسب درخلوت اور دخت رز نابالغ است　　گر مستی شیشہ مشکن دانہ انگور را
ہمچو بیماری کہ ہرگز کس نمی گرددبرش　　داشتی زانسان بہ تنہا نکہت رنجو را

بازیچہ بود کہ با طفال می دہند　　درست جو ریم بران جان سخت ما
سرگرم گریہ ایم وسیلاب دادہ است　　این سیل ہمچو خس ہمہ سامان درخت ما

چہ باشں گرفتہ بردامن او خاکم ای گردوں　　بدست بادہ یک دم عنان اختیار من
مبارک گر سر پامالیم داری ولے ترسم　　کہ می ماند بخاک تفتہ گلشن مزار من
اگر از حسرت آغوش یکدم پردہ بردارم　　چہ بوئے گل روی از خویش و آئی درکنار من

Marfat.com

این راست قامتے ز کجا و تواز کجا — ای سرو سر کشیدہ تو بالائے کیستی
رخ زرد و آہ سرد و جگر داغ بہر چیست — نکہت بمن بگو کہ تو شیدائے کیستی

اردو کلام:

ہم صاحب احتیاط ہیں زاہد نکر تو منع — کرتی نہیں ہے اپنے تو دامن کو تر شراب
بیداری اور خواب ہیں یاں جمع ایک جا — رکھتی ہے تیرے آنکھوں میں کیا کیا اثر شراب

اچھا ہوا کہ آنکھوں سے خون ہو کے بہ گیا — مدت سے ایک آفت جاں تھی بلائے دل
جھگڑا ہی مٹ چکا تھا فلک کا پہ ضعف سے — لب تک مرے پہنچے نہ پائی صدائے دل
نکہت کے خود بخود کے اولجھنے سے ہے یقین — آتے کسی طرف سے ہیں اپنا کنائے دل

عبدالعزیز عزیز

مولوی عبدالعزیز عزیزؔ امام بخش صہبائی کے فرزند کلاں اردو کے شاعر وادیب تھے ان کا آبائی وطن تھانیسر ہے۔ ابتدائی اور منتہی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی شعر وادب سے خصوصی ماحول کی بنا پر شروع ہی سے دلچسپی تھی۔ ۱۲۷۱ھ میں وہ جوان تھے اور اس سے پہلے ہی تعلیم سے فراغت پا چکے تھے جبکہ ان کے برادر خورد مولوی عبدالکریم سوز ۱۲۷۱ھ میں دیگر علوم مروجہ سے فراغت کے بعد منطق وطب کی تحصیل میں مشغول تھے سوز اگرچہ عمر میں چھوٹے تھے لیکن اپنے برادر کلاں عزیز کی نسبت ان کا پایہ شعر وادب میں بلند ہے عزیز کے بارے میں مرزا قادر بخش صابر لکھتے ہیں:

''اگر رنگینی معنی کا بیان کیجئے تو زبان برگ گل بن جاوے اور اگر صفائی الفاظ کو بغور دیکھئے، تو سیاہی مداد میں آب حیواں نظر آوے

Marfat.com

اگر سیاہی رقوم کا پردہ نہو تو فروغ معنی سے نگاہ ادراک خیرہ ہو جاوے غزل کے اشعار عاشقانہ غزل دشت محبت اور قصیدہ کے ابیات مدحیہ مسکن شان و شوکت شور معانی سے پیچ و خم حروف رشک دخان ہے دہان دوائر لبریز فغان'' غزلیہ اشعار کا انتخاب پیش ہے:

نے کام ہے مسجد سے نے دیر سے کچھ مطلب ہمکو تو وہی کعبہ وہ شوخ جہان آیا

نہیں ہے رحم و مروت جو تجھ میں خیر نہو ذرا خدا ہی کا کچھ تیرے دل میں ڈر ہوتا
تجھی کو غیروں کے ملنے سے کرتے ہیں بدنام مرا تو کچھ نہیں اس بات میں ضرر ہوتا
خدا نخواستہ کیا اوس سے ہمکو تھا انکار عزیز کعبہ اگر کوچۂ بتاں ہوتا

تم بھی تو ذرا اوس سے چلو مل لو کہ یا نسے بیمار محبت کا ارادہ ہے سفر کا

ساقی جلے ہے بزم میں کس کا جگر کہ آج ہر سو رواں ہے قافلہ بوے حباب کا
دیکھا تھا ہم نے آج عزیز جگر فگار کچھ بدلا بدلا رنگ تھا خانہ خراب کا
خرام ناز مبارک تجھے ولے اے برق خیال رکھیو ہمارے بھی آشیانے کا
میں نقش پا کی طرح ہوں فتادہ راہ میں اور ارادہ رکھتے ہیں رہرو مرے مٹانے کا

میرے لب پر تو ذرا شکوہ بھی کچھ آیا نہ تھا کیوں تو اپنے جور سے ظالم پشیماں ہو گیا

جب معنی وحدت ہوے ظاہر تو وہ جانا یہ شیخ و برہمن کا جو جھگڑا تھا یونہیں تھا

یک قلم کیونکہ تمنا کو مٹا دوں ظالم اے خدا تجھ کیا میں ہوں بندہ نہوا

Marfat.com

تیری شوخی سے تو چھپتا نہ کبھی خون عزیز　پر ہمارا ہی یہ تھا ضبط کہ چرچا نہوا

جوں شمع شغل تیرے سراپا نیاز کا　جلنا جو سوز کا ہے تو رونا گداز کا
کج فہمیوں سے خلق کی دیکھا کہ کیا ہوا　منصور کو حریف نہونا تھا راز کا
ہم عاصیوں کا بار گنہ سے جھکے ہاے سر　اور خلق کو گمان ہے ہم پر نماز کا
اب کے کچھ اور ڈھنگ سے ہے دل کا اضطراب　کیا جانئے شہید ہوا کس کے ناز کا
مغرور تھا ہی اور وہ مغرور ہو گیا　اس میں گلہ نہیں مجھے آئینہ ساز کا
اوروں کے ساتھ لطف سے تھا صورت نیاز　یاں بڑھ گیا دماغ تغافل سے ناز کا
کیا جائیں دیر سے کہ بس اب دل بھی لگ گیا　پا کر بتوں میں طور کچھ اوس عشوہ ساز کا

کٹ کٹ کے خون آنکھوں سے آتا ہے بار بار　خنجر رکھا ہے پہلو میں میرے بجائے دل

اختیار اب مرا وحشت کے ہے ہاتھ اے گلرو　پھرتے پھرتے کبھی اس طرف بھی آجاتا ہوں
یاد کرتے ہو مجھے گرچہ مری طرح سے پر　میں اسی بوجھ سے احساں کے دبا جاتا ہوں

وہ نہیں لطف وہ فساد ہی نہیں　تو تو گویا کہ آشنا ہی نہیں
بت اگر مہربان نہیں تو نہوں　کہیں بندہ کا کیا خدا ہی نہیں
اب جو دیکھو تو ہے یہ صاف وہ تیغ　کہ کسی کا لہو پیا نہیں

آگئے کہنے میں اس دل کے کریں کیا ناصح　ورنہ ہم بھی ہیں سمجھتے ترے سمجھانے کو
تھے نہ قابل کہ بلا واسطہ دیکھیں اوسکو　بت بنائے ہیں یہ جلوہ ہمیں دکھلانیکو
ہمدرد اک ملا ہے عزیز خستہ　ایسا نہو کہ وہ بھی جائے نکل کہیں کو

Marfat.com

تیری اس شوخی رفتار سے نکلی بارے — خاک ہو کر جو تھی اک دل میں تمنا باقی
کچھ تو لذت ہے کہ ہے سودہ الماس پہ بھی — اب تلک زخم کو کاوش کی تمنا باقی

اگرچہ پست ہیں اہل پہ ہمت سے — نظر صدف کی طرح ابر پر نہیں رکھتے
رہا نکرنے میں صیاد ہے بہانہ طلب — کہو نہ منھ سے اسیرو کہ پر نہیں رکھتے

پارسائی کو ہے سلام کہ ہم — مغبچوں کی گلی میں آ بیٹھے
بے قراری کا کیا سبب ہے عزیز — کہیں دل تو نہیں لگا بیٹھے

تاریخ گوئی میں بھی مولوی عبدالعزیز عزیزؔ کا پایہ بلند ہے وہ فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔ مرزا قادر بخش صابر نے اپنا تذکرہ شعراء گلستان سخن ترتیب دیا تو انہوں نے تکمیل پر قطعات تاریخ کہے ایک فارسی میں ہے اور دوسرا اردو میں:

چو صابر بکلک گہر بار خویش — رقم کرد ایں نامہ شاعری
عزیز جگر خستہ تاریخ گفت — شدہ گرم ہنگامۂ شاعری

۱۲۷۱ھ

جو مرزا صابر جادو بیاں نے — لکھا یہ تذکرہ بازیب و تزئیں
برنگ غنچہ اوسمیں نقطہ نقطہ — بسان گل ہر اک حرف اوسمیں رنگین
نہ اوس کے لفظ کو پہونچے گلستان — نہ نقش چین میں اس کے طرز و آئین
عزیز خستہ جاں سے سال اتمام — کہی ہاتف نے کہ گفتار شیرین

اکرام الدین رندؔ

اکرام الدین رندؔ تھانیسری خانوادے کی اس شاخ سے تعلق رکھتے

Marfat.com

ہیں جو تھانیسر سے ترک وطن کر کے دہلی میں مقیم ہوگئی تھی۔ ان کے والد مولانا امام بخش صہبائی کے برادر نسبتی تھے۔ رند نے صہبائی کے فرزند گرامی مولوی عبدالکریم سوز سے اصلاح سخن لی۔ اور طب میں بھی کمال حاصل کیا۔

تری زلف بکھری بکھری جو نہ دیکھتے کبھی ہم
تو نہ ہوتے یوں پریشاں نہ یہ حال زار ہوتا
نہ وصال اس سے ہوتا نہ اٹھاتے رنج فرقت
جو شراب ہم نہ پیتے تو یہ کیوں خمار ہوتا

تو نے ہماری یاد کو خاطر سے اپنی ہائے
حرف غلط کی طرح سے ظالم مٹا دیا
ہم پر تو التفات نہ تھی لیک بزم میں
ساقی نے رند جان کے ساغر پلا دیا
تو نے جلا جلا کے ہمیں خاک کر دیا
اور خاک ہو گئے تو صبا نے اڑا دیا
لگتی چلی تھی فتنۂ محشر کی آنکھ پر
ٹھوکر لگا کے شوخی سے تمنے جلا دیا

آتے ہی فصل گل کے بجز شوق مے کشی
اے رند سوجھتا نہیں سود و زیاں مجھے
ناتوانی پہ بھی کوچہ میں ترے اے ظالم
شوق دیدار، اوڑائے لیے جاتا ہے مجھے

Marfat.com

دل میں آنا تیرے نہیں مشکل
ہو گئے جب غبار آ بیٹھے

گلہ نہیں ہے ہمیں کچھ ترے ستانے کا
ہے اب کے طور ہی بگڑا ہوا زمانے کا
وہ مر گئے تری صحبت کے یار کیا اے رند
جو آج کل نہیں چرچا شراب خانے کا

ترے مریض کی حالت بہتر ہے کیا کہیے
اور اوسکے حال سے تو بے خبر ہے کیا کہیے

رحمت علی رحمت

رحمت علی رحمت فارسی و اردو کے شاعر ہیں۔ وہ خانوادۂ تھانیسر سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا امام بخش صہبائی کے شاگرد و قرابت دار اور کئی کتابوں مصنف تھے ان کی تصانیف میں درج ذیل مشہور ہیں: (۱)

(۱) نالۂ بلبل (ناہر سنگھ راجہ بلب گڑھ کی تعریف میں)

(۲) انشائے حدیقۂ رحمت (مجموعۂ مکاتیب شوقیہ)

(۳) شکایت فلک (مثنوی)

اردو نمونۂ کلام:

اللہ ری نارسائی طالع کہ ہم صبا پہنچے نہ خاک ہو کے بھی دامان یار تک
طعنے اب تک ہیں کہ رشک کی مرنی کیا قدر تمہیں میں نے اک کہیں حنائی تھی قرآن کی قسم

(۱) نساخ، سخن شعرا، ص ۱۹۲، ۱۹۳
مرزا قادر بخش صابر، گلستان سخن

Marfat.com

رحمت یہ عمر اور ورع خبر ہے تجھے — بتا تو کیوں لگائے ہے عہد شباب کو
تیرا ہی کچھ یہ طور نرالا جہاں سے ہے — ورنہ یہ رسم ہے کہ بشر سے بشر ملے
آرام ایک حرف تھا رونے سے مٹ گیا — خانہ خراب خاک میں یہ چشم تر ملے
تخفیف درد سر کا تھ باعث قلب — ورنہ نہ دیر اور نہ کچھ کعبہ دور تھا
آجانتے تھے سہ نسکوگے یہ آفتیں — رحمت لگا نا دل کا تمہیں کیا ضرور تھا
ناصح کہا کیا کہ تو اب ترک کر شراب — اور ہم پیئے گئے ہیں یوں ہیں عمر بھر شراب
دیکھا ہے کس کا جلوۂ حیرت فزا کہ اب — اشک آکے تھم رہے مژہ اشک بار پر
دل ہے بیتاب بہت شوخی جاناں کی قسم — ہدف تیر ہے جاں کاوش مژگاں کی قسم
ہنستے تھے کل جو حال میرے سو آج میں — روتا ہوں اونکے دیکھ کے حال خراب کو
اہل نظر ہیں جلوۂ یوسف میں محو آج — ایک سیر ہو جو تو ابھی الٹے نقاب کو
ابر بہار کی سے مجھے چشم تر ملے — جوں برق مضطرب مجھے یارب جگر ملے
گردش ہے اس کمینے کی عکس مراد پر — کم مانگیں آسمان سے تو بیشتر ملے
مجھکو مخل نہ جان تو صحبت کا عندلیب — کیا نقص نوحہ گر سے اگر نوحہ گر ملے
تمکو ہے اوسکا چارۂ وحشت بھی پر ضرور — یارو کہیں جو رحمت آشفتہ سر ملے

Marfat.com

کتابیات

۱۔ آب کوثر، شیخ محمد اکرام، ادبی دنیا، دہلی، ۱۹۹۲ء۔

۲۔ آثار الصنادید، سر سید احمد خان اردو اکادمی، دہلی۔

۳۔ ارمغان پاک، شیخ محمد اکرام، تہران، ۱۳۳۳ھ۔

۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ، پنجاب، لاہور۔

۵۔ ارشاد الطالبین، شیخ جلال الدین، تھانیسری، مسلم پریس، جھجر۔

۶۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء، انتظام اللہ شہابی۔

۷۔ اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

۸۔ اقتباس الانوار: شیخ محمد اکرام براسوی۔

۹۔ انوار العاشقین، مشتاق احمد انبیٹھوی۔صوفی فاؤنڈیشن، لاہور۔

۱۰۔ پنجاب کے قدیم اردو شعراء، خورشید حسن یوسفی، مقتدرہ قومی زبان لاہور، ۱۹۹۲ء۔

۱۱۔ تاریخ پنجاب، سید محمد لطیف، لاہور، ۱۸۸۸ء۔

۱۲۔ تاریخ پنجاب، دیبی پرشاد، نول کشور، لکھنؤ ۱۸۵۰ء

۱۳۔ تاریخ فرشتہ (اردو) محمد قاسم فرشتہ، مکتبہ ملت دیو بند

۱۴۔ تاریخ فیروز شاہی (اردو) شمس سراج عفیف، نفیس اکیڈمی، کراچی، پاکستان، ۱۹۶۴ء

۱۵۔ تاریخ مسلمانان، پاکستان و بھارت، سید احمد ہاشمی فرید آبادی، لاہور۔

۱۶۔ تاریخ ملت (سلاطین ھند) جلد ۱۲، انتظام اللہ شہابی،

Marfat.com

ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۷ء
۱۷۔ تاریخ زوال ملت، اکبر شاہ خان نجیب آباد
۱۸۔ تحقیق اراضی الھند (عربی) شیخ جلال الدین تھانیسری۔
۱۹۔ تذکرہ علمائے ھند، رحمان علی (مرتبہ ومترجمہ محمد ایوب قادری) پاکستان ہسٹاریکل ریسرچ سوسائٹی کراچی۔
۲۰۔ تذکرہ اولیائے پاک وہند، مرزا اختر گورگانی، دہلی۔
۲۱۔ تذکرہ شعرائے پنجاب (فارسی) عبدالرشید نہنگ، طہران
۲۲۔ تذکرۃ الانساب، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، خدابخش لائبریری، پٹنہ
۲۳۔ تصوف برصغیر میں (مجموعۂ مقالات) خدابخش لائبریری، پٹنہ
۲۴۔ ثقافتہ الھند (عربی مجلّہ) ینایر ۱۹۶۶ء
۲۵۔ ثمرۃ الفواد، لطف اللہ انبالوی
۲۶۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، محمد ایوب قادری پاکستان ہسٹاریکل ریسرچ، کراچی
۲۷۔ حدیقہ الافراح، علامہ محمد بن احمد یمنی الشروانی، کلکتہ
۲۸۔ حدیقۃ الاولیاء، مفتی غلام سرور، صوفی فاؤنڈیشن، لاہور
۲۹۔ حضرات القدس (فارسی) بدرالدین سرھندی، محکمۂ اوقاف پنجاب لاہور، ۱۹۷۲ء۔
۳۰۔ حضرت مجدد الف ثانی، سید زوار حسین شاہ، کراچی۔
۳۱۔ حیات جاوید، حالی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔
۳۲۔ خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور، نول کشور لکھنو۔
۳۳۔ روز روشن، مولوی مظفر حسین، صبا، طہران، ۱۳۴۳۔

Marfat.com

۳۴۔ سخن شعراء، عبدالغفور نسّاخ، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ
۳۵۔ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، خلیق احمد نظامی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۵۸ء
۳۶۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی اوران کی تعلیمات، اعجاز الحق قدوسی۔
۳۷۔ سیر الاقطاب، شیخ الہدیہ بن عبدالرحیم
۳۸۔ سفینۃ الاولیاء، شیخ الہدیہ بن عبدالرحیم
۳۹۔ سیر الاولیاء، امیر خورد (ترجمہ اردو اعجاز الحق قدوسی، لاہور ۱۹۸۰ء
۴۰۔ صحیفہ نور: پہلا شمارہ (مولانا محمد قاسم نانوتوی نمبر) مرتب نورالحسن راشد کاندھلوی، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ، ۲۰۰۰ رمضان المبارک۔
۴۱۔ طبقات شعرائے ہند، کریم الدین پانی پتی، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۸۹ء
۴۲۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی، محمد میاں دیوبندی، ندوۃ المصنفین، دہلی۔
۴۳۔ فقہائے ہند، اسحٰق بھٹی، لاہور ۱۹۸۴ء
۴۴۔ فہرست عربی فارسی، ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک، شوکت علی خان
۴۵۔ کالا پانی، مولوی محمد جعفر تھانیسری: دکن پبلشرز، حیدرآباد، ۱۹۴۸ء۔
۴۶۔ کتاب النجوم (قلمی) عبدالعزیز شمس تھانیسری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

Marfat.com

۴۷۔ کتاب تحقیق ماللھند، البیرونی، دائرہ معارف اسلامیہ حیدرآباد۔ (عربی)
۴۸۔ کتاب الھند، البیرونی، انجمن ترقی اردو، ھند۔ (اردو)
۴۹۔ الکلمات الطیبات (مکتوبات)، مرزا مظہر جان جاناں
۵۰۔ گلستان سخن، مرزا قادر بخش صابر، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ ۱۹۸۹ء
۵۱۔ مراۃ التصوف، سید محمود حسن قیصر امروہوی۔
۵۲۔ مراۃ الاسرار (اردو) عبدالرحمٰن چشتی، صوفی فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۲ء
۵۳۔ مشرقی پنجاب کا عربی زبان وادب میں حصہ، محمد عامر صمدانی (مقالۂ پی ایچ ڈی۔) شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۲ء۔
۵۴۔ معجم المصنفین (عربی) حیدر حسن خان ٹونکی، دائرہ معارف اسلامیہ حیدرآباد
۵۵۔ مکتوبات امام ربانی، شیخ احمد مجدد الف ثانی، حواشی نور احمد امرتسری، نور کمپنی، انارکلی، لاہور۔
۵۶۔ نزھۃ الخواطر، عبدالحئی رائے بریلوی، دائرہ معارف اسلامیہ حیدرآباد۔ (عربی)
۵۷۔ نتائج الافکار، قدرت اللہ گوپاموی (فارسی)
۸۵۔ ھندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، ابوالحسنات ندوی۔

59. Abdul Hai: India During Muslim Rule (Translated), Lucknow
60. S.C. Bhat: The encylopaedic District Gazetteers. Vol.: 3/4, Gyan Publishing House, Delhi.
61. W.W. Hunter: The Indian Musalmans, Indological Book House, Delhi, 1969.

Marfat.com